دکنی مثنویوں کا انتخاب

ڈاکٹر اشرف رفیع

اشاعت مارچ ۱۹۸۹ء
کتابت : نعیم اللہ سرورق سید عبدالرحیم قادری
طباعت : دائرہ الکٹرک پریس چھتہ بازار
تعداد : ۵۰۰
قیمت : ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

- ڈاکٹر اشرف رفیع، مکان نمبر 156-7-17 یاقوت پورہ حیدرآباد
- الیاس ٹریڈرس شاہ علی بنڈہ حیدرآباد اے پی
- حسامیہ بک ڈپو مچھلی کمان حیدرآباد
- انجمن ترقی اردو بک ڈپو اردو ہال حمایت نگر حیدرآباد
- دائرہ الکٹرک پریس، حیدرآباد

دکنی کی مایۂ ناز محقق

پروفیسر سیّدہ جعفر

کے نام

بصد خلوص

فہرست

صفحات

مقدمہ

عربی میں "مثنوی" کا مادہ ثنیٰ ہے۔ جس کے معنی "دو" کے ہیں۔ چونکہ مثنوی کے ہر شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے اس لئے شعر کے دونوں مصرعوں کا خیال کر کے اس صنف کا نام مثنوی رکھا گیا۔ مثنوی کے لئے کچھ بحریں مختص ہیں مثلاً

۱. فعولن فعولن فعولن فعل بحر متقارب مثمن محذوف الآخر
۲. فاعلاتن فاعلاتن فاعلن ر فاعلان ۔ بحر رمل مسدس محذوف
۳. فاعلاتن فاعلاتن فاعلات ر فعلاتن بحر رمل مسدس مخبون
۴. مفاعیلن مفاعیلن فعولن ر مفاعیل ۔ بحر ہزج مسدس محذوف الآخر
۵. مفعول مفاعلن فعولن ر مفاعیل ۔ بحر ہزج مسدس مقبوض
۶. فعولن فعولن فعولن فعل ۔ بحر خفیف مسدس محذوف
۷. مفتعلن مفتعلن فاعلن ر فاعلات ۔ بحر سریع مسدس محذوف

اُردو کی اکثر و بیشتر مثنویاں بحر متقارب مثمن محذوف الآخر میں ہیں۔ دکنی کی اکثر مثنویاں بھی اسی بحر میں ہیں۔

الطاف حسین حالی نے تمام اصناف سخن میں مثنوی کو "کار آمد صنف" بتلایا ہے یہ ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں تقریباً تمام اصناف سخن کا لطف آجاتا ہے۔ اس میں غزل رباعی قطعات، قصائد بھی ملتے ہیں اور موضوعاتی شاعری کا ربط و تسلسل بھی ملتا ہے۔

مثنوی میں شاعر کو کئی باتوں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ چونکہ مثنوی میں کسی واقعہ یا قصہ کو پیش کیا جاتا ہے اس لئے مثنوی نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ قصہ گوئی کے اصول و شرائط کو پیش نظر رکھے۔ قصہ گوئی کی اولین شرط واقعہ کا تسلسل ہے اس لئے مثنوی میں ارتباطِ خیال لازمی ہے۔ ربط اور تسلسل کے لئے پلاٹ کی ترتیب اہمیت رکھتی ہے پلاٹ اس طرح ترتیب دیا جائے جس سے قصہ فطری انداز میں آگے بڑھتا رہے اس کے لئے شاعر کو قصہ کے آغاز، عروج اور انجام میں ڈرامائی تاثر پیدا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ڈرامائی تاثر حیرت، کشمکش اور انسانی تجربات اور خیالات اور جذبات کے اظہار سے پیدا ہوتا ہے۔ مثنوی کی زبان کا سادہ سلیس

اور پُر لطف ہونا ضروری ہے ورنہ قصہ میں دلچسپی باقی نہیں رہ سکتی۔

اردو میں باضابطہ مثنوی نگاری کا آغاز بہمنی دور سے ہوتا ہے اس سے پہلے شمالی ہند میں صوفیائے کرام کی لکھی ہوئی کچھ نظمیں مثنوی کے فارم میں ملتی ہیں۔ مثنوی کے ان ابتدائی نمونوں میں کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہوتی تھی بلکہ مذہبی اور صوفیانہ خیالات یا پند و نصائح پیش کئے جاتے تھے۔ نویں صدی ہجری کے اواخر میں قطبنؔ کے یہاں "مرگاوتی" کے نام سے ایک نظم ملتی ہے۔ جسے ہم شمالی ہند میں مثنوی کا پہلا نمونہ کہہ سکتے ہیں۔

دکنی کے شاعروں نے مثنوی کی صنف پر خصوصی توجہ کی۔ اپنے ابتدائی زمانے ہی سے اردو مثنویاں خیالات، موضوعات اور اسالیب کے لحاظ سے متنوع ملتی ہیں۔ ان میں مذہبی مثنویاں بھی پائی جاتی ہیں، رزمیہ اور بزمیہ بھی۔ علاء الدین خلجی اور پھر محمد تغلق کے زمانہ میں علماء اور صوفیا کی ایک بڑی تعداد شمالی ہند سے دکن آکر آباد ہو گئی تھی رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کی خاطر انہوں نے عربی اور فارسی کو ترک کرکے یہاں کی عوامی زبان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا

۷۴۸ھ م ۱۳۴۷ء میں بہمنی سلطنت کے قیام کے بعد بہمنی بادشاہوں نے سیاسی استحکام اور ملکی انتظامات کے ساتھ ساتھ علم و ادب کے فروغ میں بھی دلچسپی لی۔ محمد شاہ بہمنی (۱۳۷۸ تا ۱۳۹۷) نے حافظ شیرازی کو دکن آنے کی دعوت دی تھی۔ فیروز شاہ بہمنی (۱۳۹۷ تا ۱۴۲۲ء) کے عہد میں بہت سے علماء و صوفیا دکن آئے جن میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ بھی شامل ہیں۔ احمد شاہ بہمنی (۱۴۲۲ تا ۱۴۳۵) کے دور حکومت میں شیخ آذری نے بہمن نامہ تصنیف کیا۔ بہمنی دور ہی میں شمالی ہند سے آئی ہوئی زبان دکن کے لسانی اور تہذیبی ماحول میں نشو و نما پاکر اپنی ایک الگ شناخت بنا رہی تھی جسے آگے چل کر دکنی کا نام دیا گیا اس زبان میں سب سے پہلی جو مثنوی ہمیں ملتی ہے وہ فخر دین نظامی بیدری کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" ہے یہ مثنوی احمد شاہ ولی بہمنی کے عہد (۸۲۵ھ - ۸۳۸ھ م ۱۴۲۲ء - ۱۴۳۵ء) میں لکھی گئی۔ احمد شاہ ولی بہمنی سلطنت کا نواں بادشاہ تھا۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ایک عشقیہ داستان ہے۔ دوسری مثنوی اشرف کی نوسرہار (۹۰۹ھ) کی تصنیف ہے اور اس میں امام حسینؑ کی شہادت اور واقعۂ کربلا کو نظم کیا گیا ہے۔ بہمنی سلطنت کے دور انتشار میں شاہ میراں جی شمس العشاق کی تین

خوش نغز، اور سخن مرغوب ملتی ہیں۔ ان نظموں میں شاہ میراں جی خدانما نے تمثیلی انداز میں تصوف اور معرفت کے مسائل سمجھائے ہیں۔ سخن مرغوب میں تصوف کے اعلیٰ منازل اور نکات کی تشریح کی گئی ہے بہمنی دور کی ان مثنویوں کا اگر جائزہ لیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں مذہبی مثنویوں کا عام رواج رہا ہے

۱۵۲۷ء میں بہمنی سلطنت کے خاتمہ کے بعد بیجاپور میں عادل شاہی، گولکنڈہ میں قطب شاہی، احمد نگر میں نظام شاہی، بیدر میں برید شاہی اور برار میں عماد شاہی سلطنتیں قائم ہو گئیں مغلوں کے مسلسل حملوں کے باعث آخری تین سلطنتیں زیادہ عمر نہ پا سکیں۔

۸۹۵ھ م ۱۴۹۰ء میں یوسف عادل شاہ نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے عادل شاہی سلطنت قائم کی اور بیجاپور کو اپنا پایہ تخت بنایا اس حکومت کے سب ہی بادشاہ علم و ادب کی سرپرستی کرتے تھے اور وہ خود بھی شاعر ادیب اور فن کار تھے۔ عادل شاہی دور میں بہت سے علماء اور فضلاء مورخ اور شعرا عرب و ایران سے بیجاپور آئے۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ - ۱۰۳۷ھ م ۱۵۸۰ - ۱۶۲۷) کے دورِ حکومت میں دکنی قربان کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ بادشاہ کے دربار میں عالم و فاضل مصاحبین ہمیشہ موجود رہتے تھے ابراہیم خود بھی شاعری، خطاطی اور خصوصاً فنِ موسیقی میں بڑا کمال رکھتا تھا اس کے عہد میں مثنوی نگاری کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ دکنی کے بیجاپور اسکول میں عبدل، امین مقیمی، صنعتی ملک خوشنود حسن شوقی رستمی اور نصرتی جیسے شعراء نے اپنے بے نظیر شعری و ادبی کارنامے چھوڑے ہیں۔ عبدل کا ابراہیم نامہ، امین کی بہرام و حسن بانو مقیمی کی چندر بدن و مہیار، صنعتی کی قصہ بے نظیر، ملک خوشنود کی جنت سنگھار حسن شوقی کی مثنوی فتح نامہ نظام شاہ، رستمی کا خاور نامہ اور نصرتی کی گلشن عشق علی نامہ اور تاریخ اسکندری عادل شاہی دور کی مشہور و معروف مثنویاں ہیں عبدل نے "ابراہیم نامہ" بادشاہ کی فرمائش پر منظوم کیا جس میں ابراہیم عادل شاہ کو ایک جامع صفات شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ مثنوی ایک لحاظ سے نیم تاریخی سوانح ہے جو اس دور کے تہذیبی سماجی اور ادبی موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی سے اس مثنوی کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شاعر کو اس مثنوی میں کئی باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری تھا سب سے پہلے تو بادشاہ کی خوشنودی، دوسرے بادشاہ خود اس مثنوی کا ہیرو ہے جس کی ذات و صفات کے

بیان میں زبان اور قلم کی جنبش بے مہار نہیں ہو سکتی۔ تیسرے اس دور کی تاریخ اور تہذیب طرز معاشرت، رقص و موسیقی فن تعمیر اور شاہی دربار اور مجلسی آداب لباس زر زیور سب کو اپنی گرفت میں لیتا تھا اور پھر فن شعر میں بھی اپنا کمال دکھاتا تھا۔ عبدل نے اس مثنوی میں "امولک رتن" سجا دیئے ہیں۔ اس مثنوی میں شاعر نے ہندی اسلوب کی جگہ فارسی کو دینے کی کوشش کی ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اسے جس شخصیت کا اظہار کرنا تھا اور جس دور کی تاریخ اور تہذیب پیش کرنا تھا اس کے لئے ہندی اسلوب سبک پڑتا تھا شاعر نے اس مثنوی میں جگہ جگہ قصیدہ آرائی بھی کی ہے جس کے لئے فارسی آہنگ اور اسلوب کا سہارا ضروری تھا۔

کمال خاں رستمی کا "خاور نامہ" چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ایک طویل مثنوی ہے یہ ایک فرضی داستان ہے جس میں ۲۲۲ ابواب آتے ہیں فارسی خاور نامہ ابن حسام نے (۸۷۵ھ م ۱۴۷۰ء) میں شاہنامہ فردوسی کے اتباع میں لکھا تھا اس کے تقریباً پونے دو سو سال بعد سنہ (۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء) میں رستمی نے فارسی خاور نامہ کو سامنے رکھ کر اس کا دکنی ترجمہ کیا ہے۔ یہ ادبی کام ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ہوا تھا رستمی نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں اس ترجمہ کو مکمل کیا جس کے صلہ میں ملکہ نے اسے انعام و اکرام عطا کیا۔ یہ ترجمہ آزاد نہیں ہے بلکہ پابند ہے۔ اس کا قصہ داستان امیر حمزہ سے ملتا جلتا ہے مگر اس مثنوی کا مرکزی کردار حضرت علیؑ ہیں۔

خاور نامہ داستانی انداز کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جس میں مذہبی رنگ کے ساتھ ساتھ مختلف کیفیات جذبات و احساسات ایقان اور اعتماد کی عکاسی کی گئی ہے طویل مثنوی ہونے کے باوجود خاور نامہ (دکنی) کے زبان و بیان میں دلکشی اور دلفریبی ربط اور تسلسل ہے۔ خاور نامہ دکنی ذخیرۂ الفاظ کا ایک خزانہ ہے۔

صنعتی محمد عادل شاہ کے دور (۱۰۳۷ھ - ۱۰۶۷ م ۱۶۲۸ - ۱۶۵۶ء) کا شاعر ہے "قصہ بے نظیر" میں اس نے محمد عادل شاہ کی مدح کی ہے۔ خاور نامہ کی مقبولیت کی وجہ سے اس دور کے شاعروں میں مثنوی بڑی مقبول صنف سخن تھی

صنعتی کو جب اس بات کا شدید احساس ہوا کہ اسے عمر یوں ہی گنوا دی اور کوئی قابل قدر کارنامہ انجام دیا اور نہ ہی اپنی کوئی یادگار چھوڑی ہے تو اس نے مثنوی

لکھنے کی ٹھان لی۔ قصۂ بے نظیر (۱۰۵۵ھ م ۱۶۴۵ء) میں حضرت تمیم انصاری کے حالات و واقعات لکھے ہیں یہ عجیب وغریب بلکہ فرضی واقعات ہیں۔
جو مثنوی کی داستانوی کی فضا کو تو سنوارتے ہیں لیکن حضرت تمیم انصاری کے سوانح سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ صنعتیؔ کا کمال یہ ہے کہ اس نے بہت کچھ خیالی اور فرضی واقعات کو اپنے حسنِ بیان، زورِ کلام اور اسلوب اور آہنگ سے صداقت کا رنگ دے دیا ہے۔

ملک خوشنود خدیجہ سلطان کے جہیز میں گولکنڈہ سے بیجاپور آیا تھا اپنی ذاتی قابلیت سے اس نے سلطان بیجاپور کا تقرب حاصل کیا اور گولکنڈہ میں بیجاپور کی سفارت بھی انجام دی۔ ساتھ ہی ساتھ ملک خوشنود اس دور کا ایک ممتاز شاعر تھا۔ سلطان محمد عادل شاہ کی فرمائش پر اس نے امیر خسرو کی یوسف زلیخا اور ہشت بہشت کو دکنی میں منتقل کیا ہے جنت سنگھار امیر خسرو کی فارسی کی مثنوی ہشت بہشت کا دکنی میں آزاد ترجمہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۰۵۰ھ م ۱۶۴۰ء میں مکمل ہوئی۔
ملک خوشنود نے اپنے ایک شعر میں اس کا نام خود جنت سنگھار لکھ دیا ہے۔

امولک نے بدل جیوں زرنگار ہے ؎ جم اس کا ناؤں سو جنت سنگھار ہے

یہ مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا شعر بہ شعر ترجمہ ہے جو آگے چل کر آزاد ترجمہ ہوتا جاتا ہے جنت سنگار ایک معرکۃ الآرا فارسی کارنامہ کا ترجمہ ہے مگر ملک خوشنود اس کے ساتھ انصاف نہ کر سکا شاید اس کی شاعرانہ طبیعت ترجمہ کی پابندی نہیں کر سکتی تھی اس لئے مثنوی کے آغاز میں لکھی حمد، نعت اور منقبت میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے اس مثنوی کا اہم کردار شاہ بہرام ہے۔ شاہ بہرام گور کے بارے میں دکنی میں دو مثنویاں لکھی گئی ہیں۔ دوسری مثنوی "بہرام وحسن بانو" کے عنوان سے امینؔ نے نظم کی ہے جسے امینؔ کی وفات کے بعد (۱۰۵۰ھ م ۱۶۳۹ء) میں ایک دوسرے شاعر دولتؔ نے مکمل کیا۔ امین نے مقیمی کی چندر بدن ومہیار سے متاثر ہوکر بہرام گور اور حسن بانو لکھنی شروع کی تھی ؎

یکایک میرے دل پر آیا خیال ؎ قصہ یک لکھوں میں مقیمی مثال

یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جس میں رزم و بزم کی مختلف کیفیات قلمبند کی گئی ہیں۔ اسکا

قصہ دلچسپ اور رنگین ہے۔ اس مثنوی کی زبان فارسی اسلوب سے قریب تر ہے
فتح نامہ نظام شاہ حسن شوقی کی ایک رزمیہ مثنوی ہے جو جنگ تالیکوٹ کی فتح (۹۷۲ھ م ۱۵۶۴ء) کے موقع پر تصنیف ہوئی ہے اس مثنوی میں حسین نظام شاہ کو ایک فاتح کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ "فتح نامہ" میں فن جنگ کے بارے میں بہت سی معلومات اکٹھا کر دی گئی ہیں۔ یہ مثنوی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ جس میں اس زمانے کے سیاسی تہذیبی اور معاشرتی حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شوقی کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حسن شوقی کی دوسری مثنوی 'میزبانی نامہ' ہے جو سلطان محمد عادل شاہ کی شادی کے موقع پر لکھی گئی ہے۔ اس مثنوی میں اس دور کے سماجی اور تہذیبی نقش و نگار ابھرتے ہیں۔

اس مثنوی میں حسن شوقی نے زبان و بیان کا بڑا کمال دکھایا ہے۔ سنہ ۱۰۳۷ھ ۱۰۵۰ھ کے درمیان مقیمی نے مثنوی چندر بدن و مہیار لکھی۔ اس کا قصہ اس زمانے میں بہت مشہور تھا اس قصہ کے متعلق شاہ تجلی نے تزک محبوبیہ میں لکھا ہے کہ میسور کے راستہ میں انہوں نے ایک ایسی قبر دیکھی جس پر دو تعویذیں تھیں دریافت کرنے پر لوگوں نے ایک ایسا قصہ سنایا جیسا کہ چندر بدن و مہیار کا ہے

قصہ کی ندرت نے مثنوی میں تجسس اور شوق کو آگے بڑھایا ہے قصہ خالص عشقیہ ہے شاعر نے ساری توجہ قصہ پر صرف کی ہے اس کے باوجود مثنوی میں جذبات، احساسات اور شاعرانہ تخیل کی فراوانی ہے۔

اس قصہ کی دکن میں مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ محمد باقر آگاہ کی مثنوی "عزقاب عشق" سید محمد والہ کی مثنوی "طالب وموہنی" کا قصہ بھی چندر بدن و مہیار سے ملتا جلتا ہے۔ میر کی مثنوی "دریائے عشق" اور مصحفی کی "بحر المحبت" بھی کچھ اسی سے ملتی جلتی مثنویاں ہیں۔ چندر بدن و مہیار میں دو تہذیبوں کی آمیزش ہے اسی لحاظ سے فارسی اور ہندوی دو اسالیب کا امتزاج بھی ملتا ہے۔

عادل شاہی دور کے آخری زمانے میں نصرتی جیسا ماہر رزم و بزم شاعر پیدا ہوا جس نے ایک رزمیہ مثنوی گلشن عشق نظم کی اور ایک رزمیہ مثنوی علی نامہ لکھی جس کے

بعد ایک تاریخی مثنوی بعنوان تاریخ اسکندری منظوم کی

شیخ احمد گجراتی کے بیٹے محمد بن عاجز نے یوسف زلیخا (۱۰۴۴ھ م ۱۶۳۴)
اور لیلیٰ مجنوں (۱۰۴۶ م ۱۶۳۶) دو اہم مثنویاں لکھیں۔ یوسف زلیخا سلطان محمد عادل شاہ کے ملاحظہ میں پیش کی گئی تھی۔ عاجز کی مثنوی یوسف زلیخا کی ترتیب وہی ہے جو شیخ احمد گجراتی کی مثنوی کی ہے۔ احمد گجراتی کی مثنوی قطب شاہی عہد کی پہلی مثنوی ہے عاجز کی مثنوی اس سے تقریباً نصف صدی بعد کی ہے اس لئے اس میں زبان اور اسلوب کی صفائی زیادہ ہے۔

عاجز کی دونوں مثنویاں مختصر، رواں اور فارسی اسلوب سے قریب تر ہیں۔ ان دونوں مثنویوں کے کردار عربی ہیں لیکن عاجز نے انہیں ہندوستانی تہذیب اور ماحول میں پیش کیا ہے۔ عاجز اور مقیمی کی مثنوی کے طرز نے بیجاپور کی مثنویوں کو اسلوب کے اعتبار سے قطب شاہی مثنویوں سے قریب کر دیا۔ دراصل یہ تبدیلی غواصی کی مثنوی سیف الملک و بدیع الجمال کے بعد ہی سے بیجاپور میں محسوس ہونے لگی ہے جبکہ غواصی بہ حیثیت سفیر گولکنڈہ سے بیجاپور گیا تھا۔

شاہ امین الدین علی اعلیٰ برہان الدین جانم کے فرزند اور خلیفہ تھے آپ نے سلوک و معرفت کے موضوعات میں نثر اور نظم میں کئی رسائل لکھے۔ حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ سے کئی مثنویاں منسوب ہیں۔ ان میں "رموز السالکین" "نظم وجودیہ" اور "نظم تجربیہ" شامل ہیں میراں ہاشمی بیجاپور کے آخری زمانے کا ایک مشہور شاعر ہے۔ یہ بڑا پرگو شاعر تھا اس کی ایک مثنوی "یوسف زلیخا" مشہور ہے۔ اسی زمانہ کا ایک اور شاعر ایاغی تھا جسنے زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی ہیں اس کی ایک مثنوی "نجات نامہ" ہے۔ سکندر عادل شاہ کے دور انتشار میں جو عادل شاہی عہد کا آخری حکمراں تھا دو اور مشہور شاعروں کے نام آتے ہیں ایک سیوا جس نے فارسی مثنوی روضتہ الشہدا کو اردو میں نظم کیا اور دوسرا امین جس نے "عشق نامہ" میں حضرت سید محمد جونپوری کے حالات لکھے ہیں۔

قطب شاہی عہد حکومت ۹۲۴ھ م ۱۵۱۸ء سے شروع ہوتا ہے قطب شاہی بادشاہوں نے دکنی زبان و ادب کی دل کھول کر خدمت کی۔ گولکنڈہ کے شاعروں

نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے خاص طور پر مثنویوں میں قطب شاہی شاعروں نے بڑے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یہ مثنویاں زیادہ تر مذہبی عشقیہ اور رزمیہ ہی ہیں۔ اس دور کے آغاز میں محمود، ملا خیالی اور فیروز کے نام ملتے ہیں لیکن مثنوی کے میدان میں ان کے کوئی کارنامے دستیاب نہیں ہیں فیروز کا "پرت نامہ" پروفیسر مسعود حسین خاں نے ترتیب دے کر شائع کر دیا ہے پرت نامہ میں فیروز نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی منقبت اور اپنے مرشد شیخ ابراہیم مخدوم کی مدح کی ہے۔ پروفیسر مسعود حسین خاں کی رائے میں پرت نامہ کوئی اہم کارنامہ نہیں ہے۔ قطب شاہی عہد کی سب سے پہلی مثنوی جو اب تک دریافت ہوئی ہے وہ احمد گجراتی کی "یوسف زلیخا" ہے اس مثنوی کو پروفیسر سیدہ جعفر نے مرتب کر کے سنہ ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ شیخ احمد گجراتی کی دوسری مثنوی لیلیٰ مجنوں ہے۔

شیخ احمد گجراتی محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ میں گجرات سے گولکنڈہ آیا تھا اس کا ذکر تفصیل سے بعد میں آئے گا۔ لیلیٰ مجنوں اور یوسف زلیخا کے بعد محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں ہی بادشاہ کے انتقال سے دو سال قبل وجہی نے قطب مشتری لکھی جو اپنے موضوع اور اسلوب کی وجہ سے دکنی کی اہم مثنوی سمجھی جاتی ہے سنہ ۱۶۱۱ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا۔ محمد قطب شاہ نے ہی محمد قلی قطب شاہ کے کلیات مرتب کیا۔ یہ بڑا متقی بادشاہ گزرا ہے ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں محمد قطب شاہ کے فرزند عبداللہ قطب شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ عبداللہ قطب شاہ بڑا علم دوست بادشاہ تھا اور خود بھی شاعر تھا دکنی نثر کا پہلا لازوالی نثری کارنامہ "سب رس" اسی کے عہد میں وجہی نے انجام دیا ایران کے بڑے بڑے علماء عبداللہ قطب شاہ کے دربار سے وابستہ تھے۔ اور دکنی کے نامور شاعر وجہی غواصی ابن نشاطی جنیدی طبعی حضرت شاہ راجو حسینی اسی دور میں فکر سخن اور نظم نگاری میں مصروف تھے۔ غواصی نے اسی عہد میں تین مثنویاں سیف الملوک و بدیع الجمال مینا ستونتی اور طوطی نامہ لکھیں۔ وجہی کی مثنوی قطب مشتری نے گولکنڈہ میں اپنا مقام بنا لیا تھا تو غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال (منظومہ ۱۶۲۵ء) نے شعرائے بیجاپور

سے بھی اپنا لوہا منوالیا۔ یہ مثنوی قصہ الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ غواصی کی دوسری مثنوی مینا ستونتی ہے جو ایک فارسی داستان کا ترجمہ ہے اس مثنوی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے کردار ہندو ہیں لیکن اپنے اندازِ فکر اور طرزِ معاشرت میں مسلمان ہیں اس میں خصوصیت سے عورتوں کی زبان ان کے محاورے اور ان کے مختلف کردار ملتے ہیں۔ غواصی کی تیسری مثنوی طوطی نامہ ضیاء الدین نخشبی کی تصنیف فارسی طوطی نامہ سے ماخوذ ہے یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں ۱۶۳۹ء میں لکھی گئی۔ اس مثنوی کی زبان غواصی کی پچھلی دونوں مثنویوں سے زیادہ منجھی ہوئی ہے۔ اسی زمانے میں ابن نشاطی نے اپنی مثنوی پھول بن منظوم کی جو بساتین الانس سے ماخوذ ہے یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے اسی دور کے ایک اور شاعر احمد جنیدی نے ماہ پیکر (۱۶۵۳ء) کے نام سے ایک مثنوی تصنیف کی یہ بھی ایک عشقیہ داستان ہے جس میں اسلامی ماحول چھایا ہوا ہے۔ غواصی کی مینا ستونتی کو اپنے زمانے میں بڑی شہرت حاصل ہوگئی تھی کئی شاعروں نے اس قصہ کو نظم کیا ہے جہدوی نے "مینا ولورک" کے نام سے ایک مثنوی ۱۶۶۹ء میں قلمبند کی اس مثنوی کی زبان غواصی کی زبان سے زیادہ صاف ستھری ہے

قطب شاہی عہد کا آخری تاجدار ابوالحسن تانا شاہ ۱۶۷۲ء میں تخت نشین ہوا اس دور کی دستیاب مثنویاں عبداللہ قطب شاہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد کی مثنویوں کے مقابل بہت کمزور ہیں۔ اس دور کا اہم شاعر طبعی ہے اس نے مثنوی "بہرام وگل اندام" ۱۶۷۰ء میں رقم کی یہ شاہ بہرام گور کو موضوع سخن بنانے والی تیسری دکنی مثنوی ہے۔ پہلی مثنوی امیر خسرو کی ہشت بہشت کا دکنی ترجمہ ملک خوشنود کی جنت سنگھار اور دوسری امین کی "بہرام وحسن بانو" ہے۔ یہ دونوں مثنویاں عادل شاہی دور کی یادگار ہیں طبعی نے نظامی کی ہفت پیکر کا سہارا لیا ہے۔ "بہرام وگل اندام" اس دور کی بہترین مثنوی کہی جا سکتی ہے جس کی فنی اور ادبی سطح بہت بلند ہے

اس دور کے ایک شاعر محب نے "معجزہ فاطمہ" ایک مثنوی لکھی۔ محب کا ہمعصر ایک عالم شاعر شیخ داؤد فیضی بھی تھا اس نے زیادہ تر مذہبی کتابیں لکھی ہیں اس کی مثنوی ہدایات الہندی ایک مذہبی مثنوی ہے جس میں قرآن

اور حدیث کی روشنی میں تصوف کے مسائل سمجھائے گئے ہیں قطب شاہی عہد کے آخری زمانے میں سیوک نے جنگ نامہ محمد حنیف کے نام سے ایک طویل مثنوی لکھی ۔ اسی کے آس پاس دو اور مذہبی مثنویاں لکھی گئیں ایک قادری کی طویل مثنوی قصص الانبیاء اور اولیا کی قصہ ابو شحمہ ہے . ابوالحسن تانا شاہ کے زمانے میں جو مثنویاں لکھی ہیں ان میں مذہبی مثنویاں زیادہ ہیں آخر میں ایک عشقیہ مثنوی فائز کی رضوان شاہ و روح افزا (۱۶۸۲ء) میں ملتی ہے جس کا قصہ قدیم عشقیہ داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔ یہ قطب شاہی عہد کی آخری مثنوی ہے اور دکنی اردو کو ریختہ سے ملانے والی پہلی مثنوی ہے . اس مثنوی سے قبل تمام مثنویوں کے عنوانات دکنی یا فارسی شعر میں لکھے گئے ہیں۔ لیکن رضوان شاہ اور روح افزا میں فائز نے عنوانات اردو نثر میں دیے ہیں یہ اس کی جدت ہے۔ اس دور میں مذہبی مثنویوں کی کثرت سے اس ذہنیت کا پتہ چلتا ہے کہ دور انتشار میں شاعر عام زندگی سے فرار چاہتا ہے اور اس میں مذہبی رجحانات بڑھ جاتے ہیں۔

دکن میں بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد جو پانچ ریاستیں قائم ہوئیں ان میں عادل شاہی اور قطب شاہی دو دکنی سلطنتوں کو لسانی اور ادبی اعتبار سے زبردست اہمیت حاصل ہے۔ ان حکومتوں کے بادشاہ ذی علم، صاحب ذوق فنون لطیفہ کے شیدائی، علم موسیقی کے ماہر اور علم و فن اور شعر و ادب کے سرپرست تھے۔ کئی شاعر ان کے دربار سے وابستہ تھے۔ بیجاپور اور گولکنڈہ میں ہر صنف سخن میں ان شاعروں نے طبع آزمائی کی۔ بیجاپور میں نسبتاً زیادہ مثنویاں لکھی گئیں۔ مگر بیجاپور کی مثنویوں کو سمت و راہ دکھانے والی مثنویاں گولکنڈہ میں لکھی گئیں۔ مثلاً غواصی کی مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال نے مقیمی کو چندر بدن و مہیار لکھنے پر اکسایا۔ مقیمی اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے ؎

تتبع غواصی کا باندیا ہوں میں ۔۔۔ سخن مختصر لیا کے ساندیا ہوں میں

مقیمی کی اس مثنوی نے بیجاپور کی مثنویوں کے اسلوب و آہنگ کو بہت متاثر کیا یہاں سے فارسی کا اثر بیجاپور کی مثنویوں میں نمایاں نظر آتا ہے اس سے پہلے بیجاپور کا ادب ہندی بلکہ سنسکرت الفاظ اور ہندو ضمنیات سے قریب تھا اس کی ایک وجہ

لیٰ یہ تھی کہ بیجاپور کے شاعر شمالی ہند میں مروج فارسی لسان و ادب اور اس کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہتے تھے ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ تھے جو بہمنی عہد میں شمال سے آئے تھے مگر آفاقی کے بجائے دکنی کہلانا پسند کرتے تھے اس لئے بہمنی دور میں اور عادل شاہی دور میں وقتاً فوقتاً دکنی اردو سرکاری زبان رہی جس پر مقامی اثرات زیادہ رہے۔ دوسری وجہ یہ کہ عادل شاہی سلطنت کے بانی یوسف عادل شاہ نے بیجاپور کے ایک زمیندار مکند رائے کی لڑکی بوبوجی خاتون سے شادی کی تھی۔ اس طرح مشترکہ تہذیب اور زبان کو اس عہد میں اپنے آغاز ہی سے فروغ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے بارے میں تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ فارسی جانتا تھا مگر بولتا نہیں تھا اس کے برخلاف اسے ہندی زبان، ہندو دیومالا اور ہندوستانی موسیقی سے بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ اس نے ہندوستانی اور ایرانی موسیقی کے امتزاج سے کئی راگ راگنیاں ترتیب دیں۔ اسے سرسوتی سے بڑی عقیدت تھی۔ ایک دنیا اسے جگت گرو کہتی تھی۔ اس کے بیشتر گیتوں میں سرسوتی، اندر، شیو، پاربتی، گنیش، رام کشن اور بلکشن کا بار بار ذکر آتا ہے۔ دوسری عظیم دکنی سلطنت گولکنڈہ کے بادشاہ قراقوینلو قبیلہ کے ترکی النسل تھے۔ ان کے دربار میں ایران سے آئے ہوئے مشہور و ممتاز عالم فاضل مثلاً پیشوائے سلطنت میر محمد مومن استرآبادی اور وزیراعظم علامہ ابن خاتون آملی۔ مرزا محمد سعید میر جملہ بھی تھے۔ ملا علی بن طیفور اور حسین آملی حکومت میں اہم عہدوں پر فائز تھے۔ یہاں کی تہذیب پر ایرانی اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں دبستان گولکنڈہ کے ادب اور خاص طور پر مثنویوں میں پیرائے ہی الفاظ کے ساتھ عربی اور فارسی الفاظ کثرت سے ملتے ہیں اسالیب آہنگ اور عروض بھی فارسی ہی ہے جبکہ عادل شاہی دور کے اوائل میں ہندی اسلوب اور عروض کی طرف زیادہ رجحان ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گولکنڈہ کی مثنویاں آج بھی آسانی سے پڑھی جاتی اور سمجھ میں آتی ہیں۔

شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا نظامی گنجوی کی فارسی مثنوی یوسف زلیخا کا ترجمہ ہے۔ دکنی کی اکثر مثنویاں طبعزاد یا تاریخی اور قرآنی قصص [illegible] پر مبنی ہیں

غواصی نے گولکنڈہ اسکول میں سب سے پہلے آزاد ترجموں کو رواج دیا اور فارسی عربی اور ہندی کے ادبی کارناموں سے مواد حاصل کیا۔ غواصی کی مثنوی میناستونتی کا پلاٹ داؤد کی اودھی نظم "چینداین" سے لیا گیا ہے۔ مثنوی "سیف الملوک و بدیع الجمال" تھوڑی سی کمی و بیشی کے ساتھ الف لیلیٰ سے ماخوذ ہے۔ اس کی تیسری مثنوی "طوطی نامہ" نخشبی کے فارسی طوطی نامہ پر مبنی ہے۔ جس کی اصل سنسکرت کی سپتا شتکا ہے۔ عاجز کی لیلیٰ مجنوں کی اصل بھی فارسی مثنوی ہے ملک خوشنود کی جنت سنگار امیر خسرو کی ہشت بہشت کا ترجمہ ہے۔ فارسی کی مشہور مثنویوں کی بنیاد پر ہی امین نے بہرام و حسن بانو اور طبعی نے بہرام و گل اندام لکھی۔ رستمی نے اپنی مثنوی "خاورنامہ" ملکہ خدیجہ سلطان کی فرمائش پر ابن حسام کے خاورنامہ کو سامنے رکھ کر نظم کیا۔ ہندی سے ماخوذ مثنویوں میں نصرتی کی مثنوی "گلشن عشق" کو اہم مقام حاصل ہے۔ دکنی مثنویوں میں رزمیہ اور بزمیہ دونوں مثنویاں شامل ہیں۔ رزمیہ مثنویاں زیادہ تر تاریخی ہیں۔ ان مثنویوں میں تہذیبی عناصر کی بھی عکاسی ملتی ہے مثلاً حسن شوقی کی فتح نامہ نظام شاہ، میزبانی نامہ اور نصرتی کا علی نامہ وغیرہ

عادل شاہی عہد کے ابتدائی دور کی مثنویاں مذہبی زیادہ ہیں۔ اور گولکنڈہ کے آخری بادشاہ ابوالحسن تانا شاہ کے عہد میں مذہبی مثنویاں زیادہ ملتی ہیں۔ دکن میں عشقیہ مثنویوں کی روایت بہت مضبوط ہے یہاں کی شعری فضا پر جذبۂ عشق کی کارفرمائی زیادہ نظر آتی ہے۔

دکنی مثنویوں میں دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی عکاسی کی گئی ہے۔ بیجاپور کی مثنویوں میں خاورنامہ (رستمی) قصص الانبیا (قدرتی) جنت سنگھار (ملک خوشنود) گلشن عشق (نصرتی) علی نامہ (نصرتی) یوسف زلیخا (ہاشمی) اور دلستان گولکنڈہ کی مثنویوں میں وجہی کی قطب مشتری، غواصی کی سیف الملوک و بدیع الجمال ابن نشاطی کی پھولبن، طبعی کی بہرام و گل اندام ایسی مثنویاں ہیں جن میں دکن کی تہذیب اور طرز معاشرت کے ایک ایک پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔

دکنی مثنویوں میں شاہانہ طمطراق کے ساتھ ساتھ عوامی زندگی کے دکھ سکھ

کی بھی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں کے فنون لطیفہ اور یہاں کا ادب اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ دکنی تہذیب ہمیشہ سے قومی یکجہتی اور انسان دوستی کی مظہر رہی ہے دکنی مثنویوں میں قدیم اساطیر اور ہندو دیو مالا کا ایرانی روایات اور اسلامی عناصر کے ساتھ تال میل نظر آتا ہے مثال کے طور پر مینا ستونتی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

دبستان گولکنڈہ کے مقابلہ میں دبستان بیجاپور کی مثنویاں زیادہ طویل ہیں اور یہاں قصوں پر زور دیا گیا ہے۔ گولکنڈہ کی مثنویاں فنی اعتبار سے زیادہ سلجھی ہوئی اور صاف ہیں۔ یہاں جزئیات نگاری کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔

دکن کی مثنویوں میں حقیقت نگاری کا میلان ہے۔ قدرتی مناظر کی عکاسی جذبات نگاری، مشاہدات اور تجربات کے اظہار میں تصنع اور تکلف نہیں جس کی وجہ سے یہ مثنویاں گراں اور بوجھل نہیں معلوم ہوتیں۔ ان میں صفائی سادگی اور دلکشی آگئی ہے زبان اور الفاظ کے انتخاب اور استعمال میں بھی دکنی شعراء آزاد ہیں فارسی عربی الفاظ عام زندگی میں جس طرح بولتے ہیں اسی طرح نظم بھی کرتے ہیں۔ یعنی عربی فارسی الفاظ کے صحیح تلفظ اور املا کی بجائے عام بول چال کا صوتی نظام اور اسی کے مطابق آسان املا دکنی شاعری میں رائج تھا۔ اس میں کچھ شاعرانہ مجبوریوں اور ردیف قافیہ کی پابندیوں کا بھی دخل تھا۔ دکنی مثنویوں میں ہندوستانی عورت کا تصور کھل کر سامنے آتا ہے یہ عورت اردو کی عام مثنویوں کی طرح محض شرم وحیا کا پیکر اور حسن و محبت کی دیوی ہی نہیں بلکہ موقع و محل کی مناسبت سے بڑے بڑے مردانہ کام بھی کر جاتی ہے جیسے گلشن عشق میں رانی، بادشاہ کے غیاب میں حکومت کا سارا کاروبار سنبھالتی ہے۔ ماہ پیکر میں ماہ سیاہ لباس زیب تن کر کے پیکر کو دیکھنے کے لیے تن تنہا مردانہ وار نکل پڑتی ہے۔ مشتری کو مصوری سے دلچسپی ہے اور فنون لطیفہ میں خواتین کی دلچسپی اور مہارت کی کئی اور مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ شاعروں نے دکنی مثنویوں میں اخلاق اور

پند و نصیحت کی بھی گنجائش نکال لی ہے۔ خدا کا خوف، موت کا ڈر اور اس دنیا کے فانی ہونے کا احساس دلاتے ہیں تاکہ انسانیت اور اخلاق کے حدود سے تجاوز نہ ہونے پائے۔ مافوق الفطرت کردار اور محیر العقول حالات بھی پیدا کر لیتے ہیں تاکہ قاری کی حیرت اور دلچسپی برقرار رہے۔ جو ان کے تخیل کی کارفرمائی کا نتیجہ ہے۔

دکنی مثنویوں کے ابواب اور ان کے عنوانات فارسی یا دکنی اشعار میں باندھے گئے ہیں فائز نے غالباً سب سے پہلے "رضوان شاہ اور روح افزا" میں ابواب کی سرخیاں دکنی نثر میں لکھی ہیں۔

دکنی مثنویوں میں واقعات اور روایات کی تکرار ملتی ہے۔ جیسے ایک بادشاہ ہوتا ہے جسے دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ کمی ہے تو اولاد کی۔ نجومیوں رمالوں اور جوتشیوں کی پیشین گوئی کے مطابق اولاد ہوتی ہے اور اس کو بارہ سال یا چودہ سال میں کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یا پھر شہزادہ کسی دوشیزہ کو خواب میں دیکھ کر اپنا فریفتہ ہوتا ہے کہ سدھ بدھ گنوا بیٹھتا ہے۔ دلربا کی تلاش میں نکلتا ہے تو اسے راستے میں دیوپری، طوفان سحر اور جادو کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے کسی بزرگ کی دعا یا دوا کی بدولت مصیبت سے نجات ملتی ہے یا پریوں کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ دکنی مثنویاں عام طور پر طربیہ ہیں۔ دو ایک ایسی ہیں جن کا انجام المیہ ہے جیسے چندر بدن و مہیار۔ سنسنی خیزی اور مافوق الفطرت عوامل قصہ کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں اور ساتھ ساتھ زندگی کی دشواریوں کے تمثیلی اظہار کا کام دیتے ہیں۔

ان مثنویوں کے بیچ بیچ میں دیگر اصناف سخن جیسے غزل قصیدہ، رباعی اور قطعات کا لطف بھی آتا ہے جس کی وجہ سے مثنوی میں یکسانیت کی اکتاہٹ پیدا نہیں ہونے پاتی۔ دکنی زبان کے لسانی مطالعہ کے لئے دکنی مثنویاں بڑی مدد و معاون ہیں۔ ان مثنویوں سے مشترکہ تہذیب کے اثرات، انسان دوستی، اعلیٰ اقدار

عام انسانوں بادشاہوں درویشوں وغیرہ کی وسیع النظری اور زندگی کے دیگر مختلف پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

اس انتخاب میں آٹھ دکنی مثنویوں سے ایسا انتخاب پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے دکنی مثنویوں کی خصوصیات کا صحیح اندازہ ہوسکے اور یہ انتخاب ان مثنویوں کے عمدہ حصوں پر مشتمل ہے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ : دکنی ادب کی پہلی مثنوی ہمیں بہمنی دور میں ملتی ہے۔ یہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے جسے فخر دین نظامی بیدری نے بہمنی خاندان کے نویں بادشاہ سلطان احمد شاہ ولی بہمنی (۱۴۲۲ ۔ ۱۴۳۵ء) کے عہدِ حکومت میں لکھا ہے جس کی طرف مثنوی میں خود شاعر نے اشارہ کیا ہے ے

لقب شاہ علی آلِ بہمن ولی ۔ ولی بھی بہت بدھ تد آ گلی

اس مثنوی کا دنیا بھر میں صرف ایک ہی نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ خاص میں محفوظ تھا ہے اس کو ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کر کے ۱۹۷۳ء میں کراچی سے شائع کیا۔ یہ نسخہ ناقص الاوسط اور ناقص الآخر ہے مثنوی کا نام بھی قلمی نسخہ میں کہیں نہیں ملتا۔ اس مثنوی کے دو اہم کرداروں کے نام پر اسکو کدم راؤ پدم راؤ نام دیا گیا۔ یہی نام نصیر الدین ہاشمی نے بھی اپنی کتاب "دکن میں اردو" میں لکھا ہے۔

مثنوی کے آغاز میں حمد اور نعت کے بعد مدح سلطان علاء الدین بہمنی ہے اس کے بعد مثنوی شروع ہوتی ہے شعراء عموماً وجہ تالیف کتاب کے سلسلہ میں بھی ایک باب قائم کرتے ہیں جس سے مصنف کے حالات اور مثنوی پر روشنی پڑتی ہے اس مثنوی میں چونکہ یہ حصہ نہیں اس لئے مصنف کے حالات اور وجہ تالیف کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔ مثنوی کے مطالعہ سے شاعر کے نام کا پتہ چلتا ہے عام طور پر ہر باب کے آخری شعر میں شاعر نے اپنا نام اور تخلص باندھا ہے مثلاً ے

کہ جیسے فخر دیں گیان ہے دیہہ شد ۔ پدم ہکھ بانچے کلام کوں بدھ

اس مثنوی کے قصہ پر ہندوستانی اساطیر کی گہری چھاپ ہے۔ کدم راؤ بیدر انگر کا ایک راجہ ہے اور پدم راؤ اس کا وزیر ہے۔ کدم راؤ نے ایک دن ایک اہم ذات کی "ناگنی" کو دیکھا جو ایک کم ذات کے "کوڑیال" کے ساتھ ہے تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے کوڑیال کو مار دیا ناگنی کو بھی مارنا چاہتا تھا لیکن وار اوچھا پڑا ناگنی کی دم کٹ گئی اور وہ ایک جھاڑی میں چلی گئی۔ اس واقعہ سے کدم راؤ کا عورت ذات پر سے اعتبار اٹھ گیا وہ سوچنے لگا کہ عورت خواہ کتنی ہی اعلیٰ ذات کی کیوں نہ ہو قابل اعتبار نہیں۔ رانی اور وزیر پدم راؤ نے اسے بہت سمجھایا کہ دنیا میں سبھی یکساں نہیں ہوتے۔ لیکن کدم راؤ کا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا تھا۔ اس نے جوگی بننے کی ٹھان لی تھی۔ لوگوں نے ایک باکمال جوگی اگھورناتھ سے بادشاہ کو ملایا۔ بادشاہ اس سے مل کر اتنا خوش ہوا کہ ایک پل بھی اس کے بغیر رہنا اسے گوارا نہ تھا۔ جوگی نے راجہ کو دھنور بھید اور امر بھید سکھا دیئے جس کی مدد سے بادشاہ اپنا جسم چھوڑ کر دوسرے جسم میں اپنی روح داخل کر سکتا تھا۔ تجربہ کے طور پر جوگی ایک مرے ہوئے طوطے کے جسم میں اپنی روح داخل کر کے طوطا بن گیا اور پھر کچھ دیر بعد اپنے اصلی روپ میں آگیا کدم راؤ نے بھی آزمائش کی خاطر مرتے ہوئے طوطے میں اپنی روح داخل کی اور طوطا بن گیا۔ جوگی اگھورناتھ فوراً اپنا جسم چھوڑ کر کدم راؤ کے جسم میں داخل ہوگیا۔ ایک دن طوطا اڑتے اڑتے اپنے محل میں آیا اور اپنے وفادار وزیر پدم راؤ سے مل کر اپنا حال سنایا۔ پدم راؤ کو جب طوطے کی اصلیت کا پتہ چلا اس نے اگھورناتھ کو سوتے میں ڈس لیا وہ مرگیا۔ کدم راؤ منتر پڑھ کر پھر اپنے اصلی جسم میں آگیا اور مزے سے زندگی گزارنے لگا

دھنور بید اور امر بید دراصل کالا جادو ہے۔ نقل روح کا عمل اس کا ایک حصہ ہے۔ ایسے قصے پرانے زمانے کے مشرقی اور مغربی ادب میں کثرت سے ملتے ہیں۔ ہندو عقیدے کے مطابق کائنات کے تین طبقے (یعنی ترلوک) ہیں۔

سورگ لوک، مرتیولوک اور پاتال۔ گناہگار پاتال میں ڈال دیئے جاتے ہیں اسی ترلوک کا ذکر مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ملتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس مثنوی میں اسلامی روایات کی چھاپ بھی نظر آتی ہے اسلامی اساطیر اور ادبی روایات کے تحت شاعر صبر کو ایوب کے اور سخاوت کو حاتم کے حوالے سے واضح کرتا ہے ایک باب کے عنوان میں "توبۂ نصوح" کا اشارہ ملتا ہے اس مثنوی کی ساری فضا اساطیری ہے لیکن مثنوی کا ڈھانچہ فارسی مثنویوں کا ہے فارسی مثنویوں کی طرح حمد نعت اور نعت کے آخر میں منقبت خلفائے راشدین اور پھر مدح سلطان ہے اس مثنوی کے تمام عنوانات فارسی میں ہیں اور یہ مثنوی بحر متقارب مثمن محذوف (فعولن فعولن فعولن فعل) میں ہے۔

کدم راؤ پدم راؤ کی زبان نہایت قدیم ہے۔ اس میں شمالی ہند کی زبانوں مثلاً پنجابی، راجستھانی، کھڑی، اور برج کے ساتھ علاقائی زبانوں میں سے مرہٹی اور گجراتی کے اثرات صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ اسکی لفظیات پر پراکرت اور سنسکرت عناصر کا غلبہ ہے اسکے باوجود عربی و فارسی الفاظ کی بھی کمی نہیں جیسے نیت، فراش، سقا، فرشتے، جرم، گہر، شرع، دنیا، سلام وغیرہ۔ اسی طرح فارسی تراکیب بھی بآسانی مل جاتی ہیں مثلاً نغز گفتار، کسریٰ وکئے (اولوالامر)، سر کلاہ سرگشتہ راہ رو، نقش بار وغیرہ لیکن مجموعی طور پر دیکھا جائے سنسکرت تت سم اور تدبھو الفاظ کی تعداد زیادہ ہے ان کا استعمال کہیں بڑا ثقیل معلوم ہوتا ہے۔ اور کہیں ہندی الفاظ کے استعمال سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور اسلوب میں سادگی سلاست آجاتی ہے۔ مثلاً

دنیا جھوٹ ہے جیو نا جھوٹ جان	نہ کر جیو گدلا نہ نیر انکھ اس آن
گئی سنھاس ناگن پیران آپ لے	پرانں آپ لے کر گئی پوچ دے
سبھی کھیل اس کے کرن ہار وہ	کرنہار جوگی نہ کرتار وہ

ایک ایسے زمانے میں جبکہ ابھی زبان مائع حالت میں تھی اور بہ حیثیت دکنی اس کی شناخت بھی نہ ہونے پائی تھی، نظامی نے ضرب الامثال محاورہ اور روزمرہ کا بھی خوب استعمال کیا ہے۔

جلتر گھال چھاس کھینچے جو کوئے — نہ سیدھی کڈھیں کو تری پونچ ہوئے
سنیا ہے کہ کرتار جس دیہہ جس — کیتے دوار بنداکیا دے کھول دس
گھر ابھی بہت جھونٹ نہ بوتی جوڑ — جنگل دھرت آکاس تارے نہ توڑ
جہاں سوملیں پُرکھ کل کل نہ ہوئے — تہاں ہوئے کل کل جہاں نار دوئے

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مطالعہ سے اردو اور پنجابی کے قدیم رشتے پر روشنی پڑتی ہے۔ خود نظامی کے نام فخر دین سے پنجابیت ٹپکتی ہے۔ اس مثنوی میں پنجابی لہجے اور الفاظ کا استعمال نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ صرف ایک مصرع ملاحظہ ہو۔

ع۔ سنوئے فخر دین تو بسر آنکھیا

صیغہ مستقبل کی پنجابی علامت "س" بھی استعمال ہوا ہے مثلاً

ع۔ نہ رہسی جو دیسے کچھ نقش نانو۔

ماضی مطلق بنانے کے لیے مصدر کا "نا" گراکر "یا" لگانے کا طریقہ پنجابی میں بھی رائج ہے۔ اور یہ طریقہ لبد کے دکنی ادب پاروں کی طرح قدیم اردو کی اس ابتدائی مثنوی میں بھی ملتا ہے۔

نہ سُنیا الو لگ کر اس ورتمان — سُکھی آپنا جیو تو سب جہان
نہ اس بھاؤ آکھور کیتا بچار — نہ بیرا رکھیا ہتھار اپنا نہ ہتھار

اس مثنوی میں زبان و بیان کے اُدلتے بدلتے کئی روپ ملتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی زبان پختہ نہیں بلکہ خام ہے اور ایسی حالت میں لسانی مطالعہ سے کچھ نتائج تو نکالے جاسکتے ہیں لیکن ان پر قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ پھر بھی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ دکنی زبان ادب اور اسلوب و آہنگ کے مطالعہ میں اولین اہمیت رکھتی ہے

۲۔ یوسف زلیخا

اب تک کی دریافت کے مطابق قطب شاہی دور کی سب سے پہلی مثنوی شیخ احمد گجراتی کی یوسف زلیخا ہے یہ وہی شیخ احمد ہے جس کی ایک اور مثنوی لیلیٰ مجنوں کا تعارف سب سے پہلے حافظ محمود شیرانی نے اورینٹل کالج میگزین لاہور نومبر ۱۹۲۵ میں کروایا ہے۔ اس مثنوی کے انہیں صرف (۹۴) اوراق ملے تھے۔ اس کا مکمل

نسخہ اب تک دستیاب نہ ہو سکا۔ یوسف زلیخا کا بھی ایک ہی نسخہ ہے جسے پروفیسر سیدہ جعفر نے ایک بسیط مقدمے کے ساتھ مرتب کر کے ۱۹۸۳ء میں شائع کر دیا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے شیخ احمد گجراتی کے حالاتِ زندگی پر روشنی پڑتی ہے۔

شیخ احمد نے اپنا نام مثنوی یوسف زلیخا میں کئی جگہ استعمال کیا ہے۔

بندا احمد سو کیا ان کو سرادے — بھو دھاتوں خدا ان کو سرادے
جو ہے احمد کمینہ ایک بندا — سونا ہے پاپ بن اس ہور دھندا
نہ کر اگلی فضولی بس کر احمد — نہیں اس روپ کے سنگار کو حد

ایک جگہ اس نے "شیخ احمد" بھی استعمال کیا ہے۔

جو شیخ احمد شریف اپنی زباں رکھ — سرن آیا سرادن تج نا سک

ابن نشاطی نے پھولبن میں اپنے جن پیشرو اساتذہ سخن کا ذکر کیا ہے اس میں مثنوی یوسف زلیخا کے شاعر کا نام بھی شامل ہے۔

نہیں اس وقت پر وہ شیخ احمد — سخن کا دیکھنے باندھیا سوئیں سد

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے نام کے آگے شیخ بھی استعمال ہوتا تھا۔ نصیر خاں بن شیخ کمال قریشی خاں مصنف مجموعہ حالات شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کے حوالے سے پروفیسر سیدہ جعفر نے پورا نام "شیخ احمد فضل اللہ" بتلایا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

"راقمۃ الحروف کا خیال ہے کہ فضل اللہ احمد گجراتی کا خاندانی اور تاریخی نام ہے جس سے ۹۴۶ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ شاعر کے حالاتِ زندگی کو پیش نظر رکھیں تو یہ سنہ یعنی ۹۴۶ھ درست بھی معلوم ہوتا ہے اور اس حساب سے مثنوی "یوسف زلیخا" کی تصنیف (۹۸۸م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء) کے وقت شاعر کی عمر بیالیس (۴۲) تا سینتالیس (۴۷) سال قرار پاتی ہے۔" (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۱۰)

جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "شیخ احمد گجراتی کا رہنا والا تھا جس کا ذکر اس نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں بھی کیا ہے۔" ؎

احمد دکھن کے خوباں ہوتیاں ہیں پُر ملاحت
توں تو دکھن کو اپنا گجرات کر کے سمجھیا

(تاریخ ادب اردو جلد اول صفحہ ۲۲۱م)

اس مثنوی کے ایک باب " شاہ تعریف بجنت خود کر دند" میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے اسے خاص طور پر " نوازش نامہ نامی" لکھ کر بلوایا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں احمد گجراتیؔ کی شہرت گجرات سے گولکنڈہ تک پہنچ چکی تھی

کہ اس کا چاؤ شہ خاطر کوں لیایا نوازش نامہ نامی بھیجایا

اس نوازش نامے میں " فتح دولت" " عزو حرمت" " امان ہور امن" " کرم" اور " عنایت" کے مضامین رقم تھے " سودہ نامے کوں سوا پنے چڑاکر" شاعر" شاہ کی خدمت کو دھایا" ۔ اسی باب میں شاعر نے گجرات میں اپنی فارغ البالی کا ذکر کیا ہے اور اپنے علم و فضل اور کمال فن کا بھی تذکرہ کیا ہے ۔ احمد گجراتی کو اہل علم کی صحبت حاصل تھی شاعری سے قدرتی لگاؤ تھا صرف و نحو معنی و بینطق علم کلام الہیات وحکمت اصول فقہ عروض و قافیہ نجوم و طب سے اچھی واقفیت تھی ۔ تلنگی اور سنسکرت کے علاوہ فارسی اور عربی میں کمال حاصل تھا۔ وہ شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی کا مرید تھا شیخ احمد نے دو مثنویوں کے علاوہ عید نامے، قصیدے، غزلیں اور رباعیاں بھی لکھی ہیں شیخ احمد کی تاریخ وفات کا پتہ نہیں چل سکا مگر ابراہیم زبیری مصنف روضۃ الاولیائے بیجاپور لکھتے ہیں کہ شیخ احمد گجراتیؔ کا مزار بیجاپور میں ہے۔

پروفیسر سیدہ جعفر کی تحقیق کے مطابق مثنوی یوسف زلیخا کا سنہ تصنیف ۹۸۸ھ م ۱۵۸۰ء اور ۹۹۳ھ م ۱۵۸۵ء کے درمیان ہے (مقدمہ یوسف زلیخا صفحہ ۶۱)
اس مثنوی میں تین ہزار سات سو نو (۳۷۰۹) اشعار موجود ہیں ۔
مثنوی سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد گجراتیؔ ایک پُرگو اور قادر الکلام شاعر تھا وہ لکھتا ہے

جتنے اصناد ہوں گے شعر کیرے کٹھن مشکل نہیں نزدیک میرے
خیال و خاص طرزاں خاص لیاؤں غرائب ہور بدائع لیا دیکھاؤں
بچن موتی بڑے ہور ڈھال ڈھالوں جو اس میں دو جگت سمار دکھاؤں
اگر تمثیل کے عالم میں آؤں بتا اس عالم نوا عالم دیکھاؤں

شاعر نے اس مثنوی میں جزئیات نگاری پر بہت توجہ صرف کی ہے جس سے اس کے وسیع معلومات کا ور مشاہدات کا اندازہ ہوتا ہے اس کے بہترین نمونے زلیخا کی خانقاہ، عزیز مصر کے محل اور خانہ باغ کی تعمیر اور تزئین کے وقت نظر آتے ہیں۔ سراپا نگاری میں شاعر نے اپنا کمال دکھایا ہے محمد قلی قطب شاہ کا سراپا بے مثال ہے "زلیخا کے سروپ اپروپ انگ سنگار" کی جیتی جاگتی تصویر پیش کی ہے چند شعر ملاحظہ ہوں

بسیا لے تاگ سر کے بال کالے — گھنگر والے کنڈل آسان کھالے
پشانی چاند آدھا لوزادک ہوئے — جو دیسیں اس تلیں چندر نوے دوئے
آدھر دو لال جوں مرجان جوتی — دیسیں بتیس ۳۲ آنیکے ڈھال موتی
نیکے دو گال روشن آرسیاں دوئے — جو ان کی چھاؤں پر چندر سورج ہوئے

احمد گجراتی نے قدرتی مناظر کی عکاسی سے زبان پر اپنی قدرت گہرے مشاہدے اور باریک بینی کا ثبوت دیا۔ محل اور باغات کی تعمیر، زلیخا اور یوسف کی سراپا نگاری اور مناظر قدرت کی عکاسی میں شاعر نے نادر تشبیہات و استعارات سے مدد لی ہے۔

دیسیں وہ جھاڑ مل کر ڈال میں ڈال — رہیں زنار جوں مل باہنہ گل گھال
جو پھولے پھول سو رنگ روپ سنگات — کرے نرگس نظر بازی کا الزسات
قد اس کا عشق کے مندر میں تھانب — پڑے نتے کوں آچاکر رکھے تھانب

احمد گجراتی نے غم، خوشی، مایوسی، غصہ حسد، ہجر، دیاس وحسرت کے جذبات کی بہترین تصویریں کھینچی ہیں زلیخا کا پیرہ آگ میں جلنا اور حسرت سے ہاتھ ملنا قابل توجہ ہے

دیکھی پھر پھر جو اس کے پیرہن لے — کہ تھا وہ جیو پیارا آپ تن لے
نہ سر کنگھی کری نا مانگ کا ڈی — نہ کہ چونڈا کسی سو رنگ ناری
رہے وہ بال بکھرے سو پریشاں — کہ راہے آپ بہو تیک ہو پریشاں
انجھو جس نین کی کالک لجادیں — سو کیوں وہ نین سُرمے سوں سُہادیں

سیدہ جعفر کے بقول احمد گجراتی نے اس مثنوی میں اپنے عہد کی تہذیبی ثقافتی معاشرتی

مظاہر کو محفوظ کر دیا ہے۔ زیورات، لباس، کپڑوں کے مختلف نام سنگار اور سامان آرائش نوکر چاکر اور خدمت گاروں کے ناموں کی ایک طویل فہرست پروفیسر سیدہ جعفر نے مقدمہ کے صفحہ (۷۷) پر دی ہے۔ پارچوں میں نین سکھ، ٹکٹ دیبا، تافتہ، ریشم اطلس تر رینہ حریر زربفت اور مخمل، عطریات اور خوشبویات میں کدم اگر کستوری، مشک، چندن کافور برملی اور لوبان سنگار میں مہندی، سرمہ کاجل، غازہ، کنگھی اور شنگرف (سیندور) زیورات میں گوشوارے، سربند، تاج کمربند، کنگن، ملکتا، نورتن آرسی پہنچی بچھوے، لرزک، طرہ، انگوٹھیاں ۔ اور خدمت گذاروں کے ناموں میں تسبیح خوان، حاجب، بھالدار، ساقی، سیوک، داسی، غلام دائی باورچی، شحنہ اور کتوال۔ ان تمام تہذیبی مظاہر کو اس نے مثنوی میں بڑی سادگی سے نظم کر دیا ہے جس سے عہد محمد قلی قطب شاہ کے معیار معاشرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ شاعر نے مقامی عناصر کو بھی یوسف زلیخا میں استعمال کر کے عرب کی اس داستان کو مقامی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ ان میں پھل پھول چرند پرند اور درختوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

تقریباً تمام دکنی مثنویوں میں مذہبی رواداری اور یگانگت کے گہرے نقوش ملتے ہیں۔ عزیز مصر اور زلیخا کے جلوے کی رسم دکنی رسومات کی یاد دلاتی ہے۔

یوسف زلیخا میں شاعر نے دعوی کیا ہے کہ

تو اس بولاں کی ڈونگائی کی نسبت ۔۔۔ درے وہ تار سکلا گنجھٹا لاگت

مثنوی میں حکیمانہ اخلاقی اور بصیرت افروز نکات بھی بڑی خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ ضرب الامثال اور کہاوتوں کا استعمال زیادہ کیا گیا ہے

حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے ۔۔۔ ولے سبوٹ کھٹے پن کی او پھل کھائے

ترت کام آپنا کر لیونا خوب ۔۔۔ ترت کا تنا بھرسٹ ذیونا خوب

صبا کا کام بہتر سارتا آج ۔۔۔ نہ رکھنا آج کر ناسو صبا آج

جہاں پاپی جو بیٹھے مل دو چار ۔۔۔ اُدک ہوئے سہس گن پاپ نس بھار

کہ خدمت تھے بندے آزاد ہوتے ۔۔۔ عنایت تھے شہاں کے شاد ہوتے

مثنوی یوسف زلیخا لکھتے وقت شاعر کے سامنے فارسی یوسف زلیخا کے کئی نسخے تھے مگر شاعر خسرو یا نظامی کی کسی تصنیف کی تلاش میں تھا۔ ایک دوست نے اس کی یہ مشکل جامی کی یوسف زلیخا فراہم کر کے آسان کر دی۔ جامی نے یہ مثنوی نظامی گنجوی کی مثنوی "خسرو شیریں" کے جواب میں لکھی تھی۔ احمد گجراتی نے جامی کی مثنوی سے استفادہ کیا ہے۔ اس تعلق سے وہ کہتا ہے۔

نا تابع ہوں جو جامی کا کدھیں ہیں — روایت بن کہیں تابع کہیں شئیں
جسے کچھ اس کا شعر ہوے سو لیا لیا — زیادت شاعری کی فن دکھاؤں
معانی ہور عبارت کی تو فنن — ادک لیاؤں جسے کچھ لیا اچھے ان

چنانچہ مثنوی میں احمد گجراتی نے شعری محاسن کا برجستہ استعمال کیا ہے صنعت تضاد سے اس نے کثرت سے استفادہ کیا ہے۔

نہ جاگا اس نے اس بن کوئی جاگا — نہیں اس بات لس دن کوئی جاگا
مراتب عاشقی سب بوجھتی سو — کدھیں عاشق کدھیں معشوق تھی سو
کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے — جگت میں دھن بھگت لیں کوئی نہ لوٹے

احمد گجراتی نے تکرار لفظی سے بھی کام لے کر مثنوی کا لطف دوبالا کر دیا ہے

کہن لاگیا لگے پھار آج یہ ڈول — نہ ہوئے اس ڈول کوں پانی تھے یہ تول
خوشی تھے پھگ پھلیا جوں پھول کھلیا — کہ اس جنگل میں کھلیا پھول سیلیا

احمد گجراتی اس مثنوی کے اسلوب کے بارے میں لکھتا ہے کہ

سو کیتا ابتدا ہندوی زباں سوں — بہو چھند بند اُپم ہور چھنداں سوں
عرب الفاظ اس تھے میں کم لیاؤں — نہ عربی فارسی بہو تیک سیلاؤں

مثنوی کا اسلوب ہندی سنسکرت اور مقامی زبانوں کے الفاظ سے بنا ہے کم ہی الفاظ عربی اور فارسی کے استعمال کئے ہیں یہ بھی وہ الفاظ ہیں جو عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے ہیں اور انہیں اسی طرح لکھا ہے جیسے کہ وہ بولے جاتے ہیں یہ بھی دکنی زبان کی ایک خصوصیت ہے عربی و فارسی الفاظ کو سنسکرت اور ہندی الفاظ کے ساتھ بول چال رسم الخط میں اس طرح گھلا ملا دیا ہے کہ ان کی طرف آسانی سے نظر نہیں جاتی جیسے

وہی اسحاق ابراہیم نندن — جو مرسل تھے خدا تھے خلق کوں دن
گنت تھے نیک چھلیاں باہر اس کوں — پتا یوسف یکا دسیا پتر اس کوں
تیرے کارن بہ رسم خواستگاری — سو بھیجے ہیں پرت سوں رائے بھاری

قصہ یوسف زلیخا ہر زمانے اور ہر زبان میں مقبول رہا ہے۔ کئی زبانوں میں اسکا ترجمہ ہوچکا ہے فارسی میں جامی، خسرو، نظامی، فردوسی جیسے مشہور شاعروں نے اسے نظم کیا ہے دکنی میں بھی کئی شاعروں نے اس قصہ کو مثنوی کا روپ دیا ہے مگر احمد گجراتی وہ شاعر ہے جسنے دکنی میں پہلی بار اس قصہ کو نظم کیا ہے۔ یہ دکنی کی پہلی مکمل عشقیہ مثنوی ہے جسے احمد گجراتی نے تمام شاعرانہ محاسن سے سجایا ہے۔

قطب مشتری : وجہی محمد قلی قطب شاہ کے عہد کا ایک بلند پایہ شاعر اور مایہ ناز نثر نگار تھا۔ اس کا خاندان ایران سے آکر یہاں بس گیا تھا۔ اپنے فارسی دیوان میں اس نے ایک جگہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کہتا ہے ع

طبع پاک من از خراسان است

وجہی کی تاریخ پیدائش کا ابھی تک صحیح علم نہ ہوسکا۔ وجہی کی پہلی تصنیف قطب مشتری ہے جو ۱۰۱۸ھ میں لکھی گئی۔ قطب مشتری کی فنی خوبیوں کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا شاعر کوئی جہاں دیدہ اور تجربہ کار شاعر تھا۔ اگر اس وقت وجہی کی عمر ۴۰ اور ۴۵ سال کے لگ بھگ فرض کر لی جائے تو ۹۷۰ھ اور ۹۷۴ھ (م ۱۵۶۲ء ۱۵۶۷ء) کے درمیانی زمانہ میں وجہی کی پیدائش قرار دی جاسکتی ہے یہ ابراہیم قطب شاہ ۹۵۷ھ - ۹۸۸ھ (م ۱۵۵۰ء - ۱۵۸۰ء) کا عہد حکومت تھا۔

بقول وجہی اس کے اجداد خراسان سے آئے تھے۔ لیکن قطب مشتری میں دکن سے جس محبت کا اس نے اظہار کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ وہ دکن ہی میں پیدا ہوا ہوگا۔ تب ہی تو وہ دکن سے وطن کی طرح محبت کرتا ہے ؎

دکن ملک کوں دھن عجب تاج ہے — کہ سب ملک سر ہور دکن تاج ہے
دکن سا نہیں ٹھار سنسار میں — پنچ فاضلاں کا ہے اس ٹھار میں

دکن ہے نگینہ انگوٹھی ہے جگ   انگوٹھی کوں حرمت نگینہ سوں لگ
دکن ملک بھو تچ خاصا اہے   تلنگانہ اس کا خلاصہ اہے

وجہی کا نام اسد اللہ تھا ایک فارسی شعر میں اس نے اپنا نام اور تخلص اس طرح لکھا ہے۔

اسم اسداللہ، وجہی است تخلص ۔ آرائش دکانچہ بازار کارم است

اس نے اپنے تخلص کو کئی طرح لکھا ہے جیسے وجہی، وجیہی، وجہ، وجیہہ اور وجہا اسے عربی اور فارسی زبان اور کئی علوم پر دسترس حاصل تھی۔ ساتھ ہی اسے مقامی زبانوں مرہٹی تلنگی اور کنڑی میں بھی دسترس حاصل تھی۔ اس کے علم وفضل اور کمال سخن سے متاثر ہوکر محمد قلی قطب شاہ نے اسے ملک الشعراء بنایا تھا۔ وہ صرف شاعر ہی نہیں تھا بلکہ فن شعر سے بھی اچھی واقفیت رکھتا تھا۔ قطب مشتری کے آغاز میں اپنے معاصر شعراء کے مقابل اپنی بڑائی جتلائی ہے۔

جتے شاعراں شاعر ہو آئیگے   سو منج تے طرز شعر کا پائیں گے
یو سب کہتے یو سب شعر شیش   کر بولاں کدھر ہور سخن تھیں

وجہی کو اپنی بڑائی کا بڑا احساس تھا۔ اپنے ہمعصروں میں سے کسی کو وہ اپنے برابر نہیں سمجھتا تھا۔ غواصی پر اس طرح چوٹ کرتا ہے۔

اگر غوطے لک برس غواص کھائے   تو یک گوہر اس دھات امولک نہ پائے
غواصاں کتے غوطے کھا کھائے کر   موئے ہیں اس سمد میں آئے کر

محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں وجہی قطب شاہی دربار کا ملک الشعراء تھا ۱۶۱۲ء میں محمد قلی قطب شاہ کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد محمد قطب شاہ تخت نشین ہوا تو وجہی کی شہرت کا چراغ گل ہوگیا اور وہ گوشۂ گمنامی میں چلا گیا۔ غواصی کو اس دور میں عروج حاصل ہوا اور وہ ملک الشعراء بنا دیا گیا تھا۔

۱۶۲۵ء میں جب عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہوا تو پھر وجہی کے دن پھرے اور وہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا وجہی نے طویل عمر پائی اس کی تاریخ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔ عبدالجبار ملکاپوری لکھتے ہیں کہ وہ درگاہ برہنہ شاہ صاحب حیدرآباد میں دفن ہے۔

قطب مشتری وجہی نے محمد قلی قطب شاہ کی فرمائش پر صرف بارہ ۱۲ دن میں لکھی تھی۔ وہ لکھتا ہے ؎

تمام اس کیا دس بار ا ہنے سنہ یک ہزار ہور اٹھارا ہنے

یہ وجہی کی طبعزاد مثنوی ہے۔ اس کے آغاز میں حمد، مناجات، نعت، ذکر معراج اور منقبت ہے۔ "در شرح شعر گوید" کے عنوان سے ایک باب ہے جس میں فن شعر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد تعریف شعر خود گوید، اور پھر مدح محمد قلی قطب شاہ ہے۔ پھر مثنوی شروع ہوتی ہے۔ قطب مشتری کا قصہ قدیم قصوں سے ملتا جلتا ہے۔ ڈاکٹر زور کا خیال ہے کہ مثنوی قطب مشتری کا قصہ بھاگ متی اور محمد قلی قطب شاہ کے عشق کی داستان ہے لیکن مولوی عبد الحق اور ہارون خاں شیروانی اس خیال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بھاگ متی کا قصہ ایک خیالی داستان ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے بھی اپنے ایک مضمون " بھاگ متی اور اس کا لو در روایت مقبرہ " مطبوعہ 'آج کل' جولائی ۶۸۲ میں مستند حوالوں کی روشنی میں بھاگ متی کے وجود کو خیالی کردار قرار دیا ہے۔ اس کے چھ سال بعد کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مقدمہ میں بھی انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مثنوی محمد قلی کی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اور وجہی نے قطب مشتری میں ایک خالص تخیلی اور رومانی قصہ پیش کیا ہے جس کا محمد قلی کی حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں (صفحہ ۸۲)

مثنوی قطب مشتری کا قصہ ایک ضمنی قصہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اصل قصہ محمد قلی اور اور مشتری کے عشق کی داستان ہے ضمنی قصہ میں مشتری کی بہن زہرہ اور مریخ خاں کی داستان عشق ہے۔ مریخ خاں کو مصیبتوں سے نجات دلاکر محمد قلی اسے زہرہ سے ملا دیتا ہے۔ زہرہ کا قصہ دیر سے شروع ہوتا ہے اور اصل قصے کا ایک لازمی جزو ہو جاتا ہے اگر یہ قصہ شامل نہ کیا جاتا تو محمد قلی کے کردار کے بہت سے پہلو سامنے نہیں آنے پاتے۔ مثنوی کے تمام کرداروں کے نام ستاروں کے نام پر ہیں جیسے قطب، مشتری، عطارد، زہرہ، مہتاب اور مریخ۔

مرکزی کردار قطب (محمد قلی قطب شاہ) کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے کردار اس کے اطراف گھوم رہے ہیں وجہی نے قطب کے کردار پر سب سے زیادہ توجہ صرف کی ہے۔ ملا وجہی نے قطب کی پیدائش سے لے کر اس کی شادی تک کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ عام

داستانوں کی طرح قطب بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اس کی پرورش اور تعلیم وتربیت پر خاص توجہ کی جاتی ہے علوم وفنون کے علاوہ فن سپہ گری خوش نویسی میں کمال حاصل کرتا ہے۔ ایک رات خواب میں مشتری کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو جاتا اور اس کی تلاش میں نکلتا ہے راہ میں خطرناک اژدھے، خوفناک طوفان طلسمی جنگل کے بھوتوں سے لڑ کر اپنی منزل مقصود پر پہنچتا ہے۔ عام طور پر داستانوں اور مثنویوں میں شہزادوں کا کردار غیر فعال اور مجہول ہوتا ہے لیکن قطب کے کردار کو وجہی نے غیر معمولی طور پر فعال پیش کیا ہے وہ سحرالبیان کے بے نظیر کی طرح اپنے آپ کو حالات کے حوالے نہیں کر دیتا بلکہ اپنے لئے آپ راہیں بناتا جاتا ہے۔

مشتری اس مثنوی کی ہیروئن ہے جو بنگالہ کی شہزادی ہے وہ بڑی حسین وجمیل دوشیزہ ہے اسے شعر شاعری، مصوری کا شوق ہے وہ عطارد کی مصوری اور نقاشی کو بہت پسند کرتی ہے اور محمد قلی کی تصویر پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ وجہی نے مشتری کو ایک ہنرپسند اور نیک سیرت عورت کے روپ میں پیش کیا ہے۔

آنچل اس مصلے ہے جبریل کا ۔ سہہ تل سو سجہ سرافیل کا

مشتری میں قربانی خلوص وایثار کی نسوانی خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں وہ شریف اور نیک نفس ہے اور اتنی ادب شناس کہ ایک ہندوستانی عورت کی طرح اپنے ساس سسر کے پاؤں چھوتی ہے۔ مشتری تقریباً نصف مثنوی کے بعد سامنے آتی ہے لیکن اپنے دلکش کردار کی وجہ سے قاری کو بہت متاثر کرتی ہے۔

عطارد قطب مشتری کا سب سے زیادہ پُر اثر کردار ہے وہ جہاں گرد ہے علمی ادبی ذوق کا مالک ہے اس کی فہم وفراست مسلمہ ہے اس کا حافظہ غضب کا ہے وہ دنیا کی دوشیزاؤں کی تصویریں بھی اپنے پاس رکھتا ہے شہزادہ قطب کے ساتھ سفر پر جانے سے پہلے اسے سفر کی نزاکتوں اور مشقتوں کو سمجھاتا ہے جب شہزادہ نہیں مانتا تو اسے سوداگر کے بھیس میں سفر پر چلنے کے لئے راضی کر لیتا ہے یہاں وہ اپنے تجربات کا اظہار کرتا ہے اور اپنے تجربات کی روشنی میں قطب کو عشق ومحبت کی نزاکتوں اور نشیب وفراز سے آگاہ کرتا ہے بڑوں کی عظمت اور فضیلت بیان کرتا ہے عطارد حالات کی نزاکت کو

خوب سمجھتا ہے شہزادہ کو کار آمد صحیح مشورے بھی دیتا ہے اسکی خوش بیانی اور فکر انگیزی سے قطب مشتری کی فضا دوسری مثنویوں سے مختلف ہو جاتی ہے وہ شہزادہ کی مہم میں سپہ سالار کا کام کرتا ہے ہمیشہ شہزادے کی نازک مزاجی اس کے وقار اور مقاصد کو پیش نظر رکھتا ہے عطارد شہزادے کا ایک اچھا رفیق اور اتالیق ثابت ہوتا ہے۔ عطارد کا کردار اسکی سوجھ بوجھ تیزی اور موقع شناسی تمام مثنوی پر چھائی ہوئی نظر آتی ہے

ملا وجہی نے قطب مشتری میں ہر ممکن جذبۂ انسانی کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے عشق میں گرفتار بے حالی شہزادہ کی موثر عکاسی کی ہے اسی طرح عطارد جب شہزادے کو مشتری کی تصویر دکھاتا ہے تو وہ بے اختیار ہو کر اس تصویر کو چومنے لگتا ہے اور کہتا ہے

میرے خواب میں آئی سو یو چ ہے   مجے یوں ملید ائی سو یو چ ہے
اسی نار کوں دیکھ میں شید ہتیا   اسی نار کے عشق میں یو گھٹیا

بنگالہ کی مہم پر جانے کیلئے شہزادے کے اٹل ارادے پر عطارد روکتا ہے شہزادہ اس نصیحت پر جھنجھلا جاتا ہے شدت جذبات سے عطارد کو ڈانٹتا ہے عطارد کے ساتھ ساتھ بڈھوں کو بھی آڑے ہاتھوں لیتا ہے کہتا ہے

تو سست ہور باتاں بی تیریاں ہے سست   درست نیں تو کہتا ہے سو نا درست
نیت میں کیا ہوں ادھر جانے کا   نہیں حاجت اب تیرے سکلانے کا
بڈھیاں کوں نہ کچ عقل نا فام ہے   بڈھیاں کا جھنڈے تانو بدنام ہے

مشتری کی تلاش میں نکلنے سے پہلے شہزادہ قطب ماں باپ کی دعائیں لینے جاتا ہے اس وقت ابراہیم قلی قطب شاہ بیٹے کی جدائی کے تصور سے پریشان ہے پھر بھی پند و نصیحت کرتا اور سمجھاتا ہے۔ جذبات کے اس نازک مرحلہ کو شاعر نے بڑی خوبی سے اپنی گرفت میں لیا ہے

توں سور ہے تج کو دور آسمان تے   توں ہیرا ہے نا بچھڑ کھان تے
توں شاہی کیرے بزم کا شمع ہے   توں جم جیو تج تھے میرا جمع ہے

اس مثنوی میں جذبات نگاری کے مواقع زیادہ تر حسن و عشق کے درمیان پیش کئے گئے ہیں مشتری شہزادے کی تصویر دیکھ حیران ہو جاتی ہے اس کی حیرانی دیکھ کر مہر دان اسے سمجھاتی ہے کہ "عشق بازی دھن کچھ سہنا کام نیں" لیکن مشتری کو مہر دانی کی

پر نصیحت کڑوی لگتی ہے۔ شاعر شہزادے کی جدائی میں مشتری کی بے تابی اور اضطراب کا خود اس کی زبانی اظہار کرتا ہے۔

رتن تھے سو تن پر انگارے ہوئے — کہ سکھ چاند انجھو سو تارے ہوئے
ہر یک رول میرے تن پہ جیوں تال لگا ہے — ستا تھا اول سو اُتال آگ ہے

وجہی نے جس قدر چابک دستی سے عشق و محبت کے جذبات کی ترجمانی کی ہے اسی مہارت سے نفرت، خوف اور غم و الم کی بھی عکاسی کی ہے۔ بنگال کی مہم میں شہزادے کو ایک اژدھے سے سابقہ پڑتا ہے۔ سارے ساتھی اسے دیکھ کر ڈر جاتے ہیں ایک بار شہزادے کو دیو سے لڑنا پڑتا ہے دیو کے غیض و غضب اور شہزادے کی بے خوفی کی واضح تصویر کھینچی ہے۔

جدائی کی تصویر کشی کے ساتھ ساتھ وجہی نے دو بچھڑے دلوں کی ملاقاتوں کے منظر میں بھی جذبات کا رنگ خوب بھرا ہے مشتری سے محمد قلی کی ملاقات، ماں باپ کا اپنے بیٹے سے دوبارہ ملنا اور ایسے وقت جذبات کا جو سمندر دلوں میں اٹھتا ہے اور جو اضطراری کیفیتیں سرزد ہوتی ہیں انہیں خوبی سے قلمبند کیا ہے۔

وجہی کی جذبات نگاری اعلیٰ درجہ کی ہے اسے انسانی نفسیات کا گہرا علم ہے اسکو زبان و بیان پر اتنا قابو ہے کہ وہ ہر کیفیت کو صفحہ قرطاس پر لفظوں میں پیش کر سکتا ہے۔

مثنوی میں منظر نگاری کی بڑی اہمیت ہے۔ وجہی کے مناظر طویل ہیں لیکن پر اثر ہیں پہلا منظر جو ہمیں ملتا ہے وہ شہزادے کا اپنے دوستوں کے ساتھ محفل طرب سجاتا ہے جس میں مطربوں اور ندیموں کی بدمستی اور بے خبری کی عکاسی کی گئی ہے۔

بسر گئے ندیماں طرز بات کا — گنوائے خبر مطرباں ذات کا
جو عاقل اتھے وہ سو سب ہیچ ہوئے — دو پیالے چڑا کو پچ کا کچ ہوئے
لگے مست ہوٹتے مستی سنگات — یکس کے سو پاؤں اُپر ایک بات
سولیوں پچ و دیاراں ہوئے بے خبر — کہ پانی پیتے تھے شراب ہے کر
یکسوں بلا ایک اٹرنالوں سوں — گلے لگے تھے مست ہو چھاؤں سوں

اس منظر کو پندرہ سولہ شعروں میں وجہی نے بڑی خوبی سے پیش کیا ہے اسکے بعد شہزادے

کے خواب کا متقاضی ہے اس میں تصنع ہے شائد اسی لئے کہ وہ خواب ہے۔ سپنے کی شہزادی کے فراق میں محمد قلی کے "اُسا ساں بھرنے" کا منظر بھی حقیقت سے قریب ہے اس منظر میں جذبات کی عکاسی ہے شاعر نے مناظر قدرت کے بھی مرقعے کھینچے ہیں کہیں صحرا کہیں سمندر کہیں اژدھا قطعہ گلستان کی تصویر کشی میں اس نے مقامی پھل پھول چرند اور پرند کے بیان سے حقیقت کا رنگ بھر دیا ہے۔ اس تصویر کے کچھ خطوط پیش ہیں۔

سو قطعہ گلستان کا وو نہ تھا	چمن بہشت کا بھیں پر اتریا اتھا
کہ پاتاں کے پردیاں کوں سب پھاڑ کر	پھلاں جھانکتے تھے سراں تاڑ کر
سو فارس ہنکی طوطی کیک ہنس	پکڑ لیپٹ لڑنے لگے ہنس ہنس
بھنور جھونڈ ہور بن میں گھمتے اتھے	سو پھولاں کرے سو کھہ جیتے اتھے

مثنویوں میں سراپا نگاری کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ وجہی نے قطب مشتری میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے پیش کئے ہیں خاص طور پر مشتری کی جب قطب سے ملاقات ہوتی ہے تو اسکے حسن اور سج دھج کی تعریف میں کمال کر دکھایا ہے یہ حصہ بہت طویل ہے۔ صرف چند شعر نمونتاً پیش ہیں۔

قطب شہ سو دھن یوں وو زیبا اچھے	کہ یوسف سوں مل جیوں زلیخا اچھے
دسیں یوں ادھر ریچ دُسن جھمکنے	کہ گوہر ہے مُنتے کے حقے سمنے
دسیں مانگ موتیاں کی بیچ سیر میں	کہ دستے ہیں تارے مگر تیر میں
دھڑی سوں دسیں یوں دُسن بات میں	کہ بجلیاں پڑیں جا کے ظلمات میں

خود کلامی کردار کو سمجھنے اور جذبات کو پیش کرنے میں جہاں مددگار ثابت ہوتی ہے وہیں قصہ میں بھی جان ڈال دیتی ہے وجہی نے قطب مشتری میں قطب کی خود کلامی پیش کر کے قطب کی دور اندیشی اور زمانے کی دورنگی پر روشنی ڈالی ہے وہ اپنے آپ سے کہتا ہے

کہ دھرتا ہوں دل میں جلکچ بات میں	کروں جا کے وو بات کس سات میں
نکوئی یار دلسوز محرم ہے منج	نکوئی ہم نفس ہور ہمدم ہے منج
اپس سوں اپچ آج محرم ہوں میں	اپس سوں اپچ آج ہمدم ہوں میں
جتے اس زمانے منے یار ہیں	دغا باز عیاں جیشن ہار ہیں

اُننکوں پتیا بات بولیا نہ جائے — انو کے کنے دل کوں کھولیا نہ جائے
پتیا تا انو کوں کہو کیوں مگر — کہ دل میں بڑے خوب ہیں ہوں اُپر
لو پاری میں کس دھات کا تھر اچھے — جو ہو میں شکر دل منے زہر اچھے

وجہی کی سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی کو ظاہری اور باطنی علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا اس نے زمانے کے نشیب و فراز دیکھے تھے. قطب مشتری میں جگہ جگہ حکمت کے مضامین قلمبند کئے ہیں مثلاً لوڑھوں کی سوچ اور فکر عشق کے بھید بھاؤ جوانی کی دیوانگی، علم و ہنر کی قدر و منزلت، جھوٹ کی پستی اور کم ذات کی بے وفائی اور خدا پر بھروسہ کرنے کے بارے میں پند و نصیحت کی ہے

عشق کیا ہے کرکے پچھانی ہے توں — گرڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
جوانی دیوانی اخل و ند نہیں — جوانی ہوبے بند اسے پند نہیں
کچے باج رنگ خوب پاتاں میں نہیں — بڈھیاں میں کچھ ہے سو خاماں میں نئیں
ہنر ہور بجت جب ملے ایک ٹھار — تو دولت غلام ہور خدا ہوے یار
بلند مرتبہ جھوٹ تے ہوتے پست — دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست

وجہی نے دکنی تہذیب اور مقامی عناصر کی خوب عکاسی کی ہے۔ چرندوں اور پرندوں پھل پھول کے بیشمار نام گنوائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔
گدڑ، بیل، کتا، سگ گھوڑے، ترنگ شبرنگ، کاگ، ناگ شیر شرزا، سرخکال بھونر مرغ سیمرغ. طاوس مور، باز، بحری کلنگ طوطی کبک جونڑیاں بنفشہ گلاب، مشک انار، انجیر سیب

صفت میزبانی اور بخشش کردن ابراہیم قطب شاہ کے علاوہ، دیگر ابواب میں دکنی تہذیب اور شائستگی کے کثیر نمونے ملتے ہیں

حسن و جمال کی رنگینیاں، تزئین و آرائش محفل عمارتوں کی نقاشی، کھانوں کی قسمیں لباس اور زیور جانوروں اور پرندوں کے نام موسموں کی منظر نگاری، شاہی آداب اور عوامی تہذیب میں روزمرہ کی جھلکیاں ملازموں کی زبان رسم و رواج، ادب قاعدے جیسے مان پان، بڑوں کے پاؤں چھونا، سلام کے طور طریق، جنسی آزادی، فنون لطیفہ سے

دلچسپیاں بہادری اور شجاعت اور فن سپہ گری کے نمونے خوب پیش کیے گئے ہیں قطب مشتری میں دیومالائی اور اسلامی عناصر ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے نظر آتے ہیں تشبیہ اور استعارے زیادہ تر دیومالا سے لیے گئے ہیں جیسے راون، کرشن راکشس دیو وغیرہ عام مثنویوں کی طرح قطب مشتری میں بھی مافوق الفطرت عناصر کی کمی نہیں ہے اژدھا ایسا ہے جیسے کوئی بڑی چٹان، راکشس ہے تو ایسا جو کم از کم لونا ہاتھیوں کا ناشتہ کرتا ہو۔

اس زمانے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دکن میں کرناٹک اور گجرات کا حسن معیاری اور مشہور تھا چین اور ماچین کے علاوہ ایرانی حسن بھی بہت پسندیدہ تھا۔ بنگال کا جادو بھرا حسن پوری مثنوی کی جان ہے۔ پاکبازی اور شرم و حیا عصمت و عفت عورت کے زیور سمجھے جاتے تھے۔

قطب مشتری میں وطن پرستی کا جذبہ اس مثنوی کی وقعت کو اور بڑھا دیتا ہے دکن کی تعریف میں وجہی نے جو شعر کہے ہیں ان کا ذکر آچکا ہے۔ ان اشعار سے نہ صرف وجہی کی دکن سے محبت کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس زمانے میں دکن کی تاریخی اور سماجی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

یو کیا ہے ملک جو تجھے بھاوتا   یو کیا ہے جو خاطر تیری آوتا
تجے میں وہاں دلوں گا ہاں اے نار   سو اس دھات کے شہر ہزاراں ہزار
دکھن ملک وو کچھ عجب ٹھانو ہے   دکن میں سو ایسا ہر یک گانو ہے

وجہی نے جاندار مکالموں اور زبان کے برموقع استعمال سے مثنوی کی ادبی حیثیت میں بھی اضافہ کیا۔ عورتوں کی زبان اور لب و لہجہ کی کاٹ دیکھیے۔

برا سا برہ بیخ ستاتا اہے   سو تیج کوں پھر پھر تپاتا اہے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب   کہ ناحق مجے آج دیتا عذاب
جو سنپڑے برہ میرے داواں تلیں   رگڑ کر سوٹوں دے دے پاؤں تلیں

قطب مشتری وجہی نے صرف بارہ دن میں مکمل کی ہے جس سے وجہی کی قادرالکلامی کا اندازہ ہوتا ہے اس مختصر سے عرصہ میں بھی اس نے اس مثنوی کو زبان بیان

محاورے روزمرہ تراکیب اور نادر تشبیہ و استعاروں سے سجا دیا ہے۔

تشبیہ اور استعارے کی چند مثالیں

کمل پھول طالب جو ہے سور کا ۔۔۔ وہ محتاج نیں چاند کے نور کا
ہر یک خوب محبوب بُتِ فارسی ۔۔۔ بدن جیوں جھلک اچھے آرسی
سو بکھوے میں رشتہ دائی کی یوں اچھے ۔۔۔ کچا موتی سینپی منے جیوں اچھے

تلمیح میں وجہی نے نہ صرف عربی فارسی ادبیات سے استفادہ کیا ہے بلکہ ہندوستانی ادبیات اور اساطیر سے بھی مدد لی ہے مثلاً

ہر یک گوپی رشتہ کی جیوں ماہ ہے ۔۔۔ کہ اس دور میں کِشن ادشاہ ہے
ہوا پرگٹ اس کا حسن یاں تلگ ۔۔۔ کہ یوسف کی خوبی کوں لبریا ہے جگ
جہاں یا لو دھر تیا چلتا رہے ۔۔۔ وہاں آب زم زم ابلتا رہے
انگوٹھی سلیماں کی تجھ ہات میں ۔۔۔ کہ تاثیر عیسیٰ کی تجھ بات میں

وجہی کلام میں سلاست کا قائل ہے کہتا ہے ؎

سلاست نہیں جس کیرے بات میں ۔۔۔ پڑیا جائے کیوں جز لے کر ہات میں

چنانچہ قطب مشتری میں سادگی اور سلاست کی وجہ سے کئی شعر اور مصرعے ضرب المثل بن گئے ہیں
وجہی نے تکرار لفظی سے بعض جگہ بات کا لطف دوبالا کر دیا ہے۔

وہی نقش تن تھا وہی نقش من ۔۔۔ وہی نقش پانی وہی نقش اگن
ہوا رام میں دل میں رام نیں ۔۔۔ پو دل کیا کرے گا سنجے تام نیں

رعایت لفظی اور الفاظ کے حسن انتخاب نے اس مثنوی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔
وجہی کی اس مثنوی میں جہاں ان گنت خوبیاں ہیں وہیں کچھ عیوب بھی نظر آتے ہیں۔ وجہی سب رس اور تاج الحقائق کا مصنف ہے جس سے اس کی عربی دانی کا پتہ چلتا ہے لیکن اس مثنوی میں اسنے عربی الفاظ کا تلفظ اسی طرح کیا ہے جس طرح عام دکنی زبان میں کیا جاتا ہے۔ اور ان کا املا بھی بول چال کے مطابق لکھا ہے مثلاً اخلِ خام۔ وفا نزیک، منا، واقے معزز المستید صفے، ملا، نحش، وخت زیاست۔ قافیہ کی بندش میں بھی واضح خلل ملتا ہے۔ کئی مثالوں میں سے تین پیش ہیں:

دکھیا شاہزادے کوں عابد اہیں — نوازش سوں پوچھیا وہ نادل اہیں
اگر ہور رضا تو یو دل شاد اچھے — نہیں تو ترے دل یہ سوداغ اچھے
تماشا دیکھن آئے جو پھر سب — خفی ہو دکھیا آج کوں شہر سب

وجہی کی یہ مثنوی مقبول وزن فعولن فعولن فعولن فعول میں لکھی گئی ہے دکنی کی اکثر مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی ہیں یا سنسکرت یا عربی سے۔ قطب مشتری کو سبھی محققوں نے ایک طبعزاد مثنوی لکھا ہے لیکن پروفیسر سیدہ جعفر پروفیسر دیو سنگھالی کے حوالے سے لکھتی ہیں۔

"مثنوی قطب مشتری کے قصے سے مشابہت رکھنے والا ایک قصہ سنسکرت شاعری میں بھی موجود ہے۔ یہ تقریباً ۱۰۰۰ء کی تخلیق ہے۔ جس کا نام "نواساہاسانکا چرتر" ہے اس سنسکرت نظم میں پدما گپتا موسوم بہ پری مالا نے جو سری گنگا گپتا کا بیٹا تھا شہزادی سسی پربھا کی داستانِ عشق بیان کی ہے یہ کہانی مالوے کے سندھو راجا نواساہاسنکا کا قصہ محبت سمجھی جاتی ہے۔

پروفیسر دیو سنگھالی لکھتے ہیں کہ اس قصے میں بہت سے تاریخی حوالے تبدیل شدہ صورت میں موجود ہیں" (کلیات محمد قلی قطب شاہ صفحہ ۴۳)

قطب مشتری اس منظوم قصے کے اٹھارہ سال بعد لکھی گئی اگر وجہی نے اس قصے سے استفادہ کیا ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے نقل کو اصل بنا دیا ہے قطب مشتری پر ذرا گمان نہیں ہوتا کہ یہ قصہ کہیں سے مستعار ہے۔

وجہی قطب شاہی عہد کا ایک نامور شاعر اور عظیم نثر نگار تھا اس کی سب رس دکنی انشاپردازی کا ایک انمول اور پہلا نمونہ ہے۔ سب رس' وجہی نے عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر ۱۰۴۵ھ م ۱۶۳۵ء میں تصنیف کی ہے۔ اس زمانے میں محمد یحییٰ ابن سیبک فتاحی نیشاپوری کی تصنیف دستور عشاق کے خلاصے "حسن و دل" کو بڑی مقبولیت حاصل تھی وجہی نے "حسن و دل" کو سامنے رکھ کر سب رس تصنیف کی ہے اس قصے کے سارے کردار تمثیلی ہیں سب رس کے قصے کی دو تہیں ہیں ایک ظاہری جس میں ایک عشقیہ داستان پیش کی گئی ہے اور دوسری باطنی جس میں علم باطن کی تہیں کھلتی

جاتی ہیں اس طرح سب رس میں وجہی نے عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کو ساتھ ساتھ پیش کیا ہے اس کی زبان مسجع اور مقفیٰ ہے اس زمانے میں فارسی میں یہ طرز تحریر عام تھا وجہی نے ایک نو عمر زبان دکنی میں نثر کا یہ اسلوب پیش کرکے نہ صرف زبان و بیان پر اپنی قدرت ظاہر کی ہے بلکہ نوخیز دکنی زبان میں موجود بے پناہ لسانی اور ادبی صلاحیت اور زرخیزی کا اظہار بھی کیا ہے

سب رس کی زبان داستانوی اور رنگین ہے عبارت آرائی کے باوجود سلیس اور سادہ تحریر کے بھی نمونے ملتے ہیں۔ سب رس میں وجہی نے انشاء پردازی کے جوہر دکھائے ہیں قصہ بیان کرتے کرتے گریز کر جاتا ہے کبھی 'دل' کی حقیقت بیان کرتا ہے کبھی 'عشق' کے بھید کھولتا جاتا ہے تو صفحے کے صفحے بھر دیتا ہے۔ اس داستان میں اخلاقی معاشی اور معاشرتی مسائل انسان کے عیب اور حسن پر رائے زنی کی ہے۔ داستان کا ماخذ پرایا ہے لیکن اس کا ماحول اپنا ہے اپنے وطن کا ہے وجہی نے اپنے عصر کے تہذیبی عناصر کی اس میں بڑی اچھی عکاسی کی ہے سب رس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی عربی اور فارسی ادبیات کے علاوہ مقامی اور ہندوستانی زبانوں کے ادب سے بھی واقفیت رکھتا تھا اس نے جگہ جگہ آیات اور احادیث عربی فارسی اور دکنی اشعار سے سنوارا ہے عربی مقولے بھی کثرت سے ملتے ہیں مثلاً دانایاں میں یوں چلی ہے بات العقل نصف الکرامات، صبوری تے دنیا صبوری تے دین مصحف کی آیت ہے کہ

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِين

سب رس میں وجہی نے ہندی دوہرہ بھی درج کیا ہے۔

پنکھا ہو کر میں ڈولے ساقی تیرے چاؤ
مجھ جلتے جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

سب رس میں بھی محاورے ضرب الامثال اور روزمرہ کے قیمتی نمونے ملتے ہیں جیسے شکر کی چھری، گھر گھالو، خونا خون، اصل سے کچھ خطا نیں، کم ذات تے وفا نیں ادھر بات ادھر کرنا ہے اس کے علاوہ دکنی کے مخصوص ضرب الامثال بھی کثرت سے ملتے ہیں سب رس کے سارے کردار تمثیلی ہیں مثلاً نظر' دل' ناموس' عشق' ناز' غمزہ

عشوہ، ادا، رقیب، عقل، قامت، حسن اور لٹ وغیرہ

سب رس اردو میں ادبی نثر کا پہلا نمونہ ہے اس سے پہلے جو نثری تصانیف ملتی ہیں وہ مذہبی نوعیت کی ہیں

وجہی کی ایک اور تصنیف کلمتہ الحقائق ہے۔ اس میں صوفیانہ خیالات پیش کئے گئے ہیں۔

سیف الملوک و بدیع الجمال : غواصی کی پہلی مثنوی ہے اس نے تین مثنویاں لکھیں۔ دو اور مثنویاں میناستونتی اور طوطی نامہ ہے مثنوی سیف الملوک غواصی نے محمد قطب شاہ کے آخر زمانے میں لکھی تھی اسکے انتقال کے بعد تھوڑے سے ردوبدل کے بعد اسے عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں پیش کیا غواصی گولکنڈہ کا ایک بڑا ہی باکمال شاعر تھا۔ اس کے حالاتِ زندگی کا خود اس کے کلام سے بھی کم ہی اندازہ ہوتا ہے سیف الملوک و بدیع الجمال کے مطالعہ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں ایک نومشق شاعر تھا۔ اس کی مشق سخن ابھی جاری تھی لیکن وجہی کے سامنے اس کا چراغ جل نہ سکا۔ محمد قطب شاہ کے زمانے میں شاعروں پر بڑی بڑی گزری۔ عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں شاعری کے چمن میں پھر سے بہار آگئی۔ غواصی سپاہی تھا اور پہرہ پر مامور تھا۔ عبداللہ قطب شاہ نے اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر اس کی درخواست پر پہرہ سے ہٹا دیا اور دربار میں جگہ دی۔ غواصی نے اپنی شاعرانہ اور ماہرانہ صلاحیتوں سے بادشاہ کے دل میں گھر کر لیا۔ ملک الشعراء کا خطاب دے کر ملک خوشنود کے ساتھ ۱۶۳۵ء میں گولکنڈہ کا سفیر بنا کر بھیجا۔ وہاں غواصی کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اس کی مثنوی سیف الملوک نے بیجاپور کے شاعروں کو متاثر کیا۔

یہ مثنوی ۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء میں مکمل ہوئی غواصی لکھتا ہے ؎

برس یک ہزار ہور پنج تیس میں ۔۔۔ کیا ختم یو نظم دن تیس میں

غواصی کی تینوں مثنویاں ترجمہ ہیں۔ یہ مثنوی الف لیلہ سے ماخوذ ہے۔ اس میں مصر کے شہزادہ سیف الملوک اور چین کی شہزادی بدیع الجمال کے حسن و عشق کی داستان

ہے۔ میر سعادت علی رضوی لکھتے ہیں کہ عہد اورنگ زیب میں مرزا بدیع اصفہانی نے شمشیر خاں کی فرمائش پر اس قصہ کو فارسی میں نظم کیا گیا۔ "گلدستۂ عشق" نام رکھا تھا سیف الملوک کا ایک نثری ترجمہ نجم الدین احمد نجم نے دلی سے ۱۸۹۲ء میں شائع کیا غواصی کا ترجمہ آزاد ترجمہ ہے جسے شاعر نے اپنی قادرالکلامی سے طبعزاد بنا دیا ہے۔ اس مثنوی کا قصہ بھی عام داستانوں سے ملتا جلتا ہے۔

شہر مصر کا ایک بادشاہ تھا ایک عرصہ بعد اسکے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام سیف الملوک رکھا گیا۔ جب شہزادہ بڑا ہوا تو بادشاہ عاصم نزل نے شہزادہ کو ایک انگشتری ایک زرین کپڑا اور گھوڑا تحفہ دیا اس زرین کپڑے پر ایک خوبصورت دوشیزہ کی تصویر تھی جسے دیکھ کر شہزادہ عشق میں مبتلا ہو گیا وہ تصویر شہپال ابن شاہ رخ بادشاہِ اجنہ کی بیٹی بدیع الجمال کی تصویر تھی جو گلستان ارم میں رہتی تھی شہزادہ اپنے دوست ساعد کے ساتھ گلستان ارم کی تلاش میں روانہ ہوا۔ راستہ میں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا طوفان سے لڑتے، زنگیوں سے مقابلہ کرتے اور راکشس کی قید سے نجات پاکر ایک جزیرہ میں پہنچا۔ جہاں کے مکوڑے ہاتھی کے برابر تھے ان سے بچنا چاہا تو شتر مرغ کا نشانہ بنا وہاں ایک اژدھے کے منہ سے بچ کر نکلا ایک دریا کے کنارے پہنچا وہاں اسے ایک انار ملا۔ بھوکا تھا کھالیا۔ وہ انار ایک دیو کا تھا شہزادہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی کی مدد سے ایک اور جزیرہ پر پہنچا۔ وہاں ایک شہزادی شہر بانو سے ملاقات ہوئی۔ جسے بدیع الجمال کا پتہ معلوم تھا۔ اس نے شہزادہ کی مدد کی۔ شہر بانو سے ان دونوں نے درخواست کی کہ وہ شہپال سے سفارش کر کے ان دونوں کی شادی کروادے وہ راضی ہو کر چلی گئی اس کے غیاب میں شہزادہ سیف الملوک ایک دیو کے پنجے میں گرفتار ہو گیا۔ جب شہپال کو معلوم ہوا تو اسنے فوج لے کر دریائے قلزم پر حملہ کر دیا۔ جہاں کا وہ دیو حکمران تھا۔ گھمسان کی لڑائی کے بعد بدیع الجمال اور سیف الملوک کی شادی ہو گئی۔ اور وہ مصر لوٹ آئے۔ غواصی نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ اسنے الف لیلیٰ سے استفادہ کیا ہے

کواڑاں کھلے سب میرے نام کے   کھلے پھول مقصود کے کام کے
مراجیب بلبل ہو بولن لگیا   چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میرے طبع کا جھاڑ جم لیا وے بار   کھلے پھول تسکوں ہزاراں ہزار

غواصی نے اس مثنوی کے تلازم اور اسلوب میں وجہی کی قطب مشتری کی پیروی کی ہے منظر نگاری کے سیف الملوک میں زیادہ مواقع تھے اس لئے وہ وجہی سے آگے نکل گیا ہے سراپا اور جذبات نگاری میں بھی اس نے کمال دکھایا ہے۔ وجہی نے جذبات نگاری میں حقیقت کی عکاسی کی ہے غواصی نے مبالغہ سے کام لے کر اس میں رنگ بھر دیا ہے سراپا نگاری میں وجہی نے تفصیل سے کام لیا ہے جبکہ غواصی نے اختصار کو مدنظر رکھا ہے۔ غواصی نے جن راکشس اور دیو کی تصویریں اس انداز سے کھینچی ہیں کہ جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ جاتی ہے۔

انبا قد لبنی ناک چوڑے بلاخ   دیسے غار کے نا دلب داں فراخ
بڑے ڈانگرے سار کے کان دو   اجڑ کھر کرے گھوڑ جوراں دو
انگوٹھیاں بدل آپ نے ساز کے   خوش انگلیاں میں پہناڈلے ساز کے

غواصی کی مثنوی میں تخیل کی کارفرمائی نے بڑی جان ڈال دی ہے۔ دکنی اور اردو کی دیگر داستانوں کی طرح مافوق الفطرت عناصر اس مثنوی میں کچھ زیادہ ہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مکوڑوں کا ہاتھی کے برابر ہونا۔ بڑے بھوت اور ڈائن کی خطرناک حرکتیں غواصی نے حیرت انگیز اور سنسنی خیز واقعات سے داستان کو دلچسپ بنا دیا ہے خاص طور پر شہزادہ کا طوفان سے مقابلہ کرنا دیو سے لڑنا اژدھا سے دوچار ہونا کشمکش اور سنسناہٹ سے دوچار کر دیتا ہے۔

غواصی نے اس مثنوی میں رزم اور بزم دونوں موقعوں کی اچھی عکاسی کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسکو رزمیہ اور بزمیہ شاعری میں مہارت اور کمال حاصل ہے نصرتی نے اپنے اس کمال فن کے اظہار کے لئے گلشن عشق اور علی نامہ سے کام لیا تھا۔ تو غواصی نے اس ایک مثنوی میں ہی اپنے یہ جوہر دکھا دیئے ہیں۔

غواصی کے یہاں باغ اور بیابان دونوں مناظر کی تصویریں ملتی ہیں باغ کا منظر پڑھتے وقت سحر البیان کا خانہ باغ کا منظر یاد آجاتا ہے۔ غواصی کے باغ میں کاغذ کے پھول نہیں کھلے۔ بلکہ حیدر آباد دکن جو اس زمانے میں "باغ نگر" تھا اس کی عکاسی ملتی ہے۔

اس باغ کے پھول پتے اور پھل اور ان میں چہکنے والے پرندے سب مقامی ہیں
سیف الملوک و بدیع الجمال میں دکنی تہذیب کی بھی اسی طرح تصویر کشی کی گئی ہے جس طرح دکن کی دیگر مثنویوں میں کی گئی ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ فارسی قصوں کو اردو مثنوی میں دکنی تہذیب سے ہم آہنگ کردیا گیا۔ دکن کی مثنویاں اپنے عہد کی تہذیب اور معاشرت کی منظوم تاریخ ہیں۔
سیف الملوک میں شاعر نے نادر تشبیہوں اور اچھوتی ترکیبوں کا استعمال کرکے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ سپاہیاں اور دریائے قلزم کے بادشاہ کی لڑائی کے منظر میں اس نے نئی اور اچھوتی تشبیہیں استعمال کی ہیں

جو دریا لہو ہو اُبلنے لگیا — گگن اسپو کشتی ہو چلنے لگیا
سراں تیرتے لہو کے سمدور تے — جو دستے اتھے بُڑبڑے دور تے
دھڑاں سب تینٹ سوج کے لوٹ مار — تھے ڈُبتے نکلتے نہنگاں کے سار

غواصی نے گولکنڈہ کے دیگر شاعروں کی طرح فارسی اسلوب کو آگے بڑھایا ہے اسکی بحر بھی فعولن فعولن فعولن فعول (بحر متقارب) سے لیا گیا ہے جو فارسی مثنویوں کی مقبول بحر ہے ساتھ ہی دکنی زبان کی نمایاں خصوصیات بھی اس مثنوی میں بدرجہ اتم ملتی ہیں۔ مثلاً (اں) سے جمع بنانے کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جیسے جاں، تشبیہاں، جیاں دلاں، وزیراں، شرطاں وغیرہ۔
غواصی نے تذکیر و تانیث کا بھی زیادہ خیال نہیں کیا ایک ہی اسم کو مذکر بھی باندھا ہے اور کبھی مونث مثلاً

میرا حبیب بلبل ہو بولن لگیا — چھپے غیب کے نغمے کھولن لگیا

میری حبیب عجب کہرگ ہے آبدار — سدا تیز پانی دہرے بے شمار

ایسا نہیں ہے کہ اسنے صرف فارسی اور عربی کے الفاظ سے اپنے اسلوب کو سنوارا ہے بلکہ سنسکرت کے بھی سہل اور عام فہم الفاظ کو سیف الملوک و بدیع الجمال میں جگہ دی ہے ہونے کے

طور پر یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ہلبیس، آنند، بسیس، اُتم، دلوا بتی، سکھ، بھوگنی کارن وغیرہ ۔ غواصی کی تینوں مثنویوں میں سیف الملوک کو زبان و بیان اور فن کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے۔

'میناستونتی' کو غواصی کی پہلی مثنوی سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ اس مثنوی میں شاعر کے لہجہ میں انکسار ہے اپنے آپ کو کم علم اور کم فہم سمجھتا ہے اور اپنے حق میں دعا کی درخواست کرتا ہے

غواصی کمینے پو کرنا نظر　　　دعا حق سوں کرنا مرے حق ادپر

میناستونتی کا قصہ اودھی میں منظوم چندائن سے ماخوذ ہے جو بہت مقبول قصہ رہا ہے میاں سادھن نے اسے 'میناست' کے نام سے لکھا ہے بنگال میں دولت قاضی نے ستی مینا دلور چندرانی کے نام سے اور فارسی میں حمیدی نے 'عصمت نامہ' کے نام سے لکھا ہے غواصی نے اپنی مثنوی کو فارسی سے ماخوذ بتایا ہے لیکن یہ مثنوی بھی اپنے اندر ایک انفرادی شان اور اپج رکھتی ہے۔

رسالہ اتھا فارسی یو اول　　　کیا نظم دکنی سیتے بے بدل

اس کا قصہ بہت دلچسپ ہے اس میں ہندوستانی عورت کی عظمت، وفاداری اور عفت مآبی کی عکاسی کی گئی ہے۔ قصہ کا ربط و تسلسل مثنوی کی شان ہے حالانکہ درمیان میں کچھ اور قصے آتے ہیں جنہیں دوتی سناتی ہے یا مینا لیکن یہ قصے مثنوی میں جذب ہوگئے ہیں انہیں علحدہ تو کیا جا سکتا ہے مگر مثنوی کی دلچسپی کو برقرار نہیں رکھا جاسکتا ہے

اس مثنوی کے دو اہم کردار ہیں اور دونوں بھی عورت کے ہیں مینا عفت اور وفا کی نمائندہ ہے تو دوتی مکر، فریب اور حرص و ہوا کی صورت ہے مینا کی ثابت قدمی دوتی کے مکر کو چلنے نہیں دیتی۔ آخر خیر کی فتح ہوتی ہے اور شر کو سزا ملتی ہے۔ دوتی اور مینا کے جاندار مکالمے اس مثنوی کی جان ہیں۔

مثنوی تشبیہہ، استعارے، ضرب الامثال کہاوتیں روزمرہ اور محاورے کا خزانہ ہے۔ اس زمانے کی عورتوں کی زبان ان کے اندازِ فکر اور طرزِ زندگی کے مطالعہ میں میناستونتی سے بڑی مدد ملتی ہے اس قصہ میں سادگی اور واقعہ نگاری پر زور دیا گیا ہے۔

طوطی نامہ سیف الملوک کے چودہ سال بعد یعنی ۹ھ۱۰۴ م ۱۶۳۹ء میں لکھا گیا ہے

برس یک ہزار ہور چالیس پر لنو   ہوئے تھے یو موتیاں پرو یا ہوں میں

اس کا قصہ ضیاء الدین نخشبی کے طوطی نامہ (فارسی) سے ماخوذ ہے۔

ہوئے حضرت نخشبی مج مدد   دیا ہیں اسے تو رواج اس سنگ

ضیاء الدین نخشبی کا طوطی نامہ خود بھی سنسکرت تصنیف شک سپتتی کا فارسی ترجمہ ہے جس میں طوطے کی کہی ہوئی ستر کہانیاں ہیں نخشبی نے باون کہانیاں لی ہیں اور غواصی نے پینتالیس کہانیاں رد و بدل کے ساتھ طوطی نامہ میں نظم کی ہیں۔ فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد حیدر بخش حیدری نے گلکرسٹ کی فرمائش پر ۱۲۱۶ھ میں طوطی نامہ طوطا کہانی کے نام سے اردو میں لکھا ہے۔

طوطی نامہ میں غواصی کی زبان سیف الملوک کے مقابلہ میں فارسی سے زیادہ متاثر ہو گئی ہے جدید فارسی الفاظ، محاورے اور نے کا استعمال بھی اس مثنوی میں ملتا ہے سیف الملوک میں غواصی نے جزئیات نگاری کے جوہر دکھائے تھے اس مثنوی میں اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔ لفظوں کی تراش خراش بیان کی تیزی اور زبان کی سادگی غواصی کی اس مثنوی میں سابقہ دونوں مثنویوں سے کہیں زیادہ ہے۔ زبان و بیان کی پختگی کے اعتبار سے یہ مثنوی سب سے آگے ہے اس کا خود شاعر کو بھی احساس ہے کہتا ہے۔

کہیا اے سخن سنج صاحب تمیز   بچن کے سو ہے سر کا تاج عزیز

تری طبع پر صد ہزار مرحبا   سچا تو ہے منظور آل عبا

اس وقت تک غواصی کی شہرت دکن سے نکل کر شمال پہنچ چکی تھی چنانچہ میر حسن اپنے تذکرے میں غواصی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں

"غواصی تخلص، در وقت جہانگیر بادشاہ بود۔ طوطی نامہ نخشبی را نظم نمودہ است بہ زبان قدیم نصفے فارسی نصفے ہندی بطور ریختہ کہانی سرسری دیدہ بودم شعر آں نظم یاد نیست"

ماہ پیکر: ماہ پیکر عبداللہ قطب شاہ کے دور حکومت کی ایک اہم مثنوی ہے اس کے

شاعر احمد جنیدی کے حالات زندگی نہیں ملتے۔ ایک عرصہ تک اسکے صحیح نام کا بھی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ حکیم شمس اللہ قادری نے "اردوئے قدیم" میں اس کا نام شیخ احمد بتلایا ہے (صفحہ ۷۰) اور نصیر الدین ہاشمی نے "ماہ پیکر" کے شاعر کا نام صرف "احمد" لکھا ہے (دکن میں اردو صفحہ ۱۲۶) اردو شہ پارے میں ڈاکٹر زور نے علی اکبر جنیدی کو ماہ پیکر کا شاعر بتایا ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر نے مارچ ۱۹۸۶ء میں ماہ پیکر مرتب کرکے شائع کی ہے۔ اور داخلی شہادتوں سے ماہ پیکر کے مصنف کا نام احمد جنیدی ثابت کیا ہے۔ ان اشعار کے حوالے بھی دیئے ہیں جن میں شاعر نے اپنا نام بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ان اشعار کے علاوہ مثنوی کے آغاز میں حمد کے آخری شعر میں بھی شاعر نے اپنے نام کا اسطرح اظہار کیا ہے۔ ؎

کر احمد جنیدی پہ کریوں کرم — رہوے نالوں زباں پر محمد حرم

اسی طرح تقریباً ہر باب کے آخری شعر میں اس نے اپنے نام کا اظہار کیا ہے۔

مثنوی ماہ پیکر کے آخر میں شاعر نے "مناجات احمد جنیدی و خاتم کتاب" میں شجرہ بیعت دیا ہے، جس کی روشنی میں سیدہ جعفر نے احمد جنیدی کو مہدوی فرقہ کا پیرو قرار دیا ہے۔

مثنوی کے آخر میں احمد جنیدی نے اپنی مثنوی کے سنہ تصنیف اور مہینے کی نشاندہی کی ہے

بنی کی سو ہجرت کا یو تھا قرار — چہار سال تین بیس پر یک ہزار
کر تاریخ دسویں محرم اتفی — ہوا ختم یو نظم جیوں مہ سیتی

اس لحاظ سے مثنوی ماہ پیکر دسویں محرم ۱۰۶۴ھ کو مکمل ہوئی ہے۔

مثنوی ماہ پیکر مقبول بحر فعولن فعولن فعولن فع میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک عشقیہ مثنوی ہے جسے شاعر نے اپنے دوستوں کی فرمائش پر نظم کیا ہے۔

احمد جنیدی نے ایک عرصہ تک شاعری ترک کردی تھی اور پھر جب مثنوی لکھنے آمادہ ہوا۔ تو اسے یہ اندیشہ بھی لاحق ہوا کہ کہیں کوئی چوک نہ رہ جائے اسے اس بارے میں بھی یقین نہیں ہے کہ یہ کلام "پختہ" ہے یا "خام" اس لئے اپنے قاری

سے درخواست کرتا ہے کہ

اگر چوک پاویں گے اس میں ذرا کرو راست تم خوب اسکوں پھرا
نچھ عیب اس کا سو مجھ پر دھرو اگر عیب اچھے گا عفو سب کرو
نہ جانے لکھ پختہ کی یا خام ہے کرنا کام ہے یا بے کام سے ہے

اس مثنوی کا ہیرو پیکر ہے اور ہیروئن کا نام 'ماہ' ہے اسی مناسبت سے جنیدی نے اس مثنوی کا نام "ماہ پیکر" رکھا ہے۔

رکھیا ماہ پیکر سو اس ایک نام الٰہی توں کر اس نظم کو تمام

دو ہزار سات سو بیتیں شعر کی اس مثنوی کا قصہ اکہرا ہے قصے سے پہلے مثنوی کی عام روایت کے مطابق حمد اور نعت بھی شامل ہیں نعت ہی کے سلسلے میں مناقب خلفائے راشدین بیان ہوئے ہیں پھر سبب تالیف اور دعا کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے حسن میمندی محمود غزنوی کا وزیر ہے۔ بادشاہ اسے بہت عزیز رکھتا ہے اسے دنیا جہاں کی نعمتیں حاصل ہیں۔ مگر اولاد سے محروم ہے۔ بڑی دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکی عطا کی جس کا نام 'ماہ' رکھا۔ اسی ملک میں ایک بڑا دولت مند تاجر رہتا تھا جس کی کوئی اولاد نہیں تھی بڑی آرزوں اور تمناؤں کے بعد ایک لڑکا "پیکر" پیدا ہوا۔ ماہ اور پیکر ایک مکتب میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بڑے ہوئے تو انکے عشق کا چرچا ماں باپ تک پہنچا اور ماہ کا مکتب جانا موقوف ہوا۔ پیکر ایک کنیز کلیلا لہ سے جو مالن تھی ماہ تک اپنے دل کا حال پہنچانے میں مدد لیتا ہے۔ دونوں کلیلا لہ کی مدد سے ایک باغ میں ملتے ہیں۔ جہاں وہ نماز اور قرآن شریف پڑھتے ہیں ایک رات محمود غزنوی کوتوال کے بھیس میں گشت پر نکلا تو دیکھا کہ پیکر باغ کے کنگرے پر کمند ڈال کر چڑھ رہا ہے۔ اسے فوراً گرفتار کر لیا اور مار پیٹ کے بعد اس کے باپ عبداللہ کے گھر لے گیا۔ عبداللہ نے سمجھا کہ اس کا بیٹا چوری کے الزام میں گرفتار ہوا ہے تو بہت شرمندہ ہوا اور ضمانت دینے سے انکار کر دیا کوتوال پیکر کو لے کر آگے بڑھا راستہ میں پیکر کے دوست ملک زادہ کا گھر ملا۔ پیکر نے ملک زادہ سے تمام حال کہہ سنایا۔ ملک زادہ نے ضمانت دے کر اسے چھڑا لیا۔ اور اس کو اپنے گھر لے گیا۔ پیکر نے تمام قصہ ملک زادہ سے کہہ سنایا کوتوال ملک زادے کے ملازموں

کے بھیس میں چھپ کر بیٹھا یہ سارا ماجرا سن رہا تھا پیکر نے کہا' ماہ باغ میں اس کا انتظار کر رہی ہوگی تاکہ آج کے پندرہ پارے پڑھے جا سکیں اور دونوں مل کر قرآن شریف ختم کر سکیں ملک زادہ نے اجازت دی تو کوتوال بھی آنکھ بچا کر ساتھ ہو لیا تاکہ پیکر کی آزمائش کر سکے کوتوال ان دونوں کی محبت اور پارسائی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صبح کے قریب پیکر نے ماہ سے رخصت چاہی اور بتایا کہ اب اسے سولی پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ غش کھا کر گر پڑی۔ صبح جب شہر میں ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ ایک چور کو دار پر چڑھایا جانے والا ہے تو ماہ سیاہ لباس پہن کر سپاہی کے بھیس میں اس جگہ پہنچی۔ کوتوال کے بھیس میں غزنوی نے چوری چوری ساری باتیں سن لی تھیں اسے معلوم تھا کہ سیاہ لباس میں کون ہے اس نے پیکر کو سولی پر چڑھانے کے بجائے دونوں کی شادی کر دی۔

مثنوی ماہ پیکر ادبی سماجی اور تہذیبی اہمیت کی حامل ہے اس مثنوی کا قصہ بھی عام مثنویوں کی طرح شروع ہوتا ہے لیکن شاعر نے قصہ کی تشکیل میں تذبذب اور تجسس کی فضا پیدا کر کے قصہ کو دلچسپ بنا دیا ہے ایک عشقیہ مثنوی ہونے کے باوجود اس کا ماحول مذہبی ہے منظر کشی جذبات نگاری اور جزئیات کی پیش کشی میں شاعر کو کمال حاصل ہے۔ پیکر کے فراق میں ماہ کی بے قراری کے اظہار کے لئے احمد جنیدی نے پورا ایک باب قائم کیا ہے۔ شاعر کی منظر نگاری کا کمال' باغ کی آرائش زیب و زینت کے بیان میں نظر آتا ہے منظر نگاری ہو کہ جذبات نگاری' شاعر نے جزئیات پر پوری توجہ کی ہے۔ جس کی وجہ سے مثنوی طویل معلوم ہوتی ہے لیکن جزئیات کی تفصیل اور تہذیبی عناصر قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں احمد جنیدی نے بہت سارے پھل اور پھولوں کے ایسے نام گنوائے ہیں۔ جن سے دکن کی بو باس آتی ہے جیسے سرو انار انجیر جامن آم ا انجیر وٹ نارنگی بادام بنفشہ پھولوں میں لالہ سوسن سمن چنبلی چنپا بٹ موگرا سیونتی دونا کنول سنبل نرگس' جوئی (جوہی) وغیرہ۔ احمد جنیدی نے دکنی تہذیب کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی پر خاص توجہ صرف کی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے شاعر کا مقصدِ اولین ہی تھا کہ وہ اپنے دور کے شادی بیاہ کے رسم و رواج زیورات' لباس' سجاوٹ و آرائش آؤ بھگت' خاطر تواضع جشن اور رقص و موسیقی' فرنیچر مختصر یہ کہ مکانوں اور محلوں کی سجاوٹ کو قلمبند کر لے ماہ اور پیکر

کے شادی کی رسومات کے آغاز سے لے کر بیز بانی تک تہذیب و معاشرت کے رنگا رنگ مرقعے نظر آتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اپنی مرتبہ مثنوی کے مقدمہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ رقمطراز ہیں

"احمد جنیدی کی مثنوی 'ماہ پیکر' عہد گزشتہ کے تہذیبی مظاہر کی ایک اہم دستاویز معلوم ہوتی ہے شاعر کے وسیع مطالعہ ہے اور اس کے ثقافتی شعور نے اس مثنوی میں ایک مٹتی ہوئی تہذیب کے نقوش کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔
اگر ہم قطب شاہی تمدن کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو اس عہد گزشتہ کے تمدنی عناصر اور ثقافتی میلانات کا پرتو ہمیں احمد جنیدی کی ماہ پیکر میں نظر آ سکتا ہے" (ص ۴۷)

دکنی مثنویوں میں سراپا نگاری کے اچھے نمونے ملتے ہیں ماہ پیکر میں اس کی کمی کھٹکتی ہے ماہ کی خوب صورتی کی ہلکی سے تصویر کشی کی گئی ہے سراپے میں تشبیہات کے استعمال سے بہت کام لیا جاتا ہے گردن اور انگلیوں کی تعریف ملاحظہ ہو جس میں ایک اچھوتا انداز ہے

کہ گردن صراحی کے یا نور ہے　　کہ صافی میں بلور یا حور ہے
کہ انگلیاں بیڑیاں پان کی تر پلیاں　　کہ یا ہے تو پھلیاں جو نازک پھلیاں

اسی طرح سیاہ لباس زیب تن کرنے اور سیہ گھوڑے پر ماہ کے سوار ہو کر جانے کی بھی تصویر کشی ہے زیادہ پُر اثر نہیں ہے۔

مثنوی کے آغاز میں جنیدی نے شاعری ترک کر دینے اور مشق سخن چھوڑ دینے کا اظہار کیا تھا لیکن مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مشق سخن ترک کرنے کے باوجود اسکو فن پر کمال حاصل تھا زبان کی صفائی اور بیان کی روانی بے مثال ہے تشبیہات سے زیادہ استعاروں سے کام لیا ہے جس سے معنی آفرینی اور اثر انگیزی بڑھ جاتی ہے چند مثالیں پیش ہیں۔

کہ نازک ہے او بر بھنوئی مثال	کری کیوں اپن تن کوں مانی کا حال
نرم ہے خفیاں ردی کے مانند وجود	پڑی کیوں ہے بیاری اپیں کھول سود
دو امیں شمع ہو کر نس دن جلوں	ہوا میں اگن نیہ میں ساری گلوں
بھتر کا لوے تجھے سو جیناں میں یوں	نزاکت میں محبوب زلفاں کے جیوں

تشبیہات اور استعارات میں جہاں اسلامی عوامل سے کام لیا ہے وہیں ہندوستانی عناصر سے مدد لے کر ہندستانی تہذیب کا خوبصورت امتزاج پیش کیا ہے۔

کہ یا زلف ناگن کو نڈل گھال کر　　　کہ بیٹھے ہے جوں جھاڑ گل لالہ پر
کہ پتلیاں کی ہے رادت اس کے سیاں　　　کہ سو کھے کناری لے بیٹھے ہے واں
کہ یا ماہ موسیٰ عصا ناگ تیوں　　　پٹیاں چن پسار کر کریاں چھایاں جوں

احمد جنیدی نے محاوروں ضرب الامثال اور روزمرہ کا بھی بھرپور استعمال کیا ہے جس سے روانیٔ بیاں میں تیزی آگئی ہے۔

مان دینا۔ غم کھاتا آس پکڑنا۔ افسوں سٹنا۔ تشریف دینا۔ صبوری پکڑنا باٹ دیکھنا۔ عقل کھونا۔ سینا کوٹ لینا، جیو نثار کرنا۔ ھنڈی لینا۔ کلیجہ کاڑنا چرن دھرنا۔ ضامن لینا، ڈھو ساز نا

جیسا کہ پہلے بھی ذکر آیا ہے اس مثنوی کی فضا پر اسلامی رنگ چھایا ہوا ہے غالباً یہ پہلی عشقیہ مثنوی ہے جس میں تقدس اور تقویٰ کی فضا ملتی ہے۔ حالانکہ اس کا قصہ مذہبی نہیں بلکہ ایک طبعزاد قصہ ہے۔ دوسرے عشقیہ قصوں میں ہوا وہوس کا عنصر بھی ہوتا ہے لیکن مذہبی فضا کو برقرار رکھنے کے لئے شاعر نے موقع موقع سے احادیث آیات اور تلمیحات سے استفادہ کیا ہے ماہ اور پیکر فراق کے بعد ملتے ہیں تو فراق کی گھڑیوں کا اس طرح ذکر کرتا ہے

تیرے سوں کی قبلہ سوں منجہ کام تھا　　　ترا یاد منجکو دسوں احرام تھا
ورد ہور اوراد تسبیح مدام　　　تیری ناؤں کی منجہ اتھی صبح و شام

شاعر نے آیات واحادیث کا جس طرح برمحل استعمال کیا ہے اس سے شاعر کے علمی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ ہوں دو شعر

قراں میں سو آیت ہوا اس کوں حل　　　اطیعوا اللہ آیت سو آئی نکل
اطیعو اللہ و اطیعو الرسول　　　واولی الامر منکم، بعد رسول
توں ہو ہر یاں منجہ اوپر اے سو جیاں　　　ھل جزاء الاحسان الا الاحسان
خدا کی سو قدرتاں میں آگیا　　　الشارتی کی آیات دکھلائیا

یہ مثنوی لسانی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے اس میں سنسکرت تتسم اور تدبھو الفاظ کا استعمال ملتا ہے برج پنجابی اور مرہٹی کے اثرات بھی دیگر دکنی مثنویوں کی طرح اس مثنوی میں بھی ملتے ہیں پروفیسر سیدہ جعفر نے اس مثنوی کے مقدمے میں اس کا صوتی تجزیہ بھی کیا ہے

دکنی بلکہ اردو کی اکثر مثنویوں میں مافوق الفطرت عناصر سے دلچسپی اور حیرت کی تقضا قائم کی جاتی ہے۔ ماہ پیکر میں نہ تو جن ملتے ہیں نہ پریاں نہ دیو نہ سحر نہ جادو اور نہ ہی ہیرو کی غیر معمولی طاقت اور غیر معقول حرکتیں اس کے باوجود مثنوی کی دلکشی میں فرق نہیں آنے پاتا یہ مثنوی اس اعتبار سے ایک خاصے کی چیز ہے

بقول سیدہ جعفر " احمد جنیدی کے اس شعری کارنامے کی ادبی، لسانی تاریخی اور ثقافتی اہمیت مسلمہ ہے"

پھولبن: شیخ محمد مظہر الدین شیخ فخر الدین ابن نشاطی دراصل ایک اچھا انشاپرداز تھا۔ پھولبن میں شاعر نے خود اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس نے شاعری میں بھی جان بوجھ کر اپنا کمال دکھایا ہے۔

اہے انشا پو میرا اصیل دایم — طبیعت کوں میری ہے حظ ملایم
سمجھ پر کس کوں میر الطبع ہونا — لگر میں ایک دکھایا ہوں نمونہ

پھولبن فارسی کی ایک حکایت بساتین الانس کا ترجمہ ہے۔

بچپن کے باغ کی لے باغبانی — بساتین کی کئی سو ترجمانی

یہ مثنوی بھی عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں لکھی گئی۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ م ۱۶۵۵ء ہے۔ اس میں بھی روح کی تبدیلی کی مثالیں ملتی ہیں اس میں ایک قصہ ختن کے سوداگر کے بیٹے کا بیان کیا گیا ہے جسے ایک زاہد کی بیٹی سے محبت ہو جاتی ہے زاہد کو یہ بات بہت ناگوار گذرتی ہے وہ رنجیدہ ہوکر بددعا دیتا ہے کہ دونوں کی صورت بدل جائے دعا قبول ہوئی تو عاشق بلبل اور محبوبہ گل بن جاتی ہے آخر میں کشمیر کے بادشاہ کو اس بات کا علم ہوتا ہے تو وہ اسم اعظم کی انگوٹھی کی مدد سے انہیں اصلی حالت پر لے آتا ہے۔

گل و بلبل کو شہ انگے منگایا دونوں پر سوں انگوٹھی کوں پھرایا
خدا کے فیض سوں جیوں تھے اول او ہوے پھر آدمیا نگی شکل سوں او

پھولبن کی ایک اور حکایت میں بھی تبدیلیٔ جسم کا ذکر ملتا ہے ایک بادشاہ کو جوگیوں سے بہت عقیدت تھی ایک جوگی نے اسے نقل روح کا ایک منتر سکھا دیا۔ جس کے زور سے بادشاہ ہرن کا روپ دھار لیتا ہے وزیر نے بھی بادشاہ سے یہ منتر سیکھ لیا تھا اس نے موقع پاکر منتر پڑھا اور بادشاہ کے روح سے خالی جسم میں داخل ہوکر بادشاہ بن گیا۔ ادھر ہرن طوطی بن جاتا ہے اور اڑتے اڑتے محل میں آکر رانی کو بتلاتا ہے کہ وہی اصلی بادشاہ ہے۔ وزیر جو بادشاہ کے روپ میں راج کر رہا تھا اسے ملکہ نے اکسایا کر وہ اپنے ہنر کا اظہار کرے اور اس قمری کا روپ اختیار کرلے جیسے ملکہ نے پیش کیا ہے وزیر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ قمری کے روپ میں آ گیا اور ادھر طوطا جو در اصل بادشاہ تھا اپنے جسم میں داخل ہو گیا۔ جسم بدلنے کے قصے دکنی مثنویوں میں دو چار جگہ اور آئے ہیں اس کا سلسلہ کدم راؤ پدم راؤ سے شروع ہوتا ہے نواصی کے طوطی نامے میں بھی روح کی منتقلی کا ذکر آتا ہے

پھولبن میں قصہ در قصہ مثنوی آگے بڑھتی جاتی ہے اس میں تین قصے اصلی ہیں اور باقی ذیلی کہانیاں ہیں یہ زیادہ طویل مثنوی نہیں ۱۷۴۴ اشعار پر مشتمل ہے اس کی بحر مفاعیلن مفاعیلن فعولن ہے (بحر ہزج مسدس محذوف الآخر) یہ ایک لاجواب مثنوی ہے جو درباری سرپرستی سے دور رہ کر لکھی گئی ہے۔ اس کا اسلوب نہایت رواں دواں ہے اور بحر پرترنم۔ شاعر نے چونکہ اپنے کمال فن کے اظہار کے لئے مثنوی لکھی تھی اس لئے اس مثنوی میں تمام ادبی خوبیوں کو بھی سمونے کی کوشش کی ہے۔ اس مثنوی میں جہاں مناظر قدرت کا ذکر ہے وہاں اسنے بالالتزام ان کی جاندار تصویرکشی کی ہے۔

باغ کے منظر سے چند شعر پڑھیں تو اس کا اندازہ ہو سکتا ہے

اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار بنے پھل ڈالی کے مرغاں ہنڈولے
کلیاں لالے کی سرے کیاں نشانیاں دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں

کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دھاپ کر جون چھپ کو کوئی کرتے رہے بات

اسی طرح جنگل چاندنی رات اور طلوع آفتاب وغیرہ کے مناظر بھی پیش کیے ہیں۔ خوشی اور غم حیرت اور حسرت کی بھی قلمی تصویریں کھینچ دی ہیں جس سے شاعر کی باریک بینی گہرے مشاہدے اور قدرت اظہار کا اندازہ ہوتا ہے۔ بلبل کی بیقراری کا حال دیکھیے:

اگر اچھتا تو بارے کا ہراتن میں اڑ کریاں تے لے جاتا کر ہرتن
کہاں وہ پاؤں جو میں اس تلک جاؤں وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں

زاہد کی بیٹی کے حسن اور سراپے کو سوداگر کے بیٹے کی زبانی بیان کیا ہے سراپا ہے داستانوں کا ایک لازمی سا جز ہے اس سے اس عہد کے معیار حسن کا اندازہ بھی ہوسکتا

چتر، چنچل، سرگ، کمل، سہانی نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی
کہوں کیسوں میں ایک کوں اسکے سرکاں سرک میں دل کشائی کے اثر کاں
بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کو وو کالی ہے نور محراباں کے اوپر
چندر آدھا کھل کر میں پشانی چندر آدھا نہیں ویسا نورانی

سراپا نگاری میں ابن نشاطی نے پلک "نین" آنکھوں کے سرخ ڈورے، ناک رخسار ہونٹ دانت ٹھوڑی کمر، قد اور ہنس کی سی چال تک تعریف کی ہے۔ منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں شاعر نے نادر تشبیہات استعمال کی ہیں۔ مرقع نگاری میں پھول بن کو ایک امتیاز حاصل ہے۔ مثنویوں اور داستانوں کی مقبولیت کا اہم عنصر یہ بے ساختہ مرقعے بھی ہیں۔

ابن نشاطی دربار سے وابستہ نہیں تھا۔ اسے عوامی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ تاہم وہ شاہی اور عوامی ماحول کی کامیاب ترجمانی کرتا نظر آتا ہے جہاں سمن کے جزیرے کے محل کا نقشہ کھینچا ہے تو قطب شاہی محلات کی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔ جزئیات پر اس کی نظر بڑی گہری ہے شکار گاہ کا ذکر کرتا ہے تو وہاں کی ایک ایک چیز پھل پھول پتے آسمان زمین دھوپ چھاؤں چرند پرند، درند کی تفصیل بتاتا چلا جاتا ہے۔ جانوروں میں سیہ گوش ہاتھی چیتے ہرن چیتل

کہتے پرندوں میں باز، بحری، شکریاں، شاہیں ذکر اشعار میں اس طرح آیا ہے کہ کہیں تکلف یا تصنع کا احساس نہیں ہوتا۔

ابن نشاطی نے اس عشقیہ مثنوی کو صرف تفنن طبع کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ اس میں اس نے پند و حکمت جہانبانی اور جہانداری کی بھی تعلیم دی ہے دانہ کی لالچ میں جب بلبل جال میں پھنس جاتا ہے تو "طمع داری" کی مذمت میں مسلسل کئی شعر لکھ دیئے ہیں اس کے علاوہ بھی جگہ جگہ کئی شعر آگئے ہیں مثلاً

جو کچھ کرتا سوچ کر تا نہیں ہور ہے بات اس کے ہماری تات کی ڈور
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ نمک کھا کر نمکدان کوں سٹیا پھوڑ

پند و نصیحت کی تلخی کو دور کرنے کے لئے وہ ضرب الامثال کہاوتوں اور محاوروں کے برمحل استعمال سے شکر گھول دیتا ہے

کھے ہیں جیو تے پیارا ہے شرم خدا سب کا رکھن ہارا ہے شرم
شکر بن کھائے نیں ہوتا مٹھا کام نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام

تشبیہ اور استعاروں کی ابن نشاطی کے پاس کمی نہیں۔ بنیادی طور پر چونکہ وہ ایک انشاء پرداز تھا اس لئے تشبیہ کے انتخاب اور استعمال میں اس کا قلم دوسروں کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

دسے یوں پھول میں لالے کے کالے چوا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
دسے بادل کلی ماہو کو لالا دسیا اس میں لگے تیئوں مشک کالا

پھولبن کی زبان سادہ اور سلیس ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ عہد عبداللہ قطب شاہ میں لکھی جانے والی تمام مثنویوں میں پھولبن سب سے زیادہ سلیس انداز میں لکھی گئی ہے اس کی دو وجہ بات ہوسکتی ہیں ایک تو اس عہد تک دکنی زبان نکھر چکی تھی دوسرے ابن نشاطی خود بھی بڑا عالم فاضل تھا اسے اپنی قادر الکلامی کا احساس تھا لکھتا ہے

زمانہ نا سمجھ کر قدر ہیرا بچھایا ہے دلی سوں صدر ہیرا

تین مہینے کے عرصہ میں جب اس نے یہ مثنوی ختم کی تو اسے اندازہ ہوا کہ کوئی

اس کا قدر داں نہیں۔ تب وہ شعر و ادب کے جوہریوں یعنی قطب شاہی دور کے بلند پایہ شاعر شیخ احمد گجراتی، حسن شوقی، فیروز اور ملا خیالی کو یاد کرتا ہے کہ اگر وہ ہوتے تو میرے کلام کی داد دیتے۔

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد   کر دیتا شاعری کا کچھ مری داد

اس مثنوی کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسے فارسی اور عربی ادبیات اور فن بلاغت و عروض میں کمال حاصل تھا اس نے اپنی فارسی دانی پر ناز حاصل کیا ہے ۔

تجھے ہے فارسی میں دستگاہ آج   نہ کرسے ترجمہ بھی کوئی تجھ باج

یہی وجہہ ہے کہ پھول بن میں فارسی کا اثر نمایاں ہے ۔

گلشن عشق :

نصرتی بیجا پور کا عظیم شاعر تھا۔ اس نے تین اہم مثنویاں گلشن عشق، علی نامہ اور تاریخ اسکندری لکھیں۔ نصرتی نے اپنے حالات زندگی پر اپنی تصانیف میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ دکنی کے کسی اور شاعر نے اپنی سوانح کی طرف اس قدر توجہ نہیں کی ورنہ دکنی ادب کی تاریخ کے بہت سے گوشے اور شعرا کے سوانح تشنہ اور نامکمل نہ رہتے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کے والد "سلحدار جمع رکاب" تھے اور بادشاہ کے بہت وفادار ملازم تھے۔ انہوں نے نصرتی کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کی ہمیشہ نصرتی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ منتخب اساتذہ کی نگرانی میں اس کی تعلیم و تربیت ہوئی تھی۔ اللہ نے ذہن رسا دیا تھا بہت جلد علوم و فنون پر اس نے عبور حاصل کر لیا۔

کچہ یک میں سنبھالیا جب اپنا شعور   کیا کر کتاں بال پہ اکثر عبور

اپنے والد کے ساتھ دربار میں اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ علی عادل شاہ ثانی کی شہزادگی کے زمانے میں اس کا مصاحب تھا اس کی قدر افزائی نے نصرتی کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

مرا شہ جو تھا جک اسے جوہری   اد شہزادگی میں اتھا مشتری

مری طبع کے کھن کو قابل پچھان   نہ کوئی تھی ہے مگر اس مقابل پچھان

دھرن ہار اثر اثر مہر کی   رکھیا مجھ طرف نت نظر مہر کی

روضۃ الاولیاء بیجاپور میں محمد ابراہیم بیجاپوری نے لکھا ہے کہ نصرتی کے بھائی شیخ منور صوفی منش انسان تھے اور علم تصوف میں کامل تھے۔ دوسرے بھائی شیخ عبدالرحیم فن سپاہ میں ماہر تھے اس طرح نصرتی ایک معزز گھرانے کا فرد تھا اسکی تاریخ پیدائش کا علم نہ ہوسکا۔ گلشن عشق کے مقدمہ میں پروفیسر سید محمد صاحب نے گلشن عشق کے ایک قدیم قلمی نسخے کے حوالے سے قطعہ تاریخ وفات لکھی ہے جس سے سنہ ۱۰۸۹ھ نکلتا ہے۔ (گلشن عشق سلسلہ یوسفیہ صفحہ ۷)

ضرب شمشیر سوں یہ دنیا چھوڑ   جا کے جنت کے گھر میں خوش ہو رہے
سال تاریخ آ ملایک نے   یوں کہے "نصرتی شہیدا" ہے

نصرتی کی قبر تکیہ باغ بیجاپور میں ہے۔

نصرتی کو مثنوی کے علاوہ دیگر اصناف سخن میں بھی کمال حاصل تھا اس نے غزلیں قصائد اور رباعیاں بھی لکھی ہیں۔

'گلشن عشق' نصرتی کی پہلی مثنوی ہے یہ ۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء میں لکھی گئی ہے یہ طبعزاد مثنوی نہیں بلکہ اس سے پہلے یہی قصہ شیخ منجھن نے ہندی میں 'مدھو مالتی' کے نام سے لکھا ہے اسی قصے کو گلشن عشق سے تین سال پہلے یعنی ۱۶۵۴ء میں عاقل خاں رازی عالمگیری نے مثنوی 'مہر و ماہ' کے نام قلمبند کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مثنوی کا قصہ اس زمانے میں مقبول خاص و عام رہا ہے۔ نصرتی نے اس قصہ میں چندر سین اور چمپاوتی کے قصہ کا اضافہ کرکے اپنی مثنوی لکھی۔ کہانی بڑی دلچسپ ہے جس میں قدیم داستانوں کے تمام لوازم سے استفادہ کیا گیا ہے کنک گیر کے راجہ بکرم کے اولاد نہیں تھی۔ ایک بزرگ کا دیا ہوا پھل کھانے سے اس کے دل کی مراد پوری ہوئی۔ خوبصورت بیٹا منوہر پیدا ہوا۔ نجومیوں کی پیشن گوئی کے مطابق چودہ برس کی عمر میں اسے ایک مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ چاندنی رات میں چاندنی پر سو رہا تھا اتنے میں سات پریوں کا ادھر سے گزر ہوا۔ ہر ایک نے کہا ایسا حسن ہم نے کہیں نہیں دیکھا اور اسکا جوڑ ملنا مشکل ہے ایک پری نے بتلایا کہ مہارس نگر کی شہزادی مدمالتی ہی اس کا جوڑ ہوسکتی ہے

ساتوں پریاں شہزادے کا تخت اڑا کر مہارس نگر لے گئیں اور شہزادی کے پلنگ کے پاس رکھ دیا۔ جب دونوں کی آنکھ کھلی وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہو گئے اور انگوٹھیاں بدل لیں۔ جب وہ دونوں سو گئے تو پریوں نے شہزادے کا تخت پھر سے کنک گیر پہنچا دیا۔ شہزادہ بیدار ہوا تو مدمالتی کی فراق میں مضطرب ہو گیا آخر مصیبتیں اٹھاتا دکھ جھیلتا مدمالتی تک جا پہنچا۔ مدمالتی کی ماں کو پتہ چلا تو اس نے غصہ میں مدمالتی کو جادو کا پانی چھڑک کر طوطی بنا دیا۔ یہ طوطی راجہ چندرسین کے ہاتھ لگی۔ طوطی نے اسے سارا حال سنایا طوطی کو لے کر چندرسین مہارس نگر پہنچا طوطی کا جادو اتارا اور اس کی شادی کنک گر کے شہزادے منوہر سے ہو گئی۔ چندرسین کی شادی چنپاوتی سے ہو گئی جو مدمالتی کی سہیلی تھی۔

اس مثنوی میں نصرتی ایک باکمال شاعر نظر آتا ہے۔ اس نے مناظر قدرت کی تصویر کشی اور جذبات کی عکاسی بڑی مہارت سے کی ہے۔ چاندنی رات کا منظر طوفان کی حالت، شام کی کیفیت، برف کے تھاٹ، شب ظلمات اور گرمی کا موسم وغیرہ ان کے علاوہ باغوں کے مناظر خوبی سے دکھاتے ہیں۔

نصرتی نے پہلی بار مثنوی میں برف باری اور کڑاکے کی سردی کا حال پیش کیا ہے

کنکر ریخ سہل تھنکر ہوتا تے دسیں ۔۔۔ تھیں رنگ سوں سونف وانئے دسیں
ادک ڈرے کی سردی کا آزار ہو ۔۔۔ نہالاں اتھے ٹھنڈ سوں بیمار ہو
نہ سکتی تے ہو کونپلی سر فراز ۔۔۔ نہ ٹک ہو سکے بیل کا ہت دراز
چھپیاں کلیاں اوڑ لوڑ ین لحاف ۔۔۔ ہوا تھا سو اس پر بی یخ کا غلاف
اڑتے تو پنکھی تس کد ھن پر جھلک ۔۔۔ پڑے برف سوں پڑ ہو گولا اٹک

باغ کی سجاوٹ اور اس کی خوب صورتی کی بات تقریباً ہر ایک اردو مثنوی میں آئی ہے۔ نصرتی نے جو باغ کا منظر کھینچا ہے وہ سب سے زیادہ تفصیلی اور انوکھا ہے۔ انوکھا اس اعتبار سے کہ اس میں شاعر نے کئی قسم کے پھولوں پھلوں اور پرندوں کے نام گنوائے ہیں یہ سب کے سب مقامی ہیں اس کے بعد باغ کی تزئین و آرائش نہروں اور حوضوں کا شفاف پانی باغ محل کی خشت کاری گچ چونا مرجان جیسا سرخ جو بینہ ذرتن کی طرح کے جگمگاتے دیئے دروازوں پر لٹکے ہوئے زرد پردے ان کے

نقش و نگار در و دیوار اور منقش چھت کی تفصیل بڑے ربط و تسلسل اور رنگین پیرائے میں بیان کی گئی ہے ۔ باغ محل کا حسن ملاحظہ ہو ۔

سہاویں قصوراں ہے عالی محل — کیا جن پہ خورشید کنچن کا حل
جسے خشت کاری کوں شمسی سونا — جسے گچ گلاوہ چندر کا چونا
جسے سرخ چو بینہ مرجاں کے ناد — جسے قطب نے خوش بلوریں عماد
دلیے زیب جن پر دل افروز کھن — لگائے سو کندن سوں خوش نوز تن

دکن کے بادشاہوں نے دکن کو ایک نئی تہذیب سے روشناس کروایا ایک نئی تہذیب کو جنم دیا جو خالص ہندو تھی نہ خالص مسلم ۔ یہ ایک مشترکہ تہذیب تھی اس میں صرف ہندو مذہب، ہندو آرٹ، ہندو لٹریچر نے مسلم عناصر کو جذب کرلیا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی میں بھی تبدیلی آ گئی ۔ دکن کے شاعروں نے دکن کی اس ملی جلی تہذیب اور اس تہذیب کے مختلف عوامل کا اپنے فن پاروں میں بالاستیعاب ذکر کیا ہے نصرتی نے گلشن عشق اور علی نامہ میں خاص طور پر اسی طرف توجہ کی ہے ۔ یہاں کے پھل پھول ترکاریاں جانور چرند پرند اور تعلیم و تربیت رسم و رواج مجلسی آداب، میزبانی کے طور طریق مختلف پکوان جیسے سزعفر، تنبولی، خشکا، پلاؤ، کھچڑی، قلیہ، کوفتے، لوز (دو پیازہ) کنچلی، بورانیاں، شوروے، کھیر اور شکر پارے، سموسے، سوجی کا حلوہ، غلیفی، جلیبیاں، پالودہ، فرنی، چلیپاں، رلوڑیاں، بتاشے، لڈو، ملیدہ، سیویاں، پنیر اور کباب وغیرہ، شادی کی رسموں کے ساتھ زیور کی قسمیں کپڑے اور لباس کی بھی ایک طویل فہرست کو اشعار میں سمو دیا ہے ۔ اسی طرح جذبات میں خوشی، غم حیرت، غصہ اور اضطراب کی عکاسی کرکے بعض نازک اور شدید جذباتی موقعوں پر بڑے ہی مہذب انداز میں بات کہہ جاتا ہے ۔ نصرتی نے گلشن عشق میں عورت کو ایک اچھی بیوی، ایک مدبر ملکہ، چاہنے والی ماں اور بہادر خاتون کے روپ میں پیش کیا ہے ۔ بادشاہ جب تھک کر واپس آتا ہے تو خود رانی کھانے کا تھال لاکر کھلاتا کھلاتی، پان دیتی اور پھر دربار عام کا لباس پہنا کر روانہ کرتی ہے ۔ بادشاہ جب نا امید اور رنجیدہ ہو جاتا ہے تو رانی ہمت دلاتی اور اس کو درویش

کی تلاش میں بھیجتی ہے ۔ نصرتی نے کردار نگاری میں بڑی چابکدستی دکھائی ہے کنور منوہر ایک شہزادہ ہے لیکن بے عمل نہیں ۔ خردمند، بردبار بہادر اور موقع شناس ہے راجہ بکرم اللہ سے ڈرتا اور اللہ کے بندوں پر مہربانی اور کرم کرتا ہے عدل و انصاف اس کا شیوہ ہے ۔ چندرسین دور اندیش ہمدرد اور بہادر ہے ۔ سراپا نگاری میں بھی غواصی کمال دکھایا ہے

مثنوی میں سب سے اہم چیز قصہ کا ربط و تسلسل ہے ۔ نصرتی نے گلشنِ عشق میں اس کا بڑا لحاظ رکھا ہے ایک ایک واقعہ موتی کی لڑی کی طرح جڑا ہوا ہے ۔ اسی ربط و تسلسل کا جادو ہے کہ قصہ کے دوران جب غیر مرئی واقعات پیش آتے ہیں یا جن و پریوں کا ذکر آتا ہے تو قاری کو اچنبھا نہیں ہوتا ۔ ایسے واقعات جزو مثنوی بن کر سما گئے ہیں ۔ تمام مثنوی میں مناظر اور تہذیبی عناصر کی پیش کشی میں طوالت کو ملحوظ رکھا ہے اور واقعات کی ترتیب میں اختصار سے کام لے کر قاری کو اکتاہٹ سے بچا لیا ہے ۔ جگہ جگہ تخیل کی کارفرمائی نظر آتی ہے وہ لکھتا ہے ۔

کہیں جب روایت کیا حسب حال   کہیں طبع کے بل چلیا خوش خیال

وجہی، غواصی اور مقیمی کی وجہ سے دکنی مثنویوں میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں خاص طور بیجاپور کے شعراء نے فارسی اسلوب و آہنگ سے اپنی مثنویوں کو سجایا ہے یہی کوشش نصرتی نے گلشن عشق میں بھی کی ہے ۔ کہتا ہے ۔

وگر شعر ہندی کے بعضے ہنر   نکلتے ہیں لیا فارسی مضموں سنوار
فصاحت میں گر فارسی خوش کلام   دھرے فخر ہندی پہ مدام
ہیں اس دو ہنر کے خلاصیاں کوں پایا   کہیا شعر ایسا دونوں ملا
دلیں داد سن فارسی شعر دال   جو ہندی سنے بی کہے دل سوں ہاں

ہندی اور فارسی کے امتزاج کی وجہ سے قصہ کی دلکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے ۔ ہندی کے نرم اور عام فہم الفاظ کے ساتھ عربی و فارسی کے سہل اور آسان الفاظ سے مثنوی کی لڑیوں کو گوندھا ہے اکثر اشعار تو ایسے سادہ اور سلیس ہیں کہ ان پر آج کا گمان ہوتا ہے نصرتی نے تشبیہ اور استعاروں کے استعمال اور انتخاب میں بھی اپنی فنکاری کا مظاہرہ کیا ہے خاص طور پر منظر نگاری جذبات نگاری اور سراپے میں اس نے

تشبیہوں اور استعاروں سے زندگی بھر دی ہے

صفائی سوں چندنی کی چادر دل رُخن جھلکتی تھی جگمگیں صاف ایرک نمن
بتیسی جو یاقوت بھی یاد آئے انارال کے دانے دیکھت رشک کھائے

شہزادی مدمالتی کی تلاش کے سلسلے میں کوئی ۵۰ ملکوں کے نام گناتے ہیں جس سے نصرتی کی باشعوری کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام ممالک سے یقیناً اس زمانے میں بیجاپور کے سیاسی سماجی اور تجارتی تعلقات رہے ہوں گے۔

نصرتی نے خوب صورت تراکیب تشبیہ استعاروں ضرب الامثال اور کہاوتوں سے بھی کام لیا ہے۔ دکنی کے شاعروں میں ایک بات کا برابر احساس ہوتا ہے کہ وہ مثنوی کے درمیان جہاں بھی موقع ملتا ہے پند و نصیحت اور دانش و حکمت کے مضامین باندھ جاتے ہیں:

بڑے درد میں کا ہے درد اشتیاق ادک مرگ تے کیں تو بیچ ہے فراق
کہ کرتے رہو شکر پروردگار کہ یک دُکھ پچھیں دے خوشیاں کئی ہزار

نصرتی کی اس مثنوی کا وزن "فعولن فعولن فعولن فعَل" ہے۔ ہر باب کا عنوان بھی ایک شعر ہے یہ نصرتی کی ایک جدت ہے جسے علی نامہ میں بھی اس نے ملحوظ رکھا ہے۔ ہر باب کے پہلے شعر سے سارے باب کی کیفیت اور خبر مل جاتی ہے یہاں بھی نصرتی نے جدت کی ہے۔ گلشن عشق میں شاعر نے رزم اور بزم دونوں کے رنگ ابھارے ہیں

علی نامہ :

نصرتی کی رزمیہ مثنوی علی نامہ ہے جسے اس نے دکن کا شاہ نامہ کہا ہے

کتا ہوں سخن مختصر بے گمان کہ یو شاہ نامہ دکھن کا ہے جان

یہ مثنوی بھی نصرتی نے علی عادل شاہ کے عہد میں ۱۰۷۵ھ میں لکھی اسی مناسبت سے "علی نامہ" اس کا نام رکھا۔ علی عادل شاہ کا عہد ۱۶۵۷ سے شروع ہوکر ۱۶۷۲ پر ختم ہوتا ہے۔ علی نامہ میں اس عہد کے ابتدائی دس سال کی تاریخ ہے۔ ان دنوں شیواجی کے پیہم حملوں نے بیجاپور کی سیاسی اور معاشی حالت کو تباہ کر دیا تھا۔ اس جنگ میں علی عادل شاہ اور اس کے سپہ سالار خواص خاں کی مرہٹوں کی فوج سے لڑائی اور جنگ و جدل کے مرقع پیش کیے ہیں گلشن عشق کی طرح اس مثنوی کا آغاز حمد، مناجات، نعت اور منقبت سے ہوتا۔

"سبب نظم کتاب" کو علی نامہ کا دیباچہ کہا جا سکتا ہے۔ اس باب میں علی نامہ کی تعریف اور تعارف دونوں شامل ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مثنوی صرف رزمیہ ہی نہیں بلکہ بزمیہ بھی ہے

تشمین ہے ہر بزمیہ دل نشیں
سر رنگ صدر ہر رزمیہ ہے یقیں

علی عادل شاہ کی مدح کے بعد ملک دکن میں سیواجی کی "فتنہ انگیزی" کی تفصیل دی ہے سیواجی کی سرکوبی کے لئے صلابت خاں کو بھیجا گیا۔ صلابت خاں کے بعد خود بادشاہ میدان جنگ میں اترا اور پنالہ کی فتح ہوئی۔ جس کی ایک قطعہ میں تاریخ نکالی ہے۔ جنگ پنالہ کے بعد جنگ ملنار اس کے بعد کئی اور جنگوں کا حال ہے۔ ہر کامیابی کے بعد نصرتی نے ایک قصیدہ لکھا ہے اس طرح اس میں سات قصیدے شامل ہیں۔ اس مثنوی کو نصرتی نے دکنی کا "شاہنامہ" کہا ہے اس کی دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ علی نامہ علی عادل شاہ کے دور کی مختصر تاریخ ہے جس میں اس کی جنگوں کا حال ہے۔ دوسری یہ کہ اس کا انداز بالکلیہ ایرانی ہے اس مثنوی میں نصرتی ایک عظیم اور باکمال شاعر نظر آتا ہے۔

اس مثنوی میں اس نے فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے ہیں۔ اسمیں اسلوب کے اعتبار سے عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال کئے ہیں اور ساتھ ہی سنسکرت کے بہت سارے تت سم لفظوں کا بھی استعمال کیا ہے زبان و بیان کے وسیع ذخیرے کے ساتھ جب وہ دکنی زبان کی مخصوص لفظیات بھی برتتا ہے تو عجیب معلوم ہوتا ہے۔ الفتحا، نصر من اللہ بیت الشرف شب نوبس، درج عقیدت، جوہر جان، شہر گشت، شمشیر برداری، زاغ مردار خوار صورت حرام، شغال، وگرگ، مادہ فلک اجد ایسی ہی کئی تراکیب دکنی کی مخصوص لسانیاتی خصوصیات کے ساتھ چند ایک دکنی الفاظ ملاحظہ ہوں۔ ترکاں دانتاں، آنیاں، صدراں مہندیاں، ڈک، بھبنیارا، ناواں، کہتے، رہیا، سکیا نیچہ۔

نصرتی نے اس مثنوی میں منظر نگاری کا کمال دکھایا۔ میدان جنگ کے منظر میں جرات و شجاعت، غیض و غضب کے جذبات کی اچھی عکاسی کی ہے یہ مثنوی رزمیہ ہونے کے باوجود اس دور کی تہذیب اور معاشرت کی بھی ایک تاریخ اپنے اندر رکھتی ہے۔ مثنوی علی نامہ اپنی شعری آمد اور اپنے ربط و تسلسل کی وجہ سے شاعری کا ایک دریا امنڈتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میمنہ، میسرہ، قلب لشکر اور سامان حرب و ضرب، گھوڑے سپاہی اور ہاتھی

فوجوں کے دبدبہ کی جیتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں۔ کردار نگاری کے بھی اس مثنوی میں اچھے نمونے ملتے ہیں۔ فتح و کامرانی کی خوشی میں بادشاہ کا سجدہ شکر بجالانا خوشی کے نقارے بجانے اور جشن منانے کے موقع پر دکن کی مخصوص تہذیب کا اظہار ہوتا ہے۔

علی نامہ میں تشبیہات اور استعاروں کے نئے نئے جوہر نظر آتے ہیں اور ان کی وجہ سے علی نامہ کا آہنگ اور اسلوب پر شکوہ ہوگیا ہے۔

لگے تیر ہر تن پہ جب بانٹ بال — دسیا ھوا جھلتے فوارے کا حال
سورج یوں شہ ضمیر آنگے جھڑیا سو شمع کا جوں گل — تو یک گلزار ہے ہور او بچار اپھول بادل کا
دسیں اشتراں تیر چھٹے پہ ہور — کر جیوں ناچنے پر کو لایا ہے مور

نصرتی نے اپنی اس مثنوی میں صوتی تکرار سے ماحول اور کیفیت کا تاثر بڑھادیا ہے

پٹاپٹ جو گرتے چلے رُنڈ منڈ — لئے ست ہاتیاں نے گرداں تنڈ
شپا شپ جو برچھیاں مو ٹھیاں تے کھلیاں — دیا کی سواریاں کوں اٹھیاں سولیاں
کھڑا کھڑ کھلی پر ہو یک حال کا — دسیا کارخانہ ہو ٹکسال کا

تکرارِ لفظی سے بھی اس نے یہی کام لیا ہے۔ علی نامہ سے نصرتی کے قدرت بیاں اور مختلف اصنافِ سخن میں اس کے شاعرانہ کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ مثنوی بھی اسی بحر میں ہے جس میں اسنے گلشنِ عشق لکھی ہے۔

نصرتی کی آخری تصنیف تاریخ اسکندری سکندر عادل شاہ کے عہد میں لکھی ہوئی ایک تاریخی مثنوی ہے۔ اس مثنوی میں سکندر عادل شاہ کی فوجی مہمات کا تذکرہ ہے۔ یہ مثنوی فنی اعتبار سے اس پایہ کی نہیں جس پایہ کی گلشن عشق یا علی نامہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہیکہ اس وقت نصرتی میں سلطان علی عادل شاہ ثانی کے دور کا جوش و جذبہ باقی نہیں رہا تھا۔

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

۸۲۵ھ اور ۸۳۸ھ

م ۱۴۲۱ء اور ۱۴۳۴ء

کے درمیان لکھی گئی

از

فخر دین نظامی

گفتن کدم راؤ با ناگنی

ستیا راۓ با ٹیک پھہانا ادھلے — کہ مچک دیہہ کر رات منج دیک کھائے
یرن دیہہ مچک آج نکھند رات — سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
گلن سار کے منج کتک ارد گان — زنب راہ دچنتار بے سمان
کتک بھار تیتا دھروں راہ کیت — کر رند بندھ باندھوں سر اسر سبیت
نہ سنیا کہ کیوں دل ملیا راہ کیت — کھلے چند سورج کتک راہ کیت
بہت بول نہ بول سوں بد ہوا — نہ کو تک کروں دیس بن راتوا
گئی دو پہر رات رام اور رام — رہیا سوت بر سوت اپ دیکھ کام
کدم راؤ ایسا ہوا کھتری — جو منجہ گال سوں لیہہ وہ اڑھری
کدم کے جے جو ہوں نہ کرور اندری — کدم رائے منج ہوئے تب کاوڑی
کہ جے منج نہ ہوئے گرتا ور ڈر — کدم سوں کتک بھگ بھگوں بیکر
ولے مار بیری سیندوری کروں — نہ بیجھو کیہ ابیر جھنکر دھروں
بھلیس تیں کہیا آج راماں منجہ — کہیا دیکھ توں کال ہنماں منجہ
دنیا جھوٹ ہے جیونا جھونٹ جات — نہ کر جیو گدلا نہ نیرا نکھ ابس آن
کدم راؤ تیرا جب لگتا ادھارا — ادھا آج کہردن کلنتر ادھار

رفتن پدم راؤ تلف کردن کدم راؤ را

کرا کھیب چلیا پدم رائے ناگ — چلیا ناگ دھرلے کدم رائے ماگ
چلیا ساندرے ساندرے ناگ دوات — سلاون کدم راؤ تب ناگ جات
ہرا کر نگر جائے بیٹھا نکھند — کرن رائے کا بیس بن راج دند
سرہانیں دھرے دیکھ کر بان پھول — کہ کیا نول بیں ہیس کر راج کول
بچارن کیا جیو سوں ناگ راؤ — کہ جب پھول بے راؤ تب دیں گھاؤ

یہی چنت ہیں راؤ باسک پدم — کہ رانی گئی پاس راجے کدم
الگ پائے چاہیا اٹھا جاگ رائے — کری جوڑ ری راؤ کے جانب پائے
کہی بات رانیں کہ تجہ چھانو بل — ہمیں جیو ناں جرم تجہ چاؤ تل
کہ جے راؤ مجہ کوں کہے کھول کر — کہوں بول کا بول دیوں اتر ۱۱

گفتن کدم راؤ از قضیہ کوڑیاں و ناگن با رانی خود

کدم راؤ آکھے زن دِرِنہ آدھر — کہ دھن بات سنا بات یک چیت دھر
سنیا تھا کہ ناری دھرے بہت چھند — سو ہیں آج دیٹھا بری چھند بند
وہی چھند جب میں دیٹھا جگ میں — اسی دیل تھیں ہوں پڑیا دگ میں
سنیا تھا جو کئی یہ دیٹھا آج انک — نہ راہا تنہیں دیکھتیں نین تنک
سجات ایک ناگن کجات ایک سانپ — اسنگت دیکھے تھیں لانپ چھانپ
جو کرتا رحکیوں کیا ہوئے رائو — اسنگت کے کیوں دیکھ سکوں انیاؤ
کھڑگ کاڑ دو کھا نہا یا نکھار — اسی بھار کھورس کیا شب تہار
گئی بھاس ناگن پران آپ لے — پران آپ لے کر گئی پیو نج دے
نہ مارت گیا سانپ یک کوں دکھ — تجھس کو تنا سانپ بن دون دکھ
نہ مرتا جو کھورس نہ گرتا پتال — بلی دود دیٹھا نہ برکا کپال
مکوڑا ہتی مکھ دریا نجائے — جو ہاتی کرے مکھ گا نڈا نہ کھائے
نہ اب تھیں کسی نار پتیاؤں ناں — نہ پتیاؤں ناں نہ تسے راؤ ناں
نہ مرتی مری نام اختیار کوں — مری ماد ہی دھی مری جار کوں
سہائی گئی آج ناگن کنار — پڑی جھاڑ تل چھوڑ کر مکھ بھتار
یہی دیکھ مجہ من بھگیا تری نانو — کہ جے اچھریاں ہوئے بھی نا پتیاؤ
تری نانو کا آن جے آن ہوئے — کروں نہ اور گن مروں جیو کھوئے
چھری ات کتے دن سی کہ جے ہوئے — اسنگت نہ تس گھال لے پیٹ کوئے

دودھا سانپ کا ہوئے جے کاوڑی — ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ بھاندا پڑی
بڑے ساچ کہہ کر گئے بول اچوک — ددھا دود کا چھاچھا پیوے پھوک
جنھیری سری ہت کارن سنور — ییی دیکھ تس ہت نجو گئے بھنور
پراپت نہ ہوئے اوٹ کوں چند کھائے — منکوڑا کوں کچھ چر کھنڈ جائے
تہیں فرزدیں دیکھ انیاؤ راؤ — کہ بن دوس دھن پرہری دکھلاؤ
نظامی دھرم دیکھ کیوں راؤ دے — کہ ہیت ورت گن پات دھن سو کئے

عرضداشت رانی باراؤ

کر جوڑ دھن پات بنوی سنار — کہوں جے سنے راؤ ان کا بچار
کہ جتنا کہیا راؤ سب ساچ بھاؤ — و لے ہوں کہوں دیکھ اس کا نیاؤ
چلو پیار سیتی جو پر کو ردشٹ — نہ اُتم نہ مدھم سپورن کنشٹ
کسی آشتی دے کسی لوچ دے — کسی اونچ دکھلاؤ تل کھنچ لے
کہ جے دوس ہے جیو اتال لے — نہ پرونس کا دوس منجہ دوس دے
کون پرس جو نا گرے پاؤ بھتیں — کون دکھ جو نا ڈلے پاؤ بھتیں
ردی گھانس تھیں آگ چھاپی جے جائے — تب او گھر کیا کچھ سکے چھپائے
سروپ آگلا چند لس بھی کلنک — نہ اس بھاؤ سنکا دھروں ہوں نہ سنک
رتن پر کھیا جائے مانس نہ جائے — کہ جب لگ پڑے ایک سرکار دھائے
تری اور تو ہوئے جو گھٹ دیہہ — منجہ انجھول پایا نیں جو سر پیٹ لیہہ
کہ جیوں دکھ سر کھنڈ پر مل دھرے — سو بھی دکھ جو بھی سو کن دم کرے
تریا جات بیس (اور) میری سجات — بحیا نوں کپٹ بھاؤ بسواس گھات
نہ مانوں پرک اس جسے بھاسنا — نہ مانوں تری اس جسے کا سنا
نہ سنس بھاؤ نہ پاس بیسی جمک جیسے — نہ ہت یاد کا لک بھرا لیجئے

نہ سنیا الوگ کہ اس ورتمان
سکھی آپنا جیو تو سب جہان

براہیم ادہم کہ جیوں چھوڑ راج
گیا اج تھل دے سنور آپ کاج

نہ تجہ لوت بدھونت نہ بیربل
سنور کون تجھنے ترا راج دل

جو دیٹھا کچھو تھا سو رہیا نہ ٹھانو
نہ رہسی جو دسے کچھو نقش نانو

بھلا کر جو توں بھی بھلائی لہے
کہ جم جم بھلائی تھا تجہ رہے

کہ جے فخر دیں گیان ہے دیہہ سدھ
پدم مکھ بانچے کدم کون بدھ

کہوں سد ساچی نظامی دھرم
پدم سب سنے بات بانچے کدم

باز گفتن راؤ بارائی

کدم راؤ کہیا کہ دھن بات سن
کہیا ساچ تیں بھید بت رت گن

ولے من کسی کا جے بھاگے کہیں
اسنگت کے وہ من لگے بھی نہیں

بھگے بت کوں کانٹ سوں باندجے
بھگے من کوں بدھ کون ساندجے

کہ جیوں تار سالے تتی گانٹ دے
تکن گانٹ من ہو رہے جیو کے

کہ جب لگ بھگے جیو لتس گانٹ دکھ
اتیری کرے جیونا دیوے سکھ

اچنبا نہ ہوتے گھنٹ جے ہوے مدھ
اچنبا رہے لوگ سب جے ہووے کھتر

مکھی کھائیں نہ مرے کوئی ٹھانو؟
مرے ململے جیو سمکھ نانو

گھرے کوئی ایجار نا چار باپ
نہ بھاوے مجھے وہ جو بیراج باپ

کیت بھاؤ تیں مجہ اٹھے سیس اگ
بلندی چلے پاتے تھیں سیس لگ

مجھے سکھ تب ہوتے دن تین بھر
ہیجوئی چلے کوئی جے ست نیر

بیکھیر وپوڑے دیکھ کر آپ وس
چڑی مل چڑی (اور) ہنس (ل) ہنس

مہریا ..... کون سنگت پڑے؟
نہ خرفاختا جفت میں کم کرے

سیانا کرے سدھ سوں بدھ کن.
گنوارہ کرے گن میں جیوں پون

کہ جے گا دھرا دلک پر دال کھائے
دھتی دا کھ بن کون تس دیہہ گھائے

ولے دھوک ماریں گھٹا ٹوپ لوگ
نہ یے گا دھرے جوگ نہ رائے جوگ

اسنگت کہ جے کوئی برا کچھ کرے
مرے سولی چڑھ کر کھڑگ تل مرے

نوالا آدھک مکھ لیناں نچائے
نہ جوگت ایس کام کرناں نچائے

بھلی جات تس جات ناگن سنجات
کلنک آپ لایا کچا تی سنگھات

تری ایک میں جے لکھا کھون ہوئی
بھلی ایک پت ورت نکلے گی دوئی

تری مت ہوئی مت پرکھ تب لگ
جو دو جا نہ دیکھے پرکھ تب لگ

نہ جانے پرکھ نار کے چھند بند
کرے دشٹ تل ہت من ما نہ دند

جہاں ستو لیں پرکھ کل کل نہ ہوئے
تہاں ہوئے کل کل جہاں نار دوئے

لس مشک کی کھاں چھپی جے جائے
تب او گھڑ کیا کچھ سکے چھپائے

مرد استری وہ جو پر پرکھ تل
کدل دیس کر ہوئے تس تل اول

سنوں نہ ہوئی ناگنی جب لگ
مجھے آپ سو یا رکھے تب لگ

اروگن کردں بول سن برلہ ایک
بادلا ہوا جیو رکھے جو جھیک

کروں بھاڑ تا جیو کالا ہ چک
اجاڑن جے سر دیہہ سرواہ چک

گیا پور بٹن جو بھر پور ہوئے
پڑے ایک چنتا تگن جو رہوئے

بھلیں کون تس ٹھار کیتی بجھائے
کہ جس ٹھار پاین گئی منجہ تجھائے

کہیں جاؤں پاتال کی سدھ لیوں
کہ ربن کھو دماڑیا نہ مکھوان لیوں

کدم راؤ آنچھے سنی بات دھن
کرے کنڈ باسکھ سجھیہ آکرن

جتش میں ہکر کے گیا چند روپ
جتشنی جنت آجتشنی سروپ

کدم راؤ گڑوا سمندر کھیر
رتن دین مکھ سمند کھولے اہیر

کہیا آج رہ دیکھ منجہ مدرا
کروں آج ہوں تجہ مکھ جھانرا

کدم راؤ دوجا پدم راؤ بن
نہ تھا تیسرا دن حبرم راؤ بن

کدم راؤ قبول نکردماں پدم راؤ

کدم راؤ کہیا کہ کرتا رساک
کہ اب تھیں تہیں مت منجہ لیہہ بھاگ

کہوں ایک تجہ بول جے پت کرے
کہ جے پت کرے دکھ منجہ نہ دھرے

سنیا ہے کہ جے مت گل دیہہ بھان
نہ تھینیں بچن مت نہ لیہہ پان

کہ بن مت کچھ کام مت کا کرے
جے دھن لے کرے کام بس گھر بھرے

نہ لیکھو تیسے مت جو دوئے من
سرا ہے دھن ارماد من دوبے دھن

تِسے مت لیکھو جو الجھان نخار
کھڑا رہوں دیہہ پاؤ دے ہت ادھار

سوا لاکھ منج لا اب ایک بول تجہ
سوا ہے کہ دھیں تیں کہیا کھول منجہ

جیں آس دھن ہوئے ہت بن نہوئے
کہ ہت بن نہوئے اور ہت بن نہوئے

سیانا کہے اث بدھ ونت توں
تجھے نہ کہوں اور کس کوں کہوں

گنوارین کرے کن میں بدھ (یوں)
یوں پنجرے ہانک میں نیر جیوں

کہ جے دھکسی راکے دھن منجہ پر
دہیوں کا کہوں بھاوتا چت دھر

کہ جے درب منجہ دین ہے تجہ دھیان
اچھوتا اچھو منجہ تجہ آستان

کروں پت تجہ بول ہوں اور ایک
کہ او گھڑ پڑیں سنور سوں سک لیک

پدم راؤ سکھی ہوا اس سنبد
کہ ہنکارسی راؤ منجہ جد کد

کدم راؤ کہیا پدم پت کیا
کیا پت پر ایک سنگت کیا

کہ جے تھا نبنے رائے منجہ پیار کر
سو سر کھنڈ کستوری لے دت

دھرے سیس پر ست منجہ بول لیہہ
کرن اگرن تھا تو جے بول دیہہ

سکھی ہو پھروں گوت پروار منہ
سو کندم کروں تا تو سنا رمنہ

کدم راؤ سے کھنڈ کستوری تل
پدم سیس پر ہت دھر یا ادھل

تھا آد تھیں ناگ کے سر پدم
تدھاں تھیں ہوا جد دھریا ہت کدم

جبرالی کہیا کوئی کیا آج جول
تل او پرسبد کے سبد یک پھول

تعریض کردن پدم راؤ کہ کدم راؤ گدنہ است

ددبی رائے کرتے تنبود آپ منجہ   تلاوار لے سور دے سات منجہ
پدم راؤ اٹھیا کہ سیوا دھروں   کرے گن جے رائے بنتی کروں
سُنیا میں جے تجہ کال کماہے پاس   نہ کھن اس نہ پانی نہ تنبول پاس
تجھو کالا ہے کوئی نہ بھوک آج   سکے راؤ توں کیوں لہے ان باج
کوئی جے رہے بھوک گر آن روس   لبھا ہے ایسی آپ کرتار دوس
رہیا بھوک دن دیس توں گھنٹ پر   تل اوپر ہوا لوک ہیرا انگر
و کہ جے رائے بھوجن کرے بھرگ مکھ   سکھ تجہ ہوا دیکہ منجہ ہوئے سکھ
اپاس آج رہنا بھلا تجہ نہوئے   بھلا جو کہے گھا تجی ہوئے توئے
نہ دے ان جے مکھ توں جیو بھاؤ   نہ ہوں جاؤں گھر آپنے کرنیاؤ
کدم راؤ کہیا پدم راؤ سن   کہ جے ساچ مانے کہوں آپ گن
سیوا سا کہو پر دیسیں نہ باج ہوں   ارو گن نجا لوں بتر راج ہوں
کہ اد آد واد وتہیں ریت ہم   سنتر چلے ریت ساسان جم
دسا اور یہ کہو ایک دوت آن پاس   ارو گن کروں دان تس دے اداس
نہ بولوں کدھیں جھوٹ کرتار ساگ   ارو گن کروں دوت لے سلیح بھاگ

گفتن پدم راؤ بمضرت صحبت مسافران و جوگی و جنگم وغیران

پدم راؤ کہیا کہ بنتی دھروں   کہ جے چک سنے راؤ سیوا کروں
جگتر بھوندا نہ ہنکار پاس   کہ ترت آس دے بھوند کر جائے نراس
بھوندا دھرے من بہت دشٹ بھاؤ   لیسا رہے اگر پیٹ میں ہیں پاؤ
بھوندا جو پاوے سلک چک رائے   لگے سانپ کوں جان دو نیکھ دھائے

دِسا اَور پُرکھ من دھرے بہت ہل — کہ مکہ پھول دے جیو لے باہ ہول
جو کچھ بہت پن تھا سو میں تجہ کہیا — سیوا سا کھ اس بول جو منج کہیا
سہی بدھ گر توں جو کرتار دے — وہی دے سکے بدھ کے سدھ لے

تفت شد کدم راؤ بر پدم راؤ

کدم راؤ سن برجنا ناگ مکہ — بسری پڑیا بول سن ایک چک ؟
پھر پوچھیا راؤ انجاؤ کوں — بھوندا برا کیوں ہوا راؤ کون
بھوندا پرکھ تو کھرا جان ہوئے — لتے راکھنیں کیوں ایس ہان ہوئے
سو کیسا ادت راؤ اس ور تماں — جو پردیس تھی ڈرپے وہ ندان
بھوندا مری دشٹ تل یوں دسے — کہ کسیت پڑیا بھوئیں اپر جیوں دے
گگن بھیر کی جے ملیں لگ ایک — پرا ایت سکیں لگ مکہ پاگ ٹیک
دھری جے ہوئی مرچ تیکھت جات — سکے توپ کر جیک پانی سنگھات
نہ چنتا کریں ناگ اس بھاؤ توں — بھوندا بلد ورت اروگن کروں

بازگفتن پدم راؤ کہ صحبت جوگی و مسافر نگردد

پدم راؤ ادبھا ہوا چھات لگ — بناتی گئی تق بہر رات لگ
کہیا راؤ دھر ناگ راوہ ڈر دوں — کہ جے راؤ انکھیں بناتی کریں
نگر راؤ توں گرب منج بول سن — کہ یہ کوڑ بانی دھرے بہت گن
نہ بیتیاؤ توں جم سہدیس منجہ — وہی لوگ سہدیس رہیں منجہ
بہت بھید کا لوک ہے راج کاج — بہت کاتراکی دھرے کاج راج
کرے انکھ ادھل بہت چھند بند — کہ دشٹ انت تجہ کوں کہے سو چند
کرے گھات کا کام دھنورت بنی — ملا وے سبھا لوگ سنگت بنی
نجانیں کہ بیری تہاں تن دھرے — نہا کا نکرا دانت تل کیا کرے

نہ رچنگی تہیں جانتے ہیں کر ۔ اٹھے جھونپڑی تھی لگے دو لہر
نجھ ناں کسی کستی سات ہت ۔ کہ کست سکے جاگ گیتھا رگت
نہ جھاڑی نہ بوٹی ڈرے باؤ کوں ۔ بڑا رکھ ڈرے مت پڑے بیر سوں
کہ جیے دیدھے ات بل ہت رو ۔ ادے نہ کدھیں توئے بن گھو گھرو
جو کچھ میں کہیا بھید سہدیس نا ۔ کہوں اب کچھ بھید پردیس نا
نہ نیڑے ایسی آن جگ کا پڑی ۔ نہ پتیا وے جوگی تڑی تا پڑی
نہ جوگی رہے جرم مدماس باج ۔ نہ رکھے تتے کوئے کنک آس باج
جو جوگی رکھے پاس ایس آس دھن ۔ سو تلتل کرے کرے جوگی لچھن
نجانوں کہ تجہ بھی کدھیں باہ بھول ۔ پلاوے تجھے آن مت مد پھول
گھڑی کھانڈ کا سکھ مد بیو ناں ۔ خماری کیرا دکھ سے جیو ناں
سرب لول میتر پنا جد گھرے ۔ دھنی راج کوں بیو ناں تد گھرے
نہ دو نہ گھو رن اچھر کوئی بانچسی ۔ نہ مد بیو کر کوئی دھن سانچسی
کہ اس لبت تھیں ہات دھوتے جکوئے ۔ نہ گو گانڈ میں ہوئے دسرا نہ ہوئے
جو تس نکھن کرا ہوئے تن ؛ ۔ سوئی تن اسے لوٹتے دھن لبن
بہت جشیتی من دھرے جوگ انگ ۔ نہ جوگی تجھے بھنگ جو کے ابھنگ
کہاوں ملگ کہوں ہاں جوگی پتھال ۔ کہ جیتا کہوں لاجہ نہ باج ہاں
ولے ایک گردوت جد بار دیہہ ۔ بجن گھنڈ سنبھال پردار ایہہ
نہ مانوں کنک وہ جسے سر نہ ہوئے ۔ کہ جب سر نہ ہوئے وہ کدھیں تھر نہ ہوئے
کہ جے بار نہ دیہہ یک دس رائے ۔ چلی وار تا پنک لو گھنڈ جائے
نجہ جس جیو آدھار لگ جیو ہوئے ۔ کرے گھنٹ وہ جیو لگ جیو کھوئے

نہ تپسیا کرد ن کام جس بھی ڈرون
ستم لے بھرے کوئی سی کچھ کول
ڈرون نہ کدھیں دُکہ جو بن بچائے
جلو جو بن اپچھیا ابھارا جو لیں
ای جگ میں جو بن اوین امت مت
بُرا جو کرے سو برائی لہے
جو نیکا اچھے ترن بن رکھو کوئے
(جنتر) گھال چھاس کھلپے جو کوئے
شکر دو دنت گھال پالے جے گوئے
نہ تھک تھک پناچھوڑسی جگ تھک
جس ادا آدھیں ہوتے سندیہہ کن
ادو ہوئے پنجم کہ روپ بھان؛
مدھر نہ کھتر ہوئے کھتر نہ مدھر
سدا کال پاچھے رہے منجھ نیر
سبھیں (با) بھترن ہوئے جے ایک مول
نہ سرپار کر دو دکوں بین تاک
نہ برچھیا ک کا چند کوں آوڈھانک
دھرم کوں دھرم باپ کوں (باپ) سانٹھ
کہ جے بان اگلا ہوا کاج کوں
نہیں آدمیں اور بھی آدمیں
نہ کر دشٹ سنگار پر روپ پر
لکھا کھوٹ کا جیو تجہ جیو بل
کرے گھنٹ دنماں توں لے پاس

نہ تتا کدھیں کھائوں نہ جل مروں
نہ بیو ـ بے سہے کوٹ نا بات گھول
ڈرون جب جو جیتا لہے پرت اپائے
جو جو بن اتھیں پرت بیوہ پرھیں
نہ برھے کیسے سو کس بن پرت مت
ابل کا نٹھ پا نڈی جو آپیں لہے
سو سیدھا کدھیں رکھ بڈھن نہ ہوئے
نہ سیدھی کدھیں کوتری یو پنج ہوئے
بکاین سہنڈ نیب میٹھا نہ ہوئے
نہ ہوسی کدھیں پا نڈو پنک لگ
بھلے کت کن ہوئے وہ دیہہ کن
نہ ہوسی کدھیں پانچ آنگل سمان
مدھر سو مدھر ہوئے کھتر سو کھتر
نہ بیٹھے کدھیں کھان پانچے سر پر
رتی کوئی نہ مول لے گا نٹ کھول
سبھی استریاں ایک لکرای نہ پاک
نہ گھن کیت کے مک ستو رجھانک؛
ہنولار نہ کتیلی پرن دیہہ گانٹھ
نہ سرباز کرنا تیسے پاج کوں
گلکت کے کیا او پنج تل پر تھمیں
کریں دشٹ نس کام پر انگ پر
رہے آس کر جرم تج پائے تن
مرے بھوک پر دار اور دانواس

یوسف زلیخا

۹۸۸ھ اور ۹۹۳ھ
م ۱۵۸۰ء اور ۱۵۸۸ء
کے درمیان لکھی گئی

از

احمد گجراتی

داستان یوسف علیہ السلام تولد شد و پرورش یافتند

پچھلے جوگ جے تھے سب یو جن ہار
پھیلے کیاں کھیں خبراں سم اچار

کہ جوں یوسف بڑھے نت جیو دواں چاند
رہے ان سوں نپٹ یعقوب دل باند

نین ہیں نین پتلی کر دیناٹھار
سبھے پنگھڑیاں تھے موند بیانیں کی دار

ایسے تلتل یوں پرتوں سوں دیکھے
جو ہلتل ہوئیں سب پنگھڑے آ دیکھے

کہیں یعقوب تھے آنگن میں تھام رکھ
جو اس پر رشک کہ طوبی کرے دو دکھ

لگیاں ڈالیاں جو ناڈیاں تھے انبر
فرشتے جوں پنکھے ہو ڈال اوپر

کرن تسبیح جیسیاں سرو بیتر
جو اس ہر جیب پر کئی لاکھو دفتر

کھڑے جم جوں قرات میں نمازی
جو اس کی چھاؤں بچھے سو فرازی

ڈلے جوں ورد سوں مست ہوئے عابد
نہ بولے جوں کہ عارف پائے وارد

جو ھاں فرزند ہوئے یعقوب کے گھر
اسی ساعت پھٹی یک ڈال اس پر

بڑھی وہ ڈال اس فرزند سنگات
برابر ہوئے اس فرزند قد سات

تو بالغ ہوتے لک فرزند کوں پال
عصا کر ہات میں دیوے وہی ڈال

ولے یوسف ہوتے جب جگ اجال
نہ ان سانت اونچی اس جھاڑ کوں ڈال

کہ تھا یوسف اتے اچھا جیو سورنگ
کہاں لکڑی کوں ہوتے جیوں سوں سنگ

جو بھایاں تھے چھپا یک رات یوسف
کہیا یعقوب کے سنگات یوسف

کہ اے میرے جنیا باپ ات مہربان
خدا تیرا کہیا مانے سبھ مان

دعا کر اس خدا کے دار منج تئیں
جو پاؤں سرگ بن تھے یک عصا میں

جو میں سب عمر میں اس تھے مدد پاؤں
سرافرازی منجے اس تھے ہوتے ہر ٹھاوں

جو غالب ہوؤں سب بھایاں پر اس تھے
ہر اک جھگڑے میں دشمن پر ہوو اس تھے

دعا کرنے کو جب یعقوب بیٹھا
لگیا مانگن جے کچھ مانگیا سو بیٹا

فرشتا یک اتر صدرے تھے آیا
زبرجد کا عصا سنگات لیایا

نہ کچھ اس تئیں بڑائی کوں لگے کام ‌‌ ‌ نہ تیشے ہور آرے سوں لگے کام
قوی سٹکا و لیکن مول کوں بھار ‌ سبھہ جگ مل کر اس تئیں سیکار
کہیا بھیجا یہ ہے تحفا خداوند ‌ جو اس تئیں تج کہیا تھا تج فرزند
دکھے ہر ٹھاوں اس فرزند کوں تھا نب ‌ منڈپ تئیں بھاگ دولت کی ہوئی کھانب
جو یوسف اس عصا تھے تقویت پائے ‌ ادیکھے دل اپر دکھ ٹھونبے کھائے
حسد کے جھاڑ دل کے بن منیں لائے ‌ ولے سیوٹ کھٹے بن کی اوبھل کھائے

یوسف در خواب خندند و پدر او پرسید یوسف را خندہ چہ

نہیں جگ میں عجب کچ سوتے سنسار ‌ نین موند اس میں دیکھیں سر و سنسار
نین کھولے نہ دیکھیں یاج یک رخ ‌ نین موندے دیکھیں یک حال لکھ رخ
ستا ال میں انبر دھرتی بھولن ہار ‌ جو اتنے میں نہ سکے کوئی یلک مار
جسے کوئی جگ جاگتے کرتے گدائی ‌ کرین سپنے میں ہو تیک بادشاہی
ستا سپنے میں راجا جاگتا ہوئے ‌ سدا سپنے میں بھوگی ایک تل سوئے
سبھہ جگ جاگتے جے کچ کرن ہار ‌ ادل آخر سبھہ سوتے دلسین ہار
زلیخا مصر میں سپنے تھے آئی ‌ جے کچ ان کھیکی سپنے تھے کھائی
سو یوسف بھی سپن تھے کھیکی کھائے ‌ نگر کنعان سٹ کر مصر کوں آئے
جو سکھ سوں یک رین یوسف ستے تھے ‌ سو بیٹھے باپ وہ مکھ دیکھتے تھے
ادھر بیٹھی ہنسی میٹھا ہنسا یوں ‌ جنک کے من منیں پرتوں شور اٹھتے یوں
اٹھیا جو جاگ کر جوں بھاگری آپ ‌ ہنسی کیر اسیب پوچھیں لگیا باپ
کھیا سوتے دیکھیا تارے اگیارا ‌ سورج ہور چاند ستیں ایک بارا
جو وہ سجدہ کیتے سب میل کر منج ‌ کیتے تعظیم اپیں سر دھرت دھر منج
جنک کھیا نہ کہ یو بات توں پھیر ‌ جپ اچھ کٹ سوں نہ کر تو گرٹ باہر
بھوکدے بھائی جسے یہ گٹ بجھیں گے ‌ تج آزاراں کیتے جیلے سجیں گے

جس لے سو نا حیلے تھے ہوئیں گے بے تاب　　کہ بہہ اتم دھرے تعبیر یہ خواب
نہ فارغ چھوڑسیں تج یہ فتنہ اس　　سدا ہے سو عصا ہوئے لگا سہس کن
اول تاکید سوں یہ پند بولیا　　پچھیں تعبیر جے کچ ہے سو کھولیا
کہ دے گا فضل سوں تج رب عزت　　سچا تعبیر خواب ہور بھاگ دولت
ایکبارا بھائی ہور ما باپ تج کوں　　کریں سجدہ خدا کیرے رضا سوں
وصیت یوں کتیا اس کوں جنک تو　　ہوا لیکن جو کچ لوڑیا خدا سو
جو یوسف جا کہیا یک بھائی سنگات　　سو وہ کہیا سبہہ بھایاں سوں یہ بات
بڑے بولے کہ جن گٹ دو منیں تمنے　　سو تل میں ہوئے پرگٹ جگ سن جائے
دلے اس دوتی کوں دو ہونٹ کر جان　　کہ یوں بولے حکیماں جان سبحان
جے کچ گٹ دعتے ہونٹاں تھے بھر ہوئے　　نہ لاگے بار کچ سنتیں سبہہ کوئے
پنکھرو پنجرے میں تھے چھٹے جیب　　پکڑ سکیں جو اس کوشش کریں سب
دلے منہ تھے پڑے جے گٹ باہیر　　نہ سکیں کوئی چھپا یوں اسے پھیر
جو یک منہ تھے پڑے جگ منہ میں جے بات　　کوا کھل ایک جون سمدور تھے سات
سکیں ڈھابین کوئی کا منہ سبہہ کوں نکے　　نہ سمدر رکھ بندھن کس کوں سکت ہوئے
کہے یوں سب بڑے انتر بچار کر　　جو سر لوڑے سلامت گٹ چھپا رک
جو یوسف تھے خبر یوں بھائی سب پائے　　لگیا سینا بھین غصے تھے تنگ آئے
کہے یوں کیا ہوا ہے اس بڈھے کوں　　جو لیوں بھولیا رہیا ہے یک نخنے سوں
کچ اپنا اب ہور نشٹ اس انہ سوجھے　　نہ کچ ہمنا بیتیاں کی قدر بوجھے
کیتے نت بتیا ہے جھوٹ قصے　　جو اس کسوت سوں آپی خوب دیسے
بھوتیک جھوٹ نت اچاوتا ہے　　بچارے اس بڈھے کوں بھوندتا ہے
بھلاتا اس حیلے مکراں ستیں نت　　تڑاتا نت ہمن تھے باپ کا چت
مراما [illegible] ہمنا تجے باپ جو تس　　سوا تنے اس برائی آجھوں نین نس
منگے جے سب ہمیں اپنے سرح آئے　　پڑیا سجدے سوں بھوئیں پہ سیس بچھائے

نہ یہ لوڑے ایکیلے ہمنا تھے — منگے سجدے الیس تیں باپ ماتھے
نہ جگ میں کوئی منگے ایسی بڑائی — نہ کس سر جھوئیں دھریں ماں یا بھائی
جنک کوں جم ہمیں سیوا کرن ہار — جتک تھے ان سو آپ سیوا منگن ہار
کریں جنگل میں دن سارے شبانی — کریں نس جاگ گھر کی پاسبانی
بھرم اس کا ہمن تھے دشمناں میں — شرم رہا ہے ہمن تھے دوستاں میں
مگر جیلے بن اس تھے کیا دیکھیا ہے — جو اس ہمنا تھے اگلا کرم کھیلا ہے
ہمن کوں اب ضرور آ کہ لگیا یوں — جو دیکھیں آپنی تدبیر ہو کیوں
ترت کام آپنا کرلیونا خوب — ترت کانٹا کھرسٹ دیونا خوب
سلے سینے میں کانٹا ہو ہمن کوں — پکیا سینا سیلے کب لاک اچھوں
بڑا ہومیگا اگر یہ باپ کے پاس — کریگا باپ تھے سگلیاں کوں نراس
اپتائیچ دیکھنا اس کا ن تدبیر — درنگ کرتیں نہ فرصت پاوسیں پھیر
صبا کا کام بہتر سارنا آج — نہ رکھنا آج کرنا سو صبا آج
جو مو لکے کوں ایاڑن لوڑنا کوں — نہ چھوڑیں روکھ بلوند ہوتے لگ اس کوں
سکے بن زور جب مو لکے کوں آیار — نہ سو بلوند تھے ہلسے جو ہوئی جھاڑ
قراریوں جب دیتے تدبیر کارن — سبھہ یک ٹھاوں مل بیٹھے بچارن

خبرِ خواب برادران شنیدند و حسد کردند از یوسف

جسے کچ مشکل جو عاقل کوں پڑی آئے — جو عقل اس میں نیٹ حیراں ہو جائے
براۓ بدمیلا اب بدسنگات — جو آساں ہوئے مشکل اس ہو دسات
بڑے گھر میں جو یک دلوا نہ ہوئے بس — اجالا ہوئے جیسے دیوے لگیں دس
دلے سچ ہوتے ستونتاں میں یہ بات — جو اتدشیں نہ وہ سیچ باٹ ہرجات
جہاں بابی جو بیٹھے میل در چار — ادک ہوئے سہس گن باپ نس بچار
ملیں جب کئیں جتنے یک جیاں کے سب — جسے کچ ہے جیاں انو کا ہوئے ادک تب

ملیں جب کیں جتنے یک خیال کے سب | جے کچھ ہے خیال انو کا ہووے ادک تب
جو بیٹھے بھائی یوسف کے بچارن | کہ کیا حیلے کریں یوسف کے کارن
یکن کہیا اسے نا مارنا کت | جو حسرت سوں ہمیں اس تھے مرنت
جو ماریا جائے چھپار ہے نہ یو گھٹ | کہ فریادی نہ ہو سکے موا اٹھ
نہ جیو تا چھوڑ بیریا کوں جو سنپڑے | کہ تج چھوڑے نہ وہ جب بات انپڑے
یکن بولیا خدا کوں کچھ تو ڈرنا | یکایک بے گنہ کیوں خون کرنا
غرض اس کوں کنارے پاڑنا ہے | نہ کچھ اس کوں دکھا نا مارنا ہے
سٹیں اس دور ایسے یک جنگل ماں | جو اس میں بن حسرت ہور باگ کچھ ناں
نہ جھراں باج پانی پائے اس ٹھار | نہ دیکھے رات ہوئے بن کھن کیری چھاؤں
نہ روٹی روپ واں دیکھے اجت باج | نہ بن کانٹے بچھاناں لیٹنے کاج
جو کئی دن اس منے ٹھانک کرے گا | تو اپنی موت سوں بیشک مرے گا
بن اس کا جیو لیتیں آپنے ہات | ہوئے جاں کندنی تھے فارغ اس دھات
یکن کہیا ادک یہ مارنے تھے | بری یہ مرگ سب مرگاں نیں تھے
بھلا یک بار جیو لینا کھڑک سات | جو دیویں جیو پیاس ہور بھوک سنگات
دھونڈیں اب دریا نزدیک اس تائیں | اندھارے تنگ ڈونگے باٹ کی ہیں
جو ست سوداگراں اتریں وہاں کوئی | تو حاجت جب انوں کوں نیر سوں ہوئی
جب اس میں ڈول سٹ دیں نیر کے تئیں | تو پانی کے بدل یوسف کو سیندھائیں
تو وہ اس کوں غلام اپنا کریں گے | نہیں تو ٹنکڑا کر کر دھریں گے
یہاں تھے تو لیجائیں گے دور پھر دھات | نہ کچھ سہناں تھے اس تئیں نپڑے گھات
سبھ اس بات کوں کیتے مقرر | اٹھے اس کام کوں بھا کر صفا پر

درخدمت پدر آمدند پدر رضا گرفته یوسف را بردند

کیٹے کا ناٹا سلے پیٹے منیں جس | اسے کیوں نیند آئے ایک تل بس

حسد کی مار تل جن چھوڑ نہ ہوئے
سو وہ کیوں رات کو سکھ سات سوئے

انا ول ہوتے یوسف کے ادیکھے
سبہہ نِس جاگ دن کی باٹ دیکھے

دیکھایا مکھ جو سورج دن دین ہار
کھیلے کل کے اندیشے پر کمل سار

سبہہ مل باپ کیرے بندگی آئے
جے کچھ معتاد بندگی بجا لیائے

نفاق اپنے جنگ سوں من میں دھر
کپٹ کر طواقی سینے میں چھپا کر

ادب سوں باپ کے نزدیک بیٹھے
لگے یہہ دھات بولن بول میٹھے

بھلے ہو کر بہو باتاں میں آئے
سو ہر یک باپ کیاں باتاں اچائے

یہاں لگ اپڑا ہے بات لچ رچ
کہ تنگ آئے ہمیں ہو دیس گھر ایچ

ہوس ہے جی میں جے نکلیں ہوا کوں
جنگل میں جا بنڈیں دل کی صفا سوں

برادر یوسف ہے جیو کے برابر
جو مانیں اس ہمارا لاڈ لا کر

بھولا ڑوں ستیں اسکو لجاویں
جنگل کیرا تماشا اس دکھلاویں

کرو بھو تیج بھنا تھا جو کتی دن
ہمیں بنڈتے تھے سب باہیر اس بن

اسے سنگات لے جاویں رضا ہوئے
تو کچھ دل کوں ہمارے بھی صفا ہوئے

ہوا ہے تنگ دل نت گھر اچھیں تھے
نہ وہ بھی کد بنڈیا شہزادیں تھے

صبا کھر اسے توں بھیج سنگات
بنڈے گا ہور کھیلے گا ہمن سات

کبھیں اس صاف میدانا بنڈ لنگے
کدھیں اونچے پہاڑاں پر پھرا لنگے

ہوس سوں دود بکریاں کا دھالا لنگے
کبھیں ہنس کھیل سوں ادھو دو پیلا لنگے

بہو رنگ کھیلیں گے اس کر کھلا لنگے
ٹھنڈے رکھ پلنگ بندھا کر ٹیکا لنگے

سو رنگے پھول جاتن لال جن جن
کلیاں باراں جھیلاں گوند بد گن

بیچھاں گے جا تو سوں یوسف کیر سنگ
جو اسکے رنگ چڑھتیں پھول سو رنگ

ہرن اور دوج پاڑ ڈ مار پاڑیں
ٹھرٹ ہو پاگ کا کالج اُپاریں

تماشے سات ایسے یوں جو کھلاویں
گمت اس کوں اپنوں کن شاد پاویں

جتنے جاویں سوں شہزادا ان کو دھریں
نہ بن ہنس کھیل انوں دلشاد کریں

انوں تھے جب سنے یعقوب یہ بات
پھرائے مکھ نہ مانے خوب یہ بات

کہے اس کا لیجاون منج نہ بھاوے — کہ بھوتیک یہ اندیشا منج ڈر آوے
کہ اس جنگل میں ہے بھیڑیاں بھوتیک — بھنے کوں دیکھ کر کھا دیں یکایک
ہمیں سگلے سو ہویں کھیل کے فام — تمن انجان تھے ہوجائے یہ کام
جے کچھ آزار اس کے تن اُپر ہوئے — سو وہ منج جیو کے جیون اُپر ہوئے
جو یاتر سنے وہ دس منتر کار — ہر یک منتر سوں کام اپنا لیسے سار
کہے دس بھائی ہم ہیں باگ بلوند — جو یک تنکا ہمن کن باگ کے ڈند
بھرت کیا ہے اگر جے باگ آدیں — ہمیں اچھتیں کہاں اس لاگ آدیں
بھرت تھے بھائی کوں جی دکھ نہ ہیکیں — تو جتنیا نکے سوں کیوں بکریاں کوں رکھیں
سنے یعقوب جب بیگریاں تھے یہ بات — نہ کیتے عذر بھی دوجا کسی دھات
رسانیے جو یوسف کوں لے کر جائیں — ولے بہد آئیں تھے جے اس بھر الیائیں
عجیب بازی دیتے بازی کے بھانے — نہ وہ بازی نیچھے یعقوب سیانے

برادران یوسف را بردند و در چاہ افتادند

دھریں جے کوئی دنیا میں آ دبنیاد — کریں دنیا تھے نت فریاد بن داد
نہ اس کے مکر ڈونگے کس بچھا جاتے — وجیت سب کوئی کرمت کس میں بھاتے
بڑے اس کے دغا کے بائیں میں جن — نہ کد نکلے غطے کھا کھا مرے تن
دنیاں کے مکر کی بائیں تھے کر تار — ہو الیوسف کے حق دایم نگہدار
جو یوسف کوں دیتے بھایاں کے سنگات — چلے لے کر کرن یوسف کے تیں گھات
اچا لینے ایسے ہنستے ہوس سات — لیجاوے میگ کوں جوں بھرت اس سات
جہاں لگ باپ اسکو دیکھتے تھے — یکیس کے گود تھے یک لیوتے تھے
یکیں کھاندے پر اپنے بسیلاتے — یکن بیار وں جکل سینے کوں لاتے
یکن چومے پیشانی بھی ادھر دھر — نین اس کے چرن رگڑیں نین کر
نظر تھے باپ کی غائب ہوتے جب — بھوت اس پر جفا کرنے لگے سب
سٹے کھاندے سر تھے سارن آپنا ہٹ — دیسے بھتریاں میں ہور کانٹیاں منین سٹ

ننگے پاؤں سوں کانٹیاں میں چلاتے
عبث ایسے پاؤں کانٹیاں سوں چیراتے

چُبے کانٹے جو چیرے گے سو پگ مانئیں
پھُلوں پھنکڑیاں کی جوں کانٹیاں سوں کھونٹیں

جو کُچلے جائیں اس پتھروں منے پاؤ
سُنا جوں چور ہوئے پتھریاں کیر گھاؤ

جنوں تلویاں کو پھولوں چھاؤں جو بے
پتھر کانٹیاں تھے لوھے مان ڈوبے

بھری اُس چرن کے لوھے سوں دھرتی
کیا رور رو رکت مکھ لال کرتے

چرن یوسف کے جس بھوئیں پر جو آدے
سو وہ بھوئیں سُرخ روئی کیوں نہ پانے

پچھیں پچھیں جو یوسف بیٹھ ساریں
نکے مُکھ پر جو اُٹھے ہات ماریں

کریں جب نیل آچھے مُکھ اپر بھار
کنک جوں سُور بھی پایا جیند رسار

انوں میں جب کسی تھے جائیں اگل
گنداویں بیٹ مُکھیاں مار کوچل

کھنڈیاں کا بھار مکھیاں کا ڈھون ہار
ہوئے وے بیٹ جیوں تپے پیر ہن بھار

انوں تھے جب ہوتے با زو بیا پر
مروڑیں کان ماریں گال اُپر

اوجیکا دور جی زاری سوں بھاڑنے
ان اس پر پاؤں بیزاری سوں بھاڑ جو

دھریں زور نے سوں جس کے پاؤں سنیں
ہنسے تب مرے کُٹن ہو پاؤں دھرسیں

دُکھوں تھے عاجز آکر جب پکارتے
وٹا دیں کوپ سوں ماریں ہنکارے

اٹھیا اڑ راجو توڑیا آس انوں تھے
بھریا مکھ میں رکت رو جا سنوں تھے

پچھاڑی کھا پڑیا لڑتا دھرت پر
سیہہ تن ڈوب رھیا مانی رکت بھر

ڈوبے انجھواں منیں سروانگ کا پنیں
کینے کرباں سوں جوں سورجگ میں

غریبی تھے کلیجا پھٹ کے لھو ہوتے
نہیں اس کوں کوئی سن ہار وان ہوتے

جھلیا دکھا کوں تھے دل جھل جھل کرن ہار
ہوا بیت سیتی جھل کر مرن ہار

نہ کوئی اس کو تکو ڈر کر کہن ہار
نہ کوئی اس بھاؤن سیلنے لا رہن ہار

بکس تھے یک اَدک آزار دیویں
نہ کوئی دھرک سیتے آدھار دیویں

سٹیا دھرک ہوا پیٹ تر آدھار
ترختا باپ کوں کیوکار لیوکار

جیا کیچ تلملاتے بلبلا وے
نہ کچ اس پر کسی کوں مہر آوے

چلاتے تین کوس اس کو انوں دھات
جو گئی باپ سوں ہورا و گنو مات

جو پائے بائیں اتنے میں یکایک — کھڑے رہے وہاں سو بائیں کوں دیک
اندھاری تنگ سانپوں سات سنپور — نہ ہوئیے اس دھات بن کافر کیرے گور
نہ اس ڈونگائی ڈودنگے فکر میں آئے — اسے دوزخ کیرا کٹر کا کھیا جائے
بھرے سب جو کر منڈک کھینکر لیاں سات — سڑیا چیکٹر گندا پانی بہور دھات
جو کوئی جاکر کھڑے ہوئے گنبھ اوپر — ایسے کو نڈن ہوتے دم لے نہ سک کر
سبہہ وہ بائیں یوسف تئیں جو جونے — نپٹ بکسن لگے یوسف جو سونے
جھنچ اڑا اڑا اٹھیا فریاد کر کر — جو یوسف کو گلے وعل موم پتھر
کرے نرمی انوں سیتی جتے دھات — انوں ہو تئیں نپٹ کر ملوے کیتے دھات
پھیرنے کاڑ کر لیتے نشگا کر — دسیتے تن جوں سورج میگھن تھے کھن پر
سڈول اچھے نرم دو دو ند بیکے — جو چھیلے جائیں ریشم تھے سرک کے
سو بالوں کیا ان جو رسیاں سات نرلے — لگیں اس دنڈ پر تیریاں تھے کڑ لے
کمر اس کی جو باریک بال کی دھات — کیسے اسکوں بھی پالوں یا دھریاں سات
اتارے بائن میں راسریاں لبیا جھوڑ — سو آدھے دور تھے اس کوں دیتے چھوڑ
پڑی بائیں منیں سورج کیری چھاؤں — سو ہوئی وہ بائیں اپی سورج کیری چھاؤں
اپر پانی تھے کڑکی کوں بھترا ایک — جو تھا بیٹھا اس اپر جائے پل دیک
رتن مانیک واری اس بھتر پہ — جو بیٹھے یوسف اس پر پاؤں دھر کر
وسیے اس نور تھے اچھا ہوئے بھترا — کہ جوں سورج تھے پانک ہونے کنکرا
کھلیا اس بائیں کا انکار کالا — کھید پیریا رات کوں جوں سورا اجالا
مہکتی باس مہکلے انگ کی یوں — جو ہوئی وہ بائن نافہ مشک کا جوں
ادھر امرت ادھر کی چھاؤں پڑکر — ہوا وہ نیر سب جوں شہد شکر
جتے کیرے پتنگے لیس بھرے سب — بھرے سرد نگ امرت اس دکھیے
یکایک جبرئیل اتنے میں آئے — یکیلی بن تھے یوسف کوں چھوڑا اسے
جو تھا تعویذ یوسف پانہ باندھیا — سو تھا ایک پیرہن اس ٹھان باندھیا
جو وہ پیرہن سرگ تھے اوترایا تھا — سوا ابراہیم انگ اپنے دھریا تھا

جو اسکے انگ میں وہ پیرہن ہوئے | سو اس تھے آگ اسے سنگار بن ہوئے
سو اس تعویذ میں تھے کاڑ پیرہن | بنائے جبرئیل یوسف کیرے تن
پچھیں یوسف ستیں یہ بات کیتا | کہ خالق یوں بشارت توج دیتا
کہ توں جس تھے دیکھیا ایسے بڑے دیس | انوں کوں توں دیکھے اس تھے بڑے بھیس
سرن ستیں سبہہ تج پاس آویں | تیرے صدقے وہ جھن آس پاویں
جے کچ کیتی جفا تج پر جو مارے | چھپائے اپنی نشاں ان کوں بچارے
توں تو ہر بال بال ان کا پچھانے | انوں یک بال تیرا لو نہ جانے
جو یوسف سوں کہتے یہ بات جبرئیل | رہے سب دیکھ بسر کر جوں کمل کھیل
رہیا پھر اموک تخت کہ ہوئے | جو اس پر وہ اکیلا تخت شہ ہوئے
رہیا جب جبرئیل اس ہو سنگاتی | رہیا غربت بسر اس پائے ساتی

یوسف در چاہ سہ روز ماندہ بودند جبرئیل ہمراہ بودند

جو یوسف تین دن تھے بائیں بھیتر | سو جیو تھے دن جو نکلیا سورا نبر پر
مدینے تھے بڑے سوداگر آکر | وہاں اترے سبہہ ڈیرے دیلا کر
نہ تھی نیری انوں ادیں ہور یک بائیں | ایسی بائیں کوں آئے نیر تائیں
پھیلے نیکے جنت یک مرد آیا | سو امریت نیر سیندھن ڈول بھایا
کہے جبرئیل یوسف کوں کہ اٹھ بیگ | بھگا بیاس انکی تج درسن تھے جوں میگ
سورج دن دیپ ہو کر داؤ میں جا | کیتا اس مین راسی ہیں لیچھے گا
کہ اس بائیں کے کنٹھ آ جیت جھانا | نکل جوں سور ہو کر جگ دیپانا
کہے جبرئیل جب یوسف کوں یہ بول | تو بیٹھے ڈول میں سٹ اپنا تول
جو کھینچیا ڈول کوں وہ مرد پرپل | پچھانیاں جے نہ اپنا بھار ہوئے جل
کہن لاگیا لگے بھار آج یہ ڈول | نہ ہوئے اس ڈول کو لایا تھے یہ تول
جھکا ڈیا ڈول اس بائیں منیں تھے | لگے دیدے پھرت اس دیکھنے تھے
دیکھت وہ مکھ یا بشریٰ کہہ اٹھیا | خوشی سوں دھن بیان امول لوٹیا

پڑے بھاگ اس جو پاوے مال کا ڈبیا / سو وہ یہ بھاگ کا دھن جیو کا لڈیا

جتا دھن ہو نہ پاوے جیو کا حول / سو جب جیو مل نہ ہوتیں یوسف کیرا قول

ادک دھن جیو تھے جب ان جو دیکھیا / سو سب جیو سنے کار اس کوں نہ لیکھیا

خوشی تھے پھگ پھلیا جوں پھول کھیلیا / کہ اس جنگل میں کھیلیا پھول میلیا

چھپا کر گٹ ستیں ڈیرے لیجا کر / رکھیا یک ٹھاوں اسے بھوتیک چھپا کر

سنیجی یہ پانچے جن گنج پاوے / چھپا کر جے نہ راکھے رنج پاوے

اجھوں بھائی کیتیک بیری لہے تھے / تفحص تیں ایسے نیڑ رہے تھے

کہ آخر ہوتے کیوں اس کا سرانجام / نہ دوجا اس تفحص باج تھا کام

سو اس سوداگراں کیری خبر پائے / مکر سوں ڈھونڈتے تیتوں مانی کن آئے

جو یوسف کوں پکارے / نہ ہونے باج گر جن بائیں کیرا

چلے سوداگراں ستیں جھگڑنے / انوں پر مدعی ہو کر پکڑنے

کیتے یوسف کے تیں اس سات بہت جھوٹ / سو پائے آن پاس تھے یوسف کوں سیو

سو پکڑے اس کہ یہ بندا ہمارا / نہ کچھ ہتو نت ہو سیوا تھارا

نہیں کچھ بندگی میں دھر کی دھات / چکاتا کام ستی سات دن رات

سو آخر کام تھے بھوتیک کچوائے / چھپا اس بائیں بھیتر تھا اس کر آئے

ہمارا ہے ان آخر زاد لیکن / نہ اب تدبیر ہے کچھ بیچنے بن

کتیا کاہش کریں نت او تھا اس سات / نہیں باٹ آوتا ماریں جتنے دھات

نہ کچھ بیکیاں کیری پیروا ہمن کوں / جتنے تھوڑے کوں نگیں دیں تمن کوں

نہ کھوٹے باج کچھ پیکے ہمن لیتیں / جو یہ کھوٹا بندا ہم تھے تمیں لیں

کھاڑیا پائیں منیں تھے جن جوا بخت / خوشی سوں مول لیتا مفت دیکھ سخت

کھرا سودا لیتا دے دام کھوٹے / جگت میں دھن پھگت تیوں کوئی نہ لوٹے

سورج کوں ایک ذرے سوں لیتا مول / لیتا امرت ہور ٹھکر پال دیتا مول

ہوا یوسف کے تیں دے دام مالک / سو تھا اس تیں جگت میں تمام مالک

پچھیں سوداگراں لادے سبھی بھار / ہوئے سب مصر کو دھن جاونے سوار

مالک یوسف را در چاہ بیرون کردند در ڈیرہ خود نہادند

جو مالک پالیا بختیاں تھے برسن
لیتا من چت پرس یوسف کے درسن

اجا یار سیں اس چڑ کھن تھے اوپر
نہ ٹھیرے پاؤں شادی تھے زمیں پر

چلن لاگیا اتالی سوں بہو تیک
کرن لاگیا بہو تیک منزلاں بیگ

جو مالک مصر کے نزدیک آیا
سو شہر مصر میں بہو تیک پایا

سبہہ اس شہر میں ایسی خبر تھی
کہ مالک پھیر کر آیا سفر تھی

لیکر آتا ہے ایسا ایک بندا
جو گھٹتا دیکھا اسکا روپ چندا

. . . تین انبر کھوے رکھے ہیں
نہ ایسا روپ کد بھوئیں پر دیکھے ہیں

خبر ایسی جو پایا مصر کا رائے
اٹھے اس کی خبر سہہ رشک میں آئے

کچھے میرا نگر سو کہاں خوبی
بھلے مصریاں کوں حوراں ہوئے توبی

سرگ بن کے جو پھول تانے کھلیں تھے
سو ان کا مکھ دیک پر توں جلیں گے

عزیز مصر کوں کھیا کہ اب توں
نکل مالک کوں سامن ہونے کوں

نظر سوں دیک اس نیکے نکھنے کوں
لیکر آ اس دیکھاون ہمنے کوں

عزیز مصر جب فرمان پایا
سو کوچ کر سامنے مالک لگ آیا

دیکھا یوسف کو دھن وہ ایک تعجب
یکایک ہو رہیا وہ بے خبر تب

نوایا سر کہ مت سجدہ کرے اس
بھو تعظیم سوں سر بھوئیں دھرے اس

ولے یوسف سر اس کا آپ اچایا
کرن سجدہ الیس کے تیئں نہ بھایا

کہ یہ سر تو نہ دھر بن اس کے بیدار
جو را کھیا سر سوں تج گردن پر الکار

عزیز اس بعد مالک سوں کیتا بات
کہ لے چل شاہ کن یوسف کو سنگات

کھیا بن شہہ کن آئے کیوں سری گا
خریدار ایسے کوں شہہ بن کون کرے گا

ہمیں جو آئے سو شہہ پاس آئے
ولے اب تج تھے ہم یوں آس لائے

کر دن چار اک ہمنا کوں رمنا ہوئے
تو تنہا کوں بھی آتی نیں صفا ہوئے

گھر تیک دور تھے چل آئے ہیں ہم
ہوئیں آسودے جو لیں چار یکہ دن دم

آتا ریں ماندگی جاگیں لنگھن کی — دھولا دیں کپڑے ہور گرد تن کی
صفا پا کھے سوں شہہ سیوے کوں ٹانکیں — خوشی سوں شہر کی رخ پا ترا کھیں
عزیزا ایسے بچن نیکے سنیا جب — پھر پا راجے کیری سیوے کے تئیں تب
کہیا شہہ سو جو یوسف روپ کیرت — جو جا کے من میں شہہ کوں آگ غیرت
دنیا پیر روپ جے سب روپ نیکے — جو سورج سو نکھیترا ان کے لیکھے
کھڑے ہوئیں سبہہ بازار میں رست — جو چھوڑیں دیس کا بازار ایک ست
اجالا جوت ادک فلیتوں کوں دلتے — اندھارا رات کا اندھار پھاٹے
حریری کسوتاں سب ازر نگاری — سُنیا جو ہر جیڑت سو رنگ بھاری
کہ جوں بازار میں یوسف کوں لیاویں — یہ سب بازار یوسف کا جھکاویں

مالک بعد چہار روز یوسف را غسل دادند در دریائے رود نیل

جو جو تھا دیس وعدے کا جو آیا — سورج کھن نیل کنٹھے پہ سیس اچایا
کھیا یوسف کوں مالک لے سہن ہار — کہ توں اب نیل کنٹھے پہ آ سورج سار
سو گند باس انگ کیرا میل کر دور — جو دیسے دیہہ سب نرمل نکھل نور
بدیم بگ کیہہ پر مل مرگ مد سوں — قدم کر چھوڑ سکلے نیل ند کوں
سو مالک کے کہے پر وہ جگ اجال — دیپیا پاند کوں چھاؤں آپنی گھال
جھمک دوتی جو بالوں پر تھے کھینچیا — سورج اندرے میں تھے لنس کا کرایا
لگایا کپڑے ات صاف تن تھے — کھلیا جوں میگ سورج دن دین تھے
جو باندھیا نیل کا تہبند کالا — میلیا جس رات سوں تن دیس اجالا
جو سب جگ دشٹ دانشا روپ کا نور — کہے انبر تھے مت آیا اتر سور
یہ جانے جی کہ سورج تھے ادک ہوئے — نہ دے یہ جوت جو سورج نزدیک ہوئے
جیوں لے دین سورج ڈاتن ہارے — چھپے اس تھے سورج تھے جوں ستارے
جو شہہ اس دیک خبر اپنی گنوایا — خبر اس روپ کی اس وقت پایا
ہر لے لوگاں تھے ایسی سچ خبر ہے — کر دیکھے ہور سنے کوں بہہ اثر ہے

پچھلے شبھ خبر اس روپ کی سن — نہ مانیا سچ کرلا کھوں میں یک گن
جو اپنی دشٹ سوں وہ روپ دیکھا — سبھہ جگ روپ تل یک بچ نہ لیکھا

بوقت آمدن یوسف در دربار بادشا زلیخا را معلوم نہ بود

جو یوسف آدتے تھے باٹ لگ جب — نہ پائی تھی زلیخا وہ خبر تب
ولے جیو کوں اکو جا بتیا کیا تھا — ہوا تکھ گن برہ جبتا سوا تھا
ہوا من مت کے تئیں من اتِ اتالا — ادِک ہوتے تلمل جیو کا الالا
نہ سوجے اس کہ اسکا کیا سبب ہے — عجب راہی کہ یہ حالت عجب ہے
کری بھلا لیوں تلمل کیتے چھند — ادِک ہوئے دکھ کرے جیح کچھ چھند بند
اچاٹیا دل نیٹ جب گھر اچھین تھی — چلی بھلا لیوں جنگل سنڈ ن تھی
ہوو تیاگ کی دیر اک سیتی — کیتے دن لاگ جنگل میں رہی تھی
دکھوں دنواس لے جنگل میں پھری — ولے یک تل برہ بھڑ کا نہ بھڑی
جو اس ایک تن کی تنگی تھے اٹھی آگ — سوا گلے کیوں نہ تیوے ڈونگر سبھہ لاگ
عجب تنکا جو تن یوں جلتا ہوئے — جو اس آگوں تھے سب جگ جلتا ہوئے
جرم جلتا اچھے پھر لاکھ نا ہوئے — نہ تنکا جگ میں ایسا دکھیا کوئے
بجھاون آگ برساوے انجھواں مینہ — بجھے ڈونگر نہ بوجھے جلتا دیہہ
میلاوے اسباب دا شادی کیرے سب — ولے اسکوں اچاٹ اگلا کرے سب
نچنتک تلملی ہور چٹ پٹی تھی — نہ چک سکھ تھا جہاں بیٹھی اٹھی تھی
ہو جھاڑے جھاڑ پھر پھر وا ز آئی — نہ کس سوں دکھ تھے بن دکھ پھل کھائی
سو پھر گھر کی طرف جب رخ پھرائی — جڑی ہو دج میں ہوا وندن چلائی
نگر میں آئی جب اب گھر کوں جاون — سو تھے اس باٹ شہہ جھجے کے سامن
تو اک غلغلا ہور طور دیکھی — نہ دیسا شور بھی کس دور دیکھی
لگی پوچھن زلیخا ہوئی حیران — کہ یہ کیا شور کس یوں لوگ پریشان
کچھے مالک سفر تھے پھر کو آیا — سو کنعان تھے غلام یک وہ جو لیا یا

سو اس کے روپ تھے حیران ہے جگ / لہذا اس کوں اسی کے دھیان ہے جگ
جو کیج لکھو سورج اسکے سامنے آویں / نہ یک ذرہ کیرے مولوں بکاویں
زلیخا سیتی اجیا دیکھت بچھانی / کہ ہوتی یہ ملکھ الپس جبکی دیوانی
سو کچھ اڑ اُٹھے ان کو خبر تھے / جو اس تھے جگ سنے کر جن انیر تھے
بچھاڑی کہا پڑی بے سدھ ہو کر / پڑلے جیو ڈب الپس تھے ہات دھو کر
ترت وہ اونٹ وال اوٹھن چلائے / اسے اس کے محل لگ انیڑ اٹھائے
وہاں جب جکھ زلیخا کوں خبر آئی / لگی پوچھن اسے بہہ جیو سوں دائی
کہ تیرا حال کیوں ایسا پریشاں / منجے کیہ کھول میں بلہار قرباں
کہی لسے مائی میری کیا کہوں میں / دیکھی پیو کوں اب اس بن کیوں رہوں میں
تھا کنعاں تھے مالک جو لیایا / جو سارے شہر میں وہ شور چھایا
جو سب جگ تھے سنی اسکی خبر توں / خبر سن کر جو دیکھی بھی نظر سوں
وہی ہے ساج میرا من مہانا / اسی کی پنتھ دھاوے من پرانا
نہ میں اس باج مانگوں جیو اپس تن / نہ میں اس باج مانگوں جیو جیون
سپن میں جلو دیکھی سو یہی ہے / سمت میت کر جو سیکھی سو یہی ہے
دھرن تن تاب میں سنتاپ اسی تھے / غریبی لے سٹی ماباپ اسی تھے
اسی سے جیوتے مرتے سہے ہوں / اسی کی آس تھے یہ دکھ سہے ہوں
یہی منج کوں ہوا ہے آج مشکل / جلے تل تل اسی ڈر تھے میرا دل
کہ میرے جیو سوں کیں آنگ سنگ پلائے / اس اندیشے تھے میرے جیو پر آئے
میرا انزل جیدا کس لیں جگا سے / سورج جوں دیپ ہو کس دن دیا سے
نیں کس کے ہے سو کس نیت اس گھر اشتی / محل کس کا ہووے اس تھے سرگ بن
رکن اس کن آہی سنیت سراگا / رکن اس یک کیہ آپ نیں بھراگا
میں اس تھے آس من کی پاؤں یا نہ / نیکے تلویاں کوں پینو لاؤں یا نہ
جو لو چھین جائی وہ توں کائی جلتی / بچھائی ہے نہ کچ تدبیر چلتی
برہ کی آگ پی بن کن بجھا دے / دو جا پیہ کوں ملاوے تن بجھا دے

کبھی اے شمع سوز اپنا چھپا رکھو   تجے یہ فکر سیوٹ ہوئے مبارک
جتن رکھو صبر کیلی آپنے پاس   کھلے گا بیگ تج اس تھے کلف آس

دردربار بادشاہ آوردند یوسف را برائے خریدی بہا کردند

سو دیس وہ دیس امرت بیل وہ بیل   جو میٹھا لال پل دے یہ لبس میل
میلا وا سو رتھے ہوتے دیس اجالا   کھلے بچھڑے کیرا اند کار کالا
جو سب مصری ہوئے یوسف کے موزرت   سبہہ اس مول لیون تیئں رکھے چیت
جیسے جس پونجی جو دست رس تھا   سو اس تیئں خرچنے تئیں ان ہوس تھا
کہیں جے مصر میں تھی سو بڑھی یک   جو اس نہیہ تھے پریشان ہوئی تھی تیک
نہ سیکے تھا نپ اپنے دل کی کلکوت   سو لے کر آتی دال کتیک سوت
کہی جگ سنیت اس کا مول نا ہوتے   سبہہ جگ جیو ل کا تول نا ہودے
جو ہوتے اس انگ تھے یک بال کا تار   تو مول اس کا کہوں در مگ تھے بھار
جو پاؤں ایک رج کیرا اس چرن کی   تو داردنی سنیت اس برتھوں کی
نہ اس کی مول پورت کچھ دھرن میں   دلے کلکوت اتنے تئیں کردن میں
کہ ہوئے اسکے خریداران منج تاؤں   یہی منج لبس ہو یہ سنیت اسوں پاؤں
منادی ہر طرف آواز لاتی   کہ کون ایسے تھنے کوں لیوں آتی
جو جیب اس روپ نا سکے سراون   اڈک دو جگ تھے اس یک ہی شرط پاون
ادھر امرت بچن امرت گن امرت   گن امرت نیر کے نا ہوتے ایتو ریت
انوں میں تھے تکیں اوٹھیا نگن مول   گنے ٹکیاں کیرا بھدرا بھریا کھول
جو دیکھے اس ٹکیاں کیرے گنت کر   تو ہوتے وہ تجے سب ایک ٹھیر
کیرا ایک بھدر بھی مول اس کا چڑا ہے   سو سو بھدریاں تک مول انیز ہے
چڑا آیا بھی سبہہ یک یک خریدار   کر دیرن نیشک بھی یوسف کیرے سنبھال
جو چڑا آیا بھی سبہہ ہوئے ایکن   ذرا مانگ اسکے تول جو کھیں
چڑاتے تھے اکھوڑ کیتے ایتوں بھاؤ   زیادت کر امولک بھیت اوبھاؤ

زلیخا اس قصے تھے ہوئی خبردار ۔ دو گن کیتی سبھوں سوں آپ یکبار
گیرا یک سب تن اس تھے آس توڑے ۔ ہوئے عاجز ہور اسکی بات چھوڑے
عزیز مصر کوں بولی کہ اب جا ۔ اینوں سولوں نیا اڑا کرے لے کر آ
کہیا جے کچھ مرا ہے سو دفینا ۔ شنے مانک درب دھن کا خزینا
نہ اسکے مول کا آدھار جو ہے سب ۔ کہاں میں مول سالم دے سکوں سب
زلیخا پھر جواب اس کوں دیتی جو ۔ دیوں اس دھن جے کچھ میں بی ڈھیروں سو
رتن مانک جو صندوقاں بھرے ہیں ۔ گگن پھر جوں نکھتر بیکھرے ہیں
جو یک اینک کا قیمت کریں گے ۔ خزینے کئی شہاں کیرے سریں گے
عزیز یک ادر بھی لیایا بہانہ ۔ کہ لیتا ہے اسے سٹ ہی مہانہ
زلیخا بھی کہی جا بادشاہ کے پاس ۔ سرن کر بھو تیک اس جم شاہ کے پاس
کہیہ اس کوں کر منج من یہ بڑا دکھ ۔ جو جگ میں منج نہیں ہنگر اینیں سکھ
دھروں شہہ کے کرم تھے آس ہو تیک ۔ کرے غم خواری کرے یہ دکھ مرا دیکھ
جو اس نکھتے کوں لیوں منج رضا ہوئے ۔ تو ہنگر منج ہور شہہ تئیں ندا ہوئے
عزیز اس بات کوں شہہ سات آکھیا ۔ رضا دی اس کوں پھر فرماں را کھیا
عزیز مصر تب اس مول لیتا ۔ اسے فرزند گن بھوان دیتا
خوشی سوں لے گیا اس آپنے گھر ۔ کیتے اس تئیں زلیخا من میں گھر
گئی بابیل سجنا کی پاس آکر ۔ وہ راس آتی بڑی من آس پاکر
بھری اس کی خبر شادی تھے ہو تیک ۔ پھر آتی ڈرشٹ دونوں جگ تھے آس ایک
پیارے پرنپٹ پیار آونے تھے ۔ چلی پیا ردن انجھو نینوں منتے تھے
گلے نینوں سوں کیکاڑے دوئے رگڑ ہی ۔ پیرت انجھواں سوں تلتل دھوئے پکڑ ہی
خوشیاں تھے تلتل اس ہوش جاوے ۔ امس تھے بھگ جگت میں نا سماوے
گھو دوزخ تھے جس جنت لیجا دیں ۔ زلیخا کی خوشی وہ بھی نہ پا دیں
جو پاتی بھاگ تھے من آس سنیوں ۔ ستی بھاگوں کی پیدا ہوئے معذور
گنگس سر کرن تھے پگ تل نہ بجاوے ۔ سبہہ جگ من میں یک رج کر نہ لیاوے

نہ رہیا تاب اسے جو بیک خوشی تھے ... رہی گم ہو خوشی کی بے ہوشی تے
سو حیرانی سوں پھر پھر سنگ کرتی ... کہ میں انکھیاں تھے یہ باور نہ دھرتی
کہ دیکھتی جاگ میرے کارنے جیکھ ... جو پاؤں جاگنے میں میلتی سکھ
نہ جانوں سوتے سپنا دیکھتی ہوں ... کہ جاگت روپ پیا کا دیکھتی ہوں
کبھی شُد سوں میلا واسیچ مانے ... آپی آپ مان بھوگ اپنا لکھانے
جو کئی دن برہ بس تھا منج چارا ... ملن امرت پائی اس کا اتارا
جو میں دُکھ کے اندھارے میں بسی تھی ... نہ بیٹھ سک بات اپنی سنیٹر تھی
سو سائیں جگ دیا دن روپ اجالے ... منج بیٹھ بھوگ دولت کی دکھالے
کریں ملتی شکرانا خدا کا ... کر دنیا سکھ گنوایا دکھ سدا کا
کدھیں اس دیکھ کر حیران گم ہوتے ... کبھیں گذرے سو دکھ دن یاد کر روتے
کبھی اس کو دیکھ دکھ ناؤں بسارے ... ایسے یہ حال تھا اس دیس سارے

قطب مشتری

۱۰۱۸ھ م ۱۶۰۹ء

از

وجہی

آراستن محلِ مشتری

بجد ہو کے جدو و جود دھرنے لگیا سو اُس محل کوں نقش کرنے لگیا
جو زرنیخ جیوں چاند سنا سو سور سفیداب تارے ہیں سُرخی سو نور
عطارد جِتارے کوں نیں کچھ غم کہ دھرتا اچھے ہات جو زا قلم
جو خوش ہو اُمس لیا ٹک دل منے تو لک محل چترے وہ یک تل منے
رنیٹ دھیان یک دل سوں دھرنے لگیا بکتر چتر وہ چترنے لگیا
کہیں بن بیاباں کہیں سمد بھار کہیں مرغ ماہی کہیں پھول جھاڑ
کہیں شیر شرزا کہیں گج ترنگ کہیں باز بحری کہیں یک کلنگ
کہیں بت بت خانے ہور بت پرست کہیں نار ہور پُرش یک ٹھار مست
کہیں شاعراں شعر کہتے اہیں کہیں چشمے امرت کے بہتے اہیں
کہیں ہیں ملانے کہیں ہیں خمار کہیں ہیں دیوانے کہیں ہیں ہشیار
کہیں تخت پر کوی سُتی مست ہو کہیں بیٹھے دو یار ہمدست ہو
کہیں پیر شہید ہور پیغمبراں کہیں دیو جن ہور پریاں اچھریاں
کہیں خسرو ہور شیریں یک ٹھار اچھے کہیں لیلی ہور مجنوں دو یار سچے
کہیں گاتی گاون خوش آواز سوں کہیں پاتراں ناچتیاں ساز سوں
کہیں دھترے مرغ سیمرغ سہر کہیں چاند سور تج تارے انبر
جتاریا چترو و اپس ہات سوں سنواریا محل کو کھوت دھات سوں
کیا چوک بیچ چوک اس چوک پر نزاکت سوں سنگار نازک کر
سُبھے چوک اس نقش میدان پر کھلا چاند کا جیوں ہے اسمان پر
لکھیا شہ کی صورت وہاں اُن جو آ ہلی کاند نہ جیو سب جیو پا

اگر اسگوں باتاں میں کوی کھولتا ‌ ‌ ‌ تو ہر سنگ اس کا بچن بولتا
اہیں سنگ جو اس کا اندر رنگ رنگ میں ‌ ‌ ‌ کو تاثر مسیحا اچھے ہر سنگ میں
یو تاثیر اچھے شہ کی تاثیر تے ‌ ‌ ‌ کہ جیوں جھاڑ بڈتا اچھے نیر تھے
لکھیا نقش سینسار کی نار کا ‌ ‌ ‌ کیا شہ کوں مدنا یک اس ٹھار کا
چتر جھمکے یوں شہ کے مکھ بھان تے ‌ ‌ ‌ کہ روشن زمیں جیوں اچھے آسمان تے
دیکھایا محل کوں جو مستید کر ‌ ‌ ‌ کہ ہر ایک انگلی کوں تھا سو ہنر
سراسر محل جیوں کیا بوستاں ‌ ‌ ‌ کہ جو شیکل ہوئی دیک سب دوستاں
محل خوب اعلیٰ یو جیوں سرگ ہوا ‌ ‌ ‌ دندی دشمناں کا سو جھل مرگ ہوا
اسی دائی کوں واں بلا بھیج کر ‌ ‌ ‌ کھیا مشتری شاہ کوں کر خبر
تمیں کام جو کئے تھے سو سب ہوا ‌ ‌ ‌ اسے دیکھنے کا سو وقت اب ہوا
دیکھو یک نظر اس محل کوں آتال ‌ ‌ ‌ کہ میں لی مشقت کیا اس دنبال
دھرو منج اپر یک شفقت تمیں ‌ ‌ ‌ کرو چیز میری مشقت تمیں
ہر ایک کام ہوتا جو اولاس تے ‌ ‌ ‌ سو شاہاں کی امید ہور آس تے
اگر شہ کی اچتی نہ امید احس ‌ ‌ ‌ نہ ہوتا منجے یوں اس ہور الاس
بڑا شاہ و وچھے جو کچھ دان دے ‌ ‌ ‌ نوازے ہنر مند کوں مان دے
ہنر زیاست ہوتا اچھے دان تے ‌ ‌ ‌ نہ اس کی فہم عقل ہور گیان تے
نکو کر توں تقصیر کچھ دان کوں ‌ ‌ ‌ کہ ہوتا اچھے بل دان تے گیان کوں
سندیوں ہنر پروری کا اچھے شہ ‌ ‌ ‌ نہ یاں جھوٹ کچھ شاعری کا اچھے شہ
ہنر اچھے ہنر مند کوں کیا غم اچھے ‌ ‌ ‌ جو بخشیں ہنر وند کوں سو کم اچھے
طلب ہے جو غالب طلب گار پر ‌ ‌ ‌ کرے ناز ہنر وند خریدار پر
ہر ایک خوب جان ہور خریدار نیں ‌ ‌ ‌ بچارے ہنر وند کوں واں بھار نیں
یو موقوف ہے سب خریدار پر ‌ ‌ ‌ سرا فراز کرتا سیج کار پر
ہنر خوب ہر بار ہوتا نہیں ‌ ‌ ‌ رتن پاک ہر ٹھار ہوتا نہیں
اگر مانی اچتا تو اس وقت پر ‌ ‌ ‌ تو معلوم ہوتی مری کچھ قدر

مجھے ناز کی ہے مرے کام میں ۔۔۔ سو مشہور ہے روم ہور شام میں
نہ کچھ آشنا کس پہ دھرتا ہوں میں ۔۔۔ غرض بات دنیا کی کہتا ہوں میں
توں درمیانے آئی تو یو کام کر ۔۔۔ مرے کام کا کچھ سرانجام کر
ادھر سٹ نہ دے کام توں کر تمام ۔۔۔ کہ تیری بزرگی ہے میرا سو کام
جو سمجے سو و بول کس نا دھرے ۔۔۔ بخت خوب تیں تو ہنر کیا کرے
ہنر ہور بخت جب ملے ایک ٹھار ۔۔۔ تو دولت غلام ہور خدا ہوے یار
دنے دو لو یک ٹھار آنا کدھاں ۔۔۔ ہنروند مقصود پانا کدھاں
کہ بیکھی کے تیں زور پر کا اچھے ۔۔۔ ہنروند کوں تقوا ہنر کا اچھے
بخت نیں ہنروند کوں تو غم نہیں ۔۔۔ ہنر خوب کچھ بخت تے کم نہیں
ہنر خوب اس پر جو بخت ہے بلند ۔۔۔ یو دو لوئی ہو دیں تمنا ہور پسند
توں خوشحال آپ ہور نکر کچھ غم ۔۔۔ بخت خوب لی ہے ہنر خوب کم
وہی شاہ عالم میں عارف کوا ے ۔۔۔ ہنروند کا لاڈ جے کوئی چلاے
کہ نازک ہے یوں دل ہنروند کا ۔۔۔ جو نیں تاب معشوق کی چھند کا
ہنر خوب ہنروند جو دھرتے اہیں ۔۔۔ سو بناہاں اپر ناز کرتے اہیں
ہنر خوب جیوں خوب محبوب ہے ۔۔۔ ہنروند محبوب تے خوب ہے
سہراؤں اسے شاہ ور ساز سوں ۔۔۔ جو سو سے ہنروند کے ناز سوں
ہر ایکس کوں دل فہم سوں جفت نیں ۔۔۔ کہ عارف لکھوانا یو کچھ مفت نیں
عطارد وہاں بیٹ بھوماں سوں ۔۔۔ لکھیا بات اس دائی مہروان سوں
ہنر میں جو اس دھن کوں کچھ نام ہوئے ۔۔۔ تو جس خاطر آیا سو وو کام ہوے
عطارد دیو بات اس تے بولیا لکھی ۔۔۔ کہ دیکھے دل اس نار کا ٹک بجھا

دیدن آرائش محل و انعام دادن مشتری بہ عطارد

کہی دائی جا مشتری شاہ کوں ۔۔۔ سورج جس تے روشن ہے اس ماہ کوں
کہ شہ مستعد سب ہوا ہے محل ۔۔۔ توں اس محل کوں دیکھنے آج چل

ترے حکم کوں شاہ جیں نئی اہے — تجے اس محل کا ہوس لئی اہے
توں دھرتی تھی لئی دلیں سوں یوچ آس — کہ کو ہوئے گا یو مرا محل راس
خدا آس تیری سجے اب دیا — کہ جیوں محل منگتی تھی توں تیوں کیا
محل دیکھ ہور مان شہ ساچ کر — مری بات تو ہور اُس کا ہنر
کہ شاہاں کنے جھوٹ کہیا نہ جاے — مجکوں جھوٹ کئی سو بتیا را گنواے
بلند مرتبا جھوٹ تے ہوئے پست — دنیا میں نہیں سچ تے کچ خوب بست
اگر جھوٹ سچ کوئی بجنہار ہوئے — ہنر عیب جو ہے سو اظہار ہوئے
عیاں شکل ہے دیکھنا عیب کوں — ہنر ہے سمجنا ہنر عیب کوں
بچن دائی کے سن سو دھن کر منج — درست ہے لکر اپنے دل میں سمج
چلی نار اُس ٹھار اُس کے سنگات — تما شا محل میں دیکھی وہات دھات
محل دیکھ دائی کوں گل لاے کر — انند شوق ہور ذوق حظ پاے کر
جو بولی اتھی بات وو دھن سُجان — عطاردکوں اُس تے بی دی زیا ستت دان
شہاں کا دل اس دھات اچھنا بھلا — دست اس وضا بات اچھنا بھلا
خدا جب جسے کچھ دلاتا اہے — توں شاہاں کے بی دل میں لیاتا اہے
خدا جب دلاوے تو کوئی کچھ پاے — نہمہاں کاں تے دیں جو خدا نا دلاے
خدا پاس تے توں اُمید آس منگ — اگر توں منگے تو خدا پاس منگ
جو شاہاں اُپر بول دھرتے اہیں — غلط ہے انو یاں بسر تے اہیں
عطارد کا حاصل مقصود کر — ہمنا دان دی دل کوں خوشنود کر
جو یک ٹھار ٹک ٹھیر چنچل کھڑی — نظر شاہ کی صورت اوپر پڑی
صورت شہ کی دیکھت بھلی نار وو — پڑی بے سُدھ ہو کر اسی ٹھار وو
کتک وقت لگ دھن وو بے ہوش تھی — سو شہ کی محبت کرے جوش تھی
کہ آہاں پر آیاں جو ماری اُسنے — ستی مست ہو ہوشیاری آنے
سو وو دائی لکڑی دکھوں جھورنے — لگی بات الیس میں اپنے جوڑنے
کہ وا اس نھنی کوں یہاں کیا ہوا — مری چندنی کوں یہاں کیا ہوا

کہاں جاؤں کس کو کہوں کیا کروں — اتاں اس کوں اس ٹھار میں کیوں دھروں
مبادا پری کا اچھے اس نظر — کہ یو ہوئی یکا ئیک یوں بے خبر
منجے آج دستا نہیں کچ کہیں — منتر کاری بھی کوئی حاضر نہیں
تو محل جے کیا ہوا یاں اسے — لیکر جاؤں یاں تے اتنا کال اسے
اُٹھاتی تو اٹھتی نہیں نار یو — نہ جانے کہ کیا دیکھی اس ٹھار یو
سو ویسے میں وو نار ہشیار ہوی — جو تھی بے خبر سو خبر داری ہوی
صورت شہ کی تل تل بجھانے لگی — کھڑے قد پہ بلہا رجانے لگی
دیک اس نقش کوں نار حیران تھی — سو سُد بُد گنوا سب پریشان تھی
نہ ان بھاوتا تھا نہ پانی اُسے — ہوی تلخ سب زندگانی اُسے
پکڑ رہی تھی واں نار اس ٹھار کوں — کہ بھاتی وہی ٹھار اس نار کوں
وہی نقش تن تھا وہی نقش من — وہی نقش پانی وہی نقش ان
قطب جیوں قطب ٹھار پر تھیر جے — وہاں مشتری پھرتی چو پھیر جے
محبت جو پکڑیا جے یوں وات کر — بچاری کہا جائے وو نھاٹ کر
اگر کس کوں بل بل جو رستم اچھے — محبت کی تل تل سو بل کم اچھے

پیارے میں ہوں راتی یکیلی کیوں جیوں مای — موتی ایک ہاری موتی سو برجے کی جھار کھائی

غش کردن مشتری از دیدن تصویر قطب و پند دادن دائی

لگی پوچھنے دائی اس نار کوں — کہ اے مائی کیا دیکھی اس ٹھار توں
ترا دل نہیں کی انند سکھ پر — کر قربان گئی دائی نج مکھ پر
محل دیکھنے آئی تھی شوق سوں — سو اب بیٹھی کی یوں توں بے ذوق سوں
چھپاتی توں اس بات کوں کی اے نار — تجھے کون ہے منج تے بھی دوستدار
تو بیگانی منج جانی اس دھات کی — نہیں بولتی کھول یو بات کی
کہ ماباپ ہور یک بڑے بھای سوں — چھپاتے نہیں بات کوئی دای سوں

جو توں ناکہسی منج کن اپنا یو حال　　تجے دووں ہرگز نکر سوں حلال
اگر ٹک جو توں ناز سوں چھند کرے　　تو پنکھیاں کوں بارے یو پابند کرے
ترے مکھ جل تل جگت لون ہے　　توں جس تائیں یوں ہوی سو وو کون ہے
کہ یو بات توں منج تے پر کسول　　اے بھی زیاستی سوں مرے سہر کسول
فرشتا اگر ہوئے اسمان میں　　تو میں لیا دیوں تیرے فرمان میں
کہی دائی کیا پوچھتی حال توں　　نکو پڑ مجھے میرے دُنبال توں
بجا ہے توں اس بات کوں مکھ لئے　　ولے منج طاقت نہیں بولنے
زبان من منے لٹ پٹاتی اچھے　　نہیں بات لیکائیک آتی اچھے
فہم داری کی نام سوں فام توں　　و کدیر و کید دینے کیا کام توں
ترے ہات تے کام آسی نہ یو　　جو کوئی تجے میں تو نہاسی نہ یو
کہی پچ ہے کیا ہوے گا منج تے کام　　کرے گا حق اس کام کا اہتمام
جو بھو تج پوچھی جہروان دائی　　تو اس دائی کوں شہ کی صورت دکھائی
یدی اس صورت کی دیوانی ہوں میں　　چھپیا بھیدیاں کچھ جانی ہوں میں
یہی نقش بھووو بھلایا منجے　　یہی نقش نینہہ اب لایا منجے
اسی نقش کا دھیان دھرتی ہوں میں　　اسی نقش کے تائیں مرتی ہوں میں
اسی نقش کوں دیکھ پریشان ہوں　　اسی نقش کوں دیک حیران ہوں
یدی نقش اے دائی منغم کیوں کیا　　میں عاقل اتھی دیک بیغم کیوں کیا
منجے میری صورت پہ لی تھا گمان　　ولے یو تو منج تے بی ہے خوب جان
کہ جس جان کا نقش اس دھات ہے　　سو شہ جان آپے وو کس دھات ہے
سو شہ کی صورت ٹک بجھا دیکھی دائی　　سو وو دائی بھی سد اپنی گنوائی
کہی نیں ہے تیرا گنہ یچ دھن　　کہ ایسیچ صورت ہے یو من ہرن
لِسں اوپر توں بی نار ہے باؤلی　　اُچھا لیا بدن ہوی ہے اوتاؤلی
توں چنچل چتر نار اتنی سی ہے　　بڑی چھند بھری بھوت فتنی سی ہے
یو کیسا اچھے عشق جو توں کری　　بھلی ہے توں شاباش جو نیں ڈری

پرت پنت میں توں توی آئی ہے
عشقبازی دھن کچھ نہیں کام نیں
کچی توں تجے بُر کچی ا ن ہے
خوشی آہ ہے دشمنی توں یچھا ن
غرض وند کوں یو بات کاں فام ہے
توں اس نقش سوں عشق سازی اچھے
عشق کیا ہے کر کے پچھانی ہے توں
ہوس ہے نکو جا ہوس کے دُنبال
طرز عشق کا تھا سو تھی پائی وو
تلیس تل مٹکتی تھی اُس مائی کوں
تو ماباپ فرزند کوں بیچ گود دھر
وو دھن جلنے ہور اُس کے من کا حبیب
(ن) تھوڑا ابھوت جانی ہے بھی جان گے
اگے عشق کیا ہے سو جانے گی توں
توں کس باپ کنوا کر ہوئی ہے نکس
توں صورت ستی جیو کیا لائی ہے
اگر معنی سوں جیو توں لائے گی
عشق صورتی کام نا آئے یہ کج
عشق صورتی جائے گا جان توں
سو دھن دائی کوں کئی کہ تیں تج قام
سنبھے معنی دستی ہے صورت بھتر
تزک کس کے کہنے کوں نیں آئی ہے
جو معنی عیاں منج ہے صورت سنے
اول تے ہوا ہے میرا حال یوں

اجھوں نیہ کے چر کے نیں پائی ہے
نہنی ہے توں اجھوں تجے فام نیں
کہ کانداں کے نقشاں سوں جیو لائی ہے
دو کھا کر جو بولے اسے دوست جان
دُکھا بولتا دوست کا کام ہے
یو نیہ نیں ہے طفلاں کی بازی اچھے
گڑیاں کا مگر کھیل جانی ہے توں
بھلی وو جو ایسے رکھی یاں سنبھال
وے پند کوں کہتی تھی دائی وو
کہ واجب اچھے پند دینا دائی کوں
بھروسا بھوت کرتی ہے دائی پر
کنا تھا سو کی وو نچھیں یا نصیب
مری بات توں ساچ کر مان نگے
بڑی ہووے گی تو پچھانے گی توں
کہ آدھا اچھے عشق سارا ہوس
توں صورت منے معنی کیا پائی ہے
تو صورت تھے بھل بھی توں کچ پائے گی
لگا معنی سوں جیو جو توں پائے پچ
عشق صورتی خوب نیں مان توں
ازل بیچ تھا ہو نہارا یو کام
تو لبدی ہوں اس پاک مورت اُپر
اگر ما اگر باپ اگر بھائی ہے
بیاں نا کیا جائے وو کسو
پڑی کی توں خبی میرے

جو میں منگتی دارو سود لیسی نہ کوئی — کسی کا درد بانٹ لیسی نہ کوئی

دنیا میں جتا دیکھتی ہوں جسے — ایس کا ایس کوں پڑیا ہر کسے

یو دلسوزی تیری خوش آتی نہیں — دیوانی ہوں میں پند بھاتی نہیں

دیوانی دیوانے کی پند دے نکو — رو نگا کر یُرے بول توں کے نکو

اچھیں جو لگی اُس نہ جھنجولنا — یو دُکھ بڑھے دُبل تیرا بولنا

کہ غصے سوں منج پر اُٹھتی ہے توں — کہ جلتے اُپر تیل سٹتی ہے توں

اگر میں تجے پچ کہی اے مُلدھر — دیوانی ہوں اس کا نکو عیب کر

نکو عیب کر دل میں کچ ریب تے — دیوانا ہے کالی (؟) ہر ایک عیب تے

کیا عقل میں آپ کے لہو گھونٹنا — بھلا ہے دیوانی ہو کر جھوٹنا

دیوانا جو کوئی ہوے زمانا پچھان — وُو عاقل ہے اس کوں دیوانا نہ جان

غرض ایسی باتاں سوں کیا ہے تجے — نصیباں منے تھا سو آنپڑیا منجے

نہ کوئی عشق کوں لیا نہارا اہے — کہ یو عشق اپے آنہارا اہے

جہاں عشق ہے واں ہے حیران سب — اَکل ہور فہم سُدّ بُد گیاں سب

نہ جاسی پرت منج تے اب چھوٹ کر — کہ دل لے گیا ہے میرا لوٹ کر

یو فرزیاد میں کس کنے جا کروں — نہ ہونا اتھا ہور ہوا کیا کروں

پرسیدن مشتری وخبر صورت محمد قلی از عطارد

عطارد کوں بھیجی بُلانا ردو — دونوں بیٹھے مِلکر سو یک ٹھار دو

کہی توں سنواریا محل ساز سوں — لکھیا صورتاں اس میں بھو ناز سوں

صفت دور تے تیری سنتی تھی جیوں — سو نزدیک تھے آج میں دیکھی تیوں

ہنر وند توں سچ پچھانی تجے — کہ مانی تھے تج زیاست ماتی تجے

کہوں کیا تیری خوبی کی باب میں — ہراؤں تج ایسے کوں کس دھات میں

سو دھن بات بھو دھات اس سات کر — کہ اس سات بھو دھات یو بات کر

کہ تج سات یک راز دھرتی ہوں میں — سو اُس راز کی بات کہتی ہوں میں

سکی شہ کی صورت اُپر کی نظر ۔۔۔ کہی اے عطارد توں سن کان دھر
(ن) کسی شاہ اپنی یوں اس نار کوں ۔۔۔ چمک کھینچ لیتا ہے جیوں سار کوں
(ن) نہ جانو کہ یہ نقش کیا سحر سے ۔۔۔ کہ ہر دل میں اس نقش کا مہر ہے
دنیا میں تو کیں صورت اس دھات میں ۔۔۔ توں جیوتے لکھیا یا کہ دیکھیا ہے کیں
میرا من بھلایا یو من ہر صورت ۔۔۔ لیا دل دیا جیو یو دلبر صورت
عجب راز ہے یوچ پایا نہ جائے ۔۔۔ جو پائے تو مقصود کہیا نہ جائے
(ن) کتا میں رکھوں دل میں نا بول کر ۔۔۔ کہتی ہوں تیرے پاس اب کھول کر
(ن) کہ یو بھید کر توں تجے فام ہے ۔۔۔ کہ تجسوں انگے بی منجے کام ہے
عطارد کھیا دل میں اس دھات لیا ہے ۔۔۔ کہ سنیڑی ہے اب یو[1] تو جانے نہ پاہے
بہت سچ ستی آج یو کام ہوا ۔۔۔ اتا ل انت اس کا منجے فام ہوا
جو مقصود کوں یاں لگ آیا ہوں میں ۔۔۔ سو الحمد للہ کہ پایا ہوں میں
سنے گا اگر شاہ اس بات کوں ۔۔۔ تو خوش ہوے گا منجہ بجو دھات سوں
چتارا چتر گنونتا خوش لکھن ۔۔۔ کھیا کھول سب مشتری نار کن

تعریف کردن عطارد پیش مشتری از محمد قلی قطب

براہیم قطب شاہ ہے شہ سبحان ۔۔۔ دکھن تخت کہ شہر اس کا مکان
شہاں نعل بندی دیتے ڈرتے سب ۔۔۔ جنگل یکڑے ہے[2] وو نکل گم تے سب
ظلم زیاستی تھے ملک پاک اس ۔۔۔ کہ مشرق تے مغرب تلک دھاک اس
سٹے گا بنی گاب اس دھاک تے ۔۔۔ چھپیا جیسیں بھر رستم اس دھاک تے
جو اس ڈر نہ اچتا سمند دل منے ۔۔۔ تو جگ کوں ڈبا تا دو یک تل منے
اگر ہیبت اس کا نہ دھرتا یو ن ۔۔۔ اُڑا سٹ دیتا جیسیں کوں تنکے نمن

اُسی عدل تے گال کر سب سہریر — اگن کانپتی ہور لرزتا ھے نیر
محمد قلی فرزند اس راج کا — کہ لایق ہے دو تخت ہور تاج کا
تلاسیں(١) پیشانی سوں پگ سندریاں — دلوانیاں ہیں اُس کیاں سو حورو پریاں
جھلکے نور شہ مکھ چندر میں اچھے — نہ جن ناپری نا بشر میں اچھے
پریاں شاہ کے عشق کا پا اُمنگ — پڑیں شہ اُپر شمع پر جیوں پتنگ
جو انگلی چپکل چکھ(٢) دھرتا اچھے — تو سوراخ شہ سنگ کوں کرتا اچھے
لگا عشق لاک استریاں لاک دھات — دلوانیاں ہوں پھرتیاں ہیں اُسکے سنگات
ہریک گوپنی شہ کی جیوں ماہ سے — کہ اس دور میں کشن او شاہ ھے
اگر سور جیسی اچھے کوئی سندر — بلا دور ہوئے شہ کے پاواں اُپر
ہوا پرگٹ اس کا حسن یاں تلگ — کہ یوسف کی خوبی کوں بسریا ھے جگ
جہاں پانو دھر شاہ چلتا اچھے — وہاں آب زمزم اُبلتا اچھے
رہے جان جہا(٣) جان شہ بجھ بل — اچھے جھانو جیوں دولت اس پانو تل
دو ایسا ھے شہ جان سن اے سندر — سگی ما بھلے گی اسے دیکھ کر
صورت اُس کی اس دھات اچھے خوب جب — جو توں دیک اُسے بھولی تو کیا عجب
جو شہ باغ میں ٹک تماشے کو جائیں — توں روت جھاڑاں پھلاں بار لیائیں
شہنشہ کے دیدار کے نور تھے — سکے جھاڑ ہرے ہوئیں بھی سیر تھے
کھیا سب ولے ان کھیا میں یو بات — کہ عاشق ھے تیرا سگھڑ شہ سنجات
کہ مت مہر چپے بات یو سون کر — ہوا کام بھی مہر تے ہوئی تل اُپر
جو عاجز ہو دکھلاے عاشق نیاز — تو معشوق کرتا ھے تیر ٹیچ ناز
کہ خوباں میں عادت سو اس دھات سے — چھپی میں ہے مشہور یو بات ھے
سلکھن چتر دھن چنچل گنو نتی — سو شہ عشق کے مارسوں ہوئی بھی متی
کہی کیا ھے تدبیر اس کی اتال — کہ منج تو اب ریا نہیں کوچ حال

دکھایا صورت جیوں توں تصویر کر
مرا حال کیا ہے سو جانتے تمہیں
تہیں میرے غم کا سو غم خوار ہو
کسے بات یو لوکوں میں جاے کر
جو منت لگی کرنے مجبو دھات سوں
دیا آس اس نار کوں پیو کا

تو تو ہے منج کچ اس کی تدبیر کر
چھپیا راز دل کا پچھانتے تمہیں
کہ میں بیٹی توں باپ کے ٹھار ہو
کہ تدبیر میری کرے آے کر
عطارد قبولیا وو اس بات کوں
کہ مرتے کوں تقوا دیتے جیو کا

غزل گفتن مشتری از فراق محمد قلی قطب شاہ

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگ آمل رے پیا
تج بن منجے جیونا بہوت ہوتا ہے مشکل رے پیا
کھانا برہ کھیتی ہوں پیا پانی انجھو پیتی ہوں میں
تجتے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا
ہر دم توں یاد آتا منجے اب عیش نیں بھاتا منجے
رہ رہا لو سنتا تا منجے تج باج تل تل رے پیا
منج تن تپش جانے تہیں منج ٹھار جیو لانے تہیں
منج دل مندھر میانے تہیں کیتا ہے منزل رے پیا
توں جیو میرا میں سو دل تج سات رہنا کیوں نہ تل
دن رات میں میں ایک تل منیں تج تے غافل رے پیا
جس یار کو میں منگتی ہوں وہ یار کہاں ہے
مہر سوں سکی چل جاتی وے ٹھار کہاں ہے

دل ہات میں تجھے چھین لے کر نٹھاٹ گیا ہے
وو یار دغا باز جو نٹے مار کہاں ہے
مشتاق کے بازار میں ہیں نبیچتی ہوں جیو
دلال کدھر ہور خریدار کہاں ہے
عاشق تو تج ایسے سکی لاکھاں ہیں و لیکن
معشوق سو اس دور میں اس ہار کہاں ہے
دیدے مرے نایدے جو دیدار دیکھے ستھے
تج صبر دیو ہمار وہ دیدار کہاں ہے

یادکردن مشتری محمد قلی قطب شاہ

لگیا ہے میرا شہ سوں بھو تج دل
رھیا جاے نا منج تے اب ایک تل
ملا دو منجے کوی میرے شاہ سوں
سورج سہر و قد سہر نگ ماہ کوں
نا منج باغ خوش آے نا بوستاں
نہ منج خویش بھاتے ہیں نا دوستاں

حالت مشتری در فراق محمد قلی قطب شاہ

نہ سکھ سوں منجے نیند آتی اچھے
نہ پھل سیجڑی منج بھاتی اچھے
لسائے ہوئے کیس یوں سس تے
تپاتی اچھے رات منج دیس تے
کہاں ہے وو شہ نرملا نوجوان
کہاں ہے وو شہ گنو نتا گن ندھان
کہاں ہے وہ لالن منٹھی چال کا
کہاں ہے وو ساجن لنبنے بال کا
کہاں وو چتر چنچلا من ہرن
کہاں وو سکھڑا چیلا ہے سجن
نہ منج دیس ہے سکھ نہ منج رات
تجا نو کہ کمت ہے شہ کس سنگات
مجکوی نار اُس کن ہے اُس نار تھے
منجے رشک آتی ہے اس ٹھار تے

ہوے جل کجل نین دیدار باج
رتن تھے سو تن پر انگارے ہوے
ہریک روں میرے تن پہ جیوں ناگ ھے
دو بادام تھے اُس چنچل نار کے
کہی شاہ کے تیں سو دحضن یاد کر
منجے تیرے ملنے کی لئی آس ھے
میرا حال کیا ھے سوائے شاہ نیک
مُجھڑا منج پرھے کے توں جنجال تھے
کیا ھے بِرہ زیاستی داد دے
کہ کوئی داد و لیسی نہ تج باج منج
رہی ہوں بہوت درتے تج آس کر
منج الیساں تجے لاک باندیاں اہیں
پریاں ہور حوراں (۲) رھے تج سنگات
ہوا کیا جو سیلیاں ہیں دو چھب ستی
محبت میں جو زیاست سو زیاست ھے
بڑا سا بِرہ منج ستاتا ا ھے
خدا اس برہ کا کرے گھر خراب
جو ستیڑے برہ میرے داواں تلیں
اگر وصل ٹک آ کے سنبالتا
بڑا لے کٹرا اس میں خوبائی نیں
گرب کی نہیں گل پڑیا مائی کا
کہ ما اس کی ناجنتی باٹ کی (۹۰)

یکیکی کدھاں لگ رہوں یار باج
کہ مکھ چاند انجھو سو تارے ہوے
سنا تھا اول سو اتال آگ ھے
لگے دانے جھرنے سو انار کے
دُکھیا جیو میرے کوں ٹک شاد کر
کہ تن منج کئے جیو تج پاس ھے
توں اس جیو میرے کوں ٹک پوچ دیک
توں غافل نکوا ایچ میرے حال تھے
پریشاں ھے جیو دل شاد دے
عجب کام آکر پڑیا آج منج
منجے گن توں اے شہ الیس داس کر
کہ تج (۱) سات ملکرو و ناندیاں ہیں
تیری ناند ٹک شہ اھے دھات دھات
محبت میں میں زیاست ہوں سب ستی
کہی بات میں راست ہور راست ھے
سو تیتی کوں پھر پھر تپاتا اھے
کہ ناحق منجے آج دیتا عذاب
رگڑ (۳) کر سٹوں ذے وے پاواں تلیں
تو برہا منجے کیا سبب جالتا
منجے مارنے عار اسے آئی نیں
نفا کیا ھے جگ میں برہ آئی کا
دکھوں چھاتی یو میری سب پھاٹ کی

میرے پاس میرا قطب شاہ نیں
میرے حال تے کوئی آگاہ نیں
کدھر دیکھوں شہ میں کدھر دیکھوں تج
نہیں منج توں دستا جدھر دیکھوں تج
نہ وعدے کی منج آس نا درس ہے
ہریک دیس تج باج سو برس ہے

رباعی خواندن مشتری

تج یاد بنا ہور منجے کام نہیں
نس جاگتے جاتی ہے دن آرام نہیں
میں تو تجے منگتی اد کہ جیو ولے
توں کیوں منجے منگتا تسو کچ کام نہیں

نامہ نوشتن عطارد بہ قطب شاہ

عطارد دبیر ہو کے تقریر سوں
لکھیا نامہ مضمون گنبھیر سوں
سو بھیجیا اُتے کاغذ اس شاہ پاس
کہ بر آئی ہے تجہ اُمید و آس
اگر دھن اپے ہے تیرا شاہ جی
تو واں کھان کھا ہور یاں پانی پی
کہ جیو ناج تج باج مشکل اسے
گذرتا ہے یکہ ہو کے ہر تل اسے
نکو بار لا بیگ توں بیگ آ
کہ وو نار ہوئی ہے تیری مبتلا
ترے تائیں ہوئی ہے یو بدنام یاں
کہ کچ کرتے کچھ ہوگیا کام یاں
ذکر لائی ہے دل میں تج دھیان دھر
قطب شاہ قطب شاہ قطب شاہ کر
ترے وصل کا میں جو دیتا نہ آس
تو یک تل میں مرتی سو دھن بے اُساس
میرے پاس احوال سب کئی اَہے
اسی آس سوں چوب کر رہی اَہے
یو دلسوز نامے کوں لکھتے براں
صفے پر نکل پڑتے تھے اچھراں
نہ لک سک قلم دُک تے گھُنتا اَتھا
رُخے پر قلم کالی سٹتا اَتھا
بھیں عشق بھیدیا ہے اس ماہ میں
کہ سو سو خسرو اَہے اک آہ میں
نپٹ تجھوں لیدی اَہے ناروو
ترا دیکھنے منگتی دیدار دو
نہیں ایک تل تج بن آرام اُسے
نہیں کام تج یاد بن کام اُسے
تُھہاتوں سو دھن کوں تو منگتا ہے زیاست
ولے وو تجے منگتی تج تے بی زیاست

نہ ہوے کام اس کام پر ہوئے بن　　کہ ماں دودھ دیتی نہیں روے بن
توں اب... بمقصود ہوے بول نے　　برگ پھل بٹے باد کے تول سنتے
برگ بار ہے ہور جہاں باد نیں　　ثمرت پھل لینے کا واں داد نیں
جو پھل لینے منگتا ہے ہنگام پر　　تو بیگی نکو کر ہر یک کام پر
ملے گی تجے وہ پچنچل سندری　　نظر آ کر اب شہ میری چاکری
دیوانی تیری مشتری نار ہے　　سو شاباش کہنے کی منج تھار ہے
کیا کام یو میں یہاں میں سپحر　　میرے بخت اے شاہ تیری نظر
تجے بات یو شہ کہیا جاے نا　　ولے باج کئے بھی رہیا جاے نا
کہے تو نہ ہوتا سو ہوے کام سب　　کہے تو چھپیا بھید ہوے کام سب

بشارت یافتن شاہ و رخصت شدن از مہتاب

پڑیا شاہ نا ماہو خوش چاو سوں　　انکھیاں پر رکھیا لیکے پھو بھاو سوں
کہیا کام یکایک یوں کیوں ہوا　　جو اول تھا دم سو اب یوں ہوا
ہر یک مشکل آسان کرتا ہے وو　　کہ قادر ہے قدرت جو دھرتا ہے وو
کیا شکر سجدے کوں کرتار کا　　کہ توں دل ملایا ہے اس نار کا
جو لیدی ہے وو ناریوں منج اُپر　　سو میں کیا سکوں گا ترا شکر کر
جو ثابت قدم عاشق ہے نار کا　　خوشی ہوے غم اس کوں سینار کا
کہ جانباز عاشق جکوئی پاک ہے　　مراد اس کے پاواں تلیں خاک ہے
بخت بختور آج غالب ہوا　　کہ مطلوب جو تھا سو طالب ہوا
کہیا شاہ اس نار مہتاب کوں　　کہ جانے کوں دے اب رضا منج کوں
رہیا تجسوں لی دلیں یک بٹھا رہل　　سو جیو یار سیتی اچھے یار ہل
جو اس نار کے تائیں آتا نہ میں　　تجے چھوڑ کر یاں تے جاتا نہ میں
تیرا پیار منج پر اماہے اے پری　　کہ منج سوں توں لئی آدمیت کری
عجب تجتے دیکھیا ہوں خوبائی میں　　نہ ہو سکوں تیرا سو آترائی میں

عطارد بلایا منجے بیگ اتال ۔ کہ بنت دیکھتی تجسو دھن ہست چال
بشارت لو آج پایا ہوں میں ۔ اسی کام کوں یاں لگ آیا ہوں میں
رضا دے تو خوشنود ہوکر منجے ۔ کہ توں ھے پڑی ھے ترا ڈر منجے
دکھن تے جو مس ٹھارا نپڑیا ہوں میں ۔ تیرے ہات میں آکے سنپڑیا ہوں میں
کہی شہ نکو بول یو بات توں ۔ بیچا نیا ھے آخر منج اس دہات توں
نتی بے ادب کر نکو جان منج ۔ کہ میں داس تیری ہوں توں مان منج
مری بات یچ جان شہ توں بتیائے لے ۔ کہ خوباں تے ہرگز برائی نہ آئے
نہیں خوب اس جو برائی کرے ۔ گوا کھودے پر کانج اپے ڈوب مرے
بھلے ہور برے میں فرق ھے شہا ۔ برا خوب ہور خوب نا ہوئے برا
جو کم ذات اس تے وفا نیں ہوتا ۔ اصیلاں تے ہرگز خطا نیں ہوتا
برائی کہ یا خوبی یو دو یچ ھے ۔ اصیل ہور کم ذات میں یو یچ ھے
منا کرنے نیں تجکوں سکتی ہوں میں ۔ جو رھیگا تو منت سوں رکتی ہوں میں
اپی ہو تجے کیوں کہوں میں کہ جا ۔ اگر جاے گا شہ تو تیرا رضا
کہے شہ کہ جاتا منجے ھے ضرور ۔ جو نا جا سوں تو کام پڑتا ھے دور
منجے ایک تل اس بن آرام نیں ۔ رھنے کا یہاں اب میرا کام نیں
سلکھن سکی یو چنچلی ماہتاب ۔ سودی شاہ کوں یوں پھرا کر جواب
سنگات آتی انپڑاتی شہ توج گھر ۔ جو اچتا نہ ماباپ کا منجکوں ڈر
تری باندی ہوں میں منجے نا بسار ۔ توں جاتا ھے دے کچ منجے یادگار
کھیا شہ کہ میں لی گیا توج سنگ ۔ تو کیا منگتی ھے سو میرے پاس منگ
کہی خوش ہو ہنس کر وو ہنس مکھ پری ۔ ترے ہات کی شاہ انگشتری
انگوٹھی نشاں اس دئے شاہ نے ۔ رکھی جیو کہہ اس کوں اس ماہ نے
جو شہ گئی کہ دے توں بی کچ منج نشاں ۔ کہ تج یاد کرتا اچھوں اسے سنجال
جتا خوش اتھا آشنائی ستے میں ۔ وتا ناخوش ہوں اس جدائی تے میں
کہاں تے کر یو آشنائی ہوئی ۔ کہ اس دھات آخر جدائی ہوئی

رکھیا نیں ھے کس یک جنس آسمال   کہ اوّل بہار ہور آخر خزال
مثل جگ میں مشہور یوجم اچھے   کہ ہر یک خوشی کے پچھیں غم اچھے
بچھڑا اچھے جاں اچھے مل دو یار   کہ مستی جہاں ہے وہاں ہے خمار
یکسکا یکسکوں جو لاگیا پران   تو اچھنا یکس کا یکس کن نشان
یکس کی نشانی کوں یک دیک کر   کرے یاد یکسکوں یک اے سندر
نشانی کی تو کوئی حاجت نہیں   ولے رسم ظاہر نہیں یوں کہیں
یہ لیسرے کدھیں یار کے تیں دو یار   محبت اچھے تس کنے یادگار

پیرت کا روش تو اچھے راس وضا
تو دیتی ہے یا نیں دیتی کیا رضا

سیف الملوک و بدیع الجمال

۱۰۳۵ھ م ۱۶۲۵ء

از

غواصی

حکایت تولد شدن سیف الملوک

الٰہی جو صاحب ہے سنسار کا — جو دیتا ہے منگیا منگہار کا
جو بیٹا دیا شاہ کوں بے بدل — چندر سور تے خوب نرمل نچھل
سو عاصم تول شاہ پایا اُمس — بہر حال فرزند ہوا کر اُلس
خزینے دفینے جو کھولن لگیا — رتن ہیر کے راس کھولن لگیا
گنایا عسرت جگ منے کاج یوں — گنانا سکے جگ میں کوئی راج یوں
دعا سوں اچھا ہات بھوت صدق سات — منگیا اپنے فرزند کوں بحد جبات
خوشیاں سات امرت گھڑی فال دیک — سو سیف الملوک کر رکھیا ناؤں نیک
جو تھا صالح اس شاہ کیرا وزیر — خدا اُس کے حق پر ہوا دستگیر
اُسی رات اُسے ایک بیٹا دیا — دلوا اُس کے گھر کا سو روشن کیا
مبارک گھڑی میں دیکھت فال او — سو ساعد کر اس کا رکھیا ناؤں سو
جو اس حال نکھے شہ کوں انپڑے خبر — ہو گیا سر تھے بھی خرمی پایا بسکر
بلا بھیجیا بیگ صالح کے تئیں — کہیا یوں کہ اس دہات منگتا ہوں میں
جو یو دونوں بالک مل یک ٹھار اچھیں — بدہیں ایک دل ہوکہ ہویا را اچھیں
منگا بھیج ساعد کوں ویں شہریار — دو دائیاں رکھیا دونوں کوں ایک ٹھار
خوشیاں سوں نجومیاں کو بھیجا بلا — دیکھیا شاہ زادے کے طالع کھلا
سو طالع میں اس کے یوں آیا نکل — کہ چودہ برس میں یکا یک اول
بڑا غم اُسے ہوکہ دکھلائے گا — گذر کے جفا اُس اُپر جائے گا
تماشا دیکھے گا بھوت دہات دہات — ہلاک ہوئیگا خلق اُس کے سنگات
ولے شادمانی ہے آخر اُسے — بڑی کامرانی ہے آخر اُسے
سن اس بات کوں شہ کیرا مان کر — توکل کیا اپنے رحمان پر

بہر حال دولتوں کو پالن لگیا — سو تل تل کوں اسپند جالن لگیا
برس سات کے جیوں یو دولو ہوئے — معلّم کوں یک خوب پیدا کئے
لیجا کر جو بسلائے مکتب منے — لگے پڑنے دن رات دونوں جنے
کئے علم تحصیل اس دہات سوں — جو دم مار کوئی نا سکے بات سوں
ہوئے خوشنویسی کے یوں دہات میں — جو ساتوں قلم آئے تھے ہات میں
تیر انداز ایسے ہو نکلے وو دوئے — برابر اُنن کے تمہا جگ میں کوئی
قوی دست یوں کس میں کامل ہوئے — جو رستم تے یکدہات فاضل ہوئے
ہوئے مستعد زور سا دہن منے — رسیدے ہوئے ہر ہنر فن منے
دلے شاہزادہ سو مقبول تھا — مگر جیو کے ڈال کا پھول تھا
اگر ہوئیں پیدا سورج لاک لاک — تو آنا سکے اس کے سم کوئی تاک
کدہیں بہار سواری جو جاتا اچھے — دیکھن شہر کا خلق آتا اچھے
جو کوئی اسکوں دیکھے سو عاشق ہوئے — گنوا ہوش بیہوش مطلق ہوئے
طلبگار ہو یک دن آنند سوں — طلب جو کیا شاہ فرزند کوں

داستان طلب نمودن بادشاہ وعطا کردن خلعت... وعاشق شدن سیفُ الملوک

سو یک دیس سیف الملوک جگ اُجال — شہنشہ کے جیو کے چمن کا نہال
محبت سوں ہو ایک تن ایک دل — گئے بخت ور رجال ساعد سون مل
چلیا شہ کوں تسلیم کرنے بدل — ادب سات سر بھوئیں دھرنے بدل
دیکھیا شاہ دونوں کے تئیں جو تجھا — سونے ہور روپے کے دو کرسیاں منگا
کیا امر بیسو ٹکر دوئی کوں — لگیا دیکھنے بھر نظر دوئی کوں

ہوا تن ہیں خوشحال اس دہات سوں / کہیا جائے نا او کسی بات سوں
اپلنے لگیا پیار کا دل ہیں شوق / منگایا خزینے میں تے یک صندوق
سو چوندہر جڑت یوں جڑے تھے اُسے / جو طاقت نہ تھا اُس بجھانے کسے
وو صندوق کھول ایک انگشتری / جھلکتا نگینا سو جیوں مشتری
نچھل زر زری خوب زر لفت ایک / یو دو بست کوں کاڑ اپے شاہ دیکھ
سو سیف الملوک کے دیا ہات ہیں / ہو خوشحال بہوتیچ اسی سات ہیں
منگیا اتم ذات تیری انوپ / یوں ساز جلدی ہیں آپ روپ روپ
کیا پیش کش ہور نوازیا بہوت / بلا کر کہیا اے میرے منکے پوت
یو تیری اتم ہور یو انگشتری / یو زر لفت نرمل نچھل زر زری
میرے تئیں دیے تھے سلیمان بھیج / پریاں ہور دیوان کے سلطان بھیج
عجب کچھ خزینے ہیں میرے ہیں یو / دیا ہوں تجھے میں کہ تیرے ہیں یو
کہ مج تج بغیر کوئی فرزند نیں / عزیز ارجمند ہور دلبند نیں
بوستاں تجھے آرزانی اچھو / تیری عمر کوں جاودانی اچھو
خوشی اس دہات فرزند کوں سمجھائیا / دے تشریف دولو کوں بھوڑائیا

مائل شدن سیف الملوک بر تصویر بدیع الجمال

عجب رات نرمل تھی اس دن کی رات / جھلکتے تھے نوراں ہیں لک لک دہات
نکل آئیکر چاند تاریاں ستے / جھلکتا اتھا جگمگا ریاں ستے
نچھل چیدنا سب ہیں پڑیا اتھا / سو جیوں دودھ کیرا وو دریا اتھا
سنے بن یوں مک مکاتی اتھے / چمن در چمن لک لکاتی اتھے
خوشی ایسی نچھل چیدنی دیکھ رات / لے ساعد کوں سیف الملوک آپ سنگات
صراحی و پیالے کی مجلس بھر آپ / لگے ذوق سوں پینے بھر بھر شراب

تجمل کا نہارے سو گانے لگے بجھانے کے باجے بجانے لگے
مجالس جمے راگ ہور رنگ سوں ہوئے مست پیالے کرے سنگ سوں
ادہی رات گمتے ہوئی ایسے دبات رہے مانند سے ہوشیار گیرے سکات
ہوئے لوگ یکدہر تھے سب ٹھار ٹھار یکٹ شاہزادہ سوتھا ہوشیار
یکایک سو دل کو لگیا جیوں تلاش سو ہیکل زر لفت کا دو قماش
دیکھیا کھول کر سر بسر جیوں اُنے سو تصویر پایا عجب اُس منے
وہ تصویر دیکھ ویں دوانا ہوا وہی عشق کا اسکوں بہانا ہوا
پس ہیں لگیا روونے زار زار سو پڑنے لگیا بے خبر ٹھار ٹھار
وہ صورت نظر میں رہی چوب کر سو جاگا کیا دل منے خوب کر
دیا سنگ ساریاں کیرا چھوڑ کر لیا کھینچ دم سب نختے مکھ موڑ کر
اندر ہارے بھری کوٹھڑی میں یکٹ سو جا پر رہیا بے خبر ہو نپٹ

دیوانہ شدن سیف الملوک

جو ساعد ہوا نیند سیں ہوشیار لگیا دیکھنے تائیں انکھیاں پسار
نظر نیں پڑا شاہزادہ کہیں لگیا ڈھنڈنے حیران ہو ہر کہیں
سو پایا اندھارے منے ایک ٹھار پڑیا تھا اکیلا دو کھوں بیقرار
انجھو انکھیاں میں تھے ڈھلتے اتھے ندیاں ہو کے دو وہرتی چلنے لتھے
نہ ذرہ خبر کچ اُسے ذات کی نہ طاقت زباں کو ہے کچ بات کی
تبا ساعد اسکوں اُچانے کوں جائے جتا پاؤں پڑکر منانے کوں جائے
وتا آپ سیں دکھلائے بہو شر کر ندے جاب چپ رہے فرا موش کر
اٹھیا ساعد اُس دیکھ کر تلملا لیا ہیتیاں سوں نمکر بہبسلا

جو درحال شہ کوں خبر جا دیا
یکایک شہ کا سینا تڑخیا

جو دیکھن کوں بیٹے کے آیا نزدیک
سو بیتاب سخت پایا ادیک

کہیا یو نجومیاں کیرا قول ہے
وہی رنج ہے ہور وہی ہول ہے

جو کچھ شاہ کیرا جو ایمان تھا
سو سیف الملوک جان سو جان تھا

ملک مال پر شہ کوں دل تا اچھے
دیکھے باج بیٹے کوں تل نا اچھے

جو مجلس بھرانے کے تیئں بھار جائے
تو فرزند کوں دل منے یاد لیائے

کدہیں ٹک جو دلگیر پاوے اُسے
نکل دیہڑ میں تے جیو جاوے اسے

صبا او تحہ بلا دور دے بے شمار
ہتی ہور گھوڑے ہزاراں ہزار

سنا ہور روپا باند کھنڈیاں بٹاے
جواہر کے راساں لیکر آ لوٹاے

دیکھیا یوں جو بیتاب یکبار گی
کمر بیس گئی ہور لگی تک بجگی

سو اِس وقت پرکس کو تا کر خبر
مبادا نظر کچھ لگی ہوئے کر

دعایاں کو دُھو دُھو پلانے لگیا
لکھیا تعویذاں لیبا ندھانے لگیا

علاج کردن سیف الملوک

جتے تھے حکیماں اپن شہر کے
حلب چین ہور ماوراالنہر کے

شتابی سوں فرمان صادر کیا
ویتاں کوں بلا بھیج حاضر کیا

کتے وضع سوں سب کے دل ہاتنے
کہیا مہربانی سیتی لا گلے

جو فرزند میرا ہے سیف الملوک
فدا اس پہ تھے مال ہور یو ملک

مجے اس بغیر کوئی فرزند نیں
عزیز ارجمند ہور دلبند نیں

ہوا ہے یکایک جو بیتاب یو
کہ دیتا نہیں ہے کسے جاب یو

کریگا دوا جو کوئی درد فام
دیو ونگا اُسے بادشاہی تمام

سن اس بات کوں شاہ گنبھیر تے
اُٹھے سب حکیماں سو بکدہیر تے

کہے شہ کوں سب دردہمن فام ہے
کرینگے دوا لو کِتا کام ہے

حکیماں دیکھن نارٹری جیوں آئے ہیں
دَرد ظاہراچ کچھ نہیں پائے ہیں

ہوئے یک طرف تے پشیمان سب
رہے درد نا فام حیران سب

جو اُس درد کا جنس کچھ ہووتا
تو دارو و درمن کوں رُح ہووتا

سچیں ہر درد کوں ہے ہر کیں دوا
وے عشق کے دردکوں نئیں دوا

اچھے جس کے تیں عشق کا درد جو
بچارے حکیماں کریں کیا کہو

مسلم شہنشہ ہوا لا علاج
نہ تھا کام اُسے کچھ بیٹھے روئے باج

ہوا گھا برا شادمانی سٹیا
نپٹ نیند داتا و پانی سٹیا

رفتن ساعد پیش سیف الملوک

سو یک دیس آئے وزیراں سکل
کہے شاہ کوں یوں کہ اے شہ نول

تیح اُس بات تدبیر کرنا بھلا
تیح اس فکر میں پاؤں دھرنا بھلا

نہونا اسیتے وضع سوں گھا برا
کہ رہنا تج اس دہات سوں ہے بُرا

سراندیل ترا سب پشیمان ہے
دکھی ہو مسلم پریشان ہے

اپن درد تجے ہوآپے دردناک
نزیک ہے جو سیف الملوک ہو ہلاک

بھلا ہے جو ساعد ٹک اُس کے نزیک
اچھے اُس کے دوک دردیں ہو شریک

وہی اُس کے دل کا سوانت پائیگا
وہی اُس کوں مارگ منے لائیگا

شہنشاہ کوں خوش لگیا یو بچار
دیا بھیج ساعد کوں بیٹھے کے ٹھار

گیا شاہزادے کے جیوں او نزیک
لگیا روُنے زار اُستے اد یک

کہیا یوں کہ اے لال صاحب جمال
نہ سورج چندر میں ہے تیرا مثال

ترا نور ہر ٹھار معمور اچھو
ترا دل خوشیاں سات جم پورا اچھو

سہے تج نیں کوں نور تج نور تھے | سدا سور مجکوں تیرے سور نے
ادھر کھول مج سات کچ بول توں | ترے دل میں کیا ہے سو کہہ کھول توں
کہ تیرا سدا میں وفادار ہوں | ہر ایک ٹھار تیرا میں غمخوار ہوں
یکایک لو آیا ہے کیا فکر تج | لگیا ہے کسوں دھیان ہور ذکر تج
نظر کس سورج پر پڑی جگ گیرے | جو یوں نت اُبلتے ہیں جل کے جھرے
ترا چاند کن ہے توں کس کا چکور | جو بلبل کوں ہوتا ہے توں طور طور
کہے باج توں کچ سجے فام نیں | سُنے لگ میرے دل کوں آرام نیں
مجے کھول کر توں کہے تو بھلا | وگر نیں تو میں کاٹ لیونگا گلا
کمر میں تے وین اپنے خنجر کوں کاڑ | گیا آپنا پیٹ لینے کوں پھاڑ
دیک اے حال درحال سیف الملوک | پکڑ ہات ساعد کیرا دیکہ موک
برہ آگ سوں جل بلا آہ مار | انگارے نیں میں تے ڈالیا ہزار
پچھانیا کہ ساعد وفادار ہے | اپن دوکھ ہور درد کا یار ہے
وو زربفت کا پارچہ لائیا | جو تھی صورت اُس میں سو دکھلائیا
کہا میں اسی کا دیوانا ہوں بہوت | اگرچہ اپن ٹھار دانا ہوں بہوت
یہی روپ لبدائیا ہے مجے | یہی حسن بے سدہ کیلا ہے مجے
کہیں روپ دنیا میں اس سار کا | نہ دیکھیا ہے کوئی خلق سنسار کا
کہ لگتی ہے ئی دل کو حیرانگی | نجالوں چھوٹے کیوں یو دیوانگی
سنیا ار ساعد اپن یا تے | رضا لیکر آیا جو اس ٹھار سے
شہنشہ کوں تسلیم آکر کیا | سوا وصورت حال سب بولیا

پارچہ زربفت آور دن پریاں

عجائب لگیا شہ کوں اس بھید پر | کہیا کھول کو سب کوں یوں سر بسر

وو زربفت جو میں دیا تھا اُسے — جو خوش ہو عنایت کیا تھا اسے
میں یک دیس بیٹھا اتھا تخت پر — سو دیکھیا لکایک اُسی وقت پر
جو بارا اٹھا اک بڑے زور کا — دہلارا اٹھا سخت شہر شور کا
چھپا تھا گگن اس دہلارے تلیں — (۲۰ھ) پریشان تھا خلق بارے تلیں
سو ویسے میں واں تے نکل بہار کوں — کینتک شہ پریاں علین جھلکار سوں
میرے تخت کے آنگے آیاں تمام — کیاں مجکوں دیک یکطرف تجھے سلام
کہیاں منجکوں اے صاحب تخت و تاج — ہمنکوں سلیمان بھیجا ہے آج
دو زربفت کا پارچہ لائیاں — میرے آنگے رکھہ کھول دکھلائیاں
جو تھا اس منے صورت بے نظیر — تجھو لیا دیکھ صورت وو میرا ضمیر
لیا میں اُسی وقت پریاں تے انٹ — کہ صورت کسی کا ہے پایا میں نپٹ
کہیاں کھول یوں منج اوپر کر کرم — لو لیایاں ہیں از گلستانِ ارم
کہ ہے شہ پری یک بدیع الجمال — سو لو پاک صورت ہے اُس کا مثال
او شہبال بن شاہ رخ راج کی — سو بیٹی ہے ات شرم ہور لاج کی
پرے ہور پریاں جہاں لگ تمام — کریں آکے شہبال کوں سب سلام
وو زربفت بے مثل نا ہووے کر — یک انگشتری ایک ترنگ تس اوپر
لیکر آئیکر پیش کش منج کیاں — ایکائیک سب غیب ہو کر گیاں
نہ جانیا میں اس دہات ہوئیگا لکر — کہ اصلا نہ تھا کچ منجے تو خبر
سلیمان تو نیں ہے جیتا اتال — کہ دستا ہے منج سر بسر کام گھال
یہاں کون ایسا ہے جان ہور پچھان — جو دیوے گلستاں ارم کا نشان
لگیا فکر آشہ کوں اس دہات کا — معما دسیا مشکل اس بات کا
اندیشے منے پڑ ہو دلگیرا دیک — ہلکوں شاہزادے کے آیا نزیک

کہیا اے میرے من کے نوری نہال — اوجالا دو جگ کا سو تیرا اجال
توں جس روپ کیرا دیوانہ اہے — اوڈھونڈنے سو عالم میں پانا اہے
اُوتالا نکو ہو کہ تج زیان ہے — اوتالا کرن ہار نادان ہے
تجے اس وقت پر صبوری بھلی — توعاقل ہے تج عقل پوری بھلی
بجھانت سیتی خوب پہچان توں — نہ کریوں اپس کو پریشان توں
کیتک دیس خاطر کوں ٹک جمع راک — درد دوکھہ تجے کر لے سینے کو پاک
جو لیوؤں پرے ہیں کلا ہات پاؤں — خبر تیرے مقصود کی ٹھاؤں ٹھاؤں
جو اس دیات سوں سنگ مہلت لیا — سو لوگاں کوں ملک ملک بھیجیا
پتیا باپ کی بات سیف الملوک — رہیا دم پکڑ چھوڑ دے دکھ و دوک
لگیا پھرنے خوشحال ساعد سنگات — پکڑ کر رہیا وو اُسے دن ورات

فرستادن رسولاں شہر در تفحص گلستانِ ارم

گھر سنج اس بے بدل گنج کا — کہے کھول یوں قصہ اس رنج کا
جو گئے تھے رسولاں تمام ایک بار — لگے ڈھونڈنے عالم منے ٹھار ٹھار
سو ڈھونڈنے لگے کر اوتالا تمام — سٹے جا کے عالم پہ جالا تمام
خراسان روم ہور شام ہور ختن — حبش ہور گجرات دلی دکھن
عراق ہور شیراز رے ہور خجند — بخارا بلخ یزد ہور سمرقند
سمنجان کاشان سنجان سب — حلب چین توراں ایران سب
نجام گرہ ہور سکل پر ڈگال — سو مشرق و مغرب جنوب ہور شمال

لنکا پڑ لنکا ہور بنگالا و گوڑ ۔۔۔ بچارے جدہر کے ادہر دوڑ دوڑ
گئے یک طرف تھے جگت تل اوپر ۔۔۔ پنائے گلستاں ارم کا خبر
برس ایک لگ سب پریشان ہو ۔۔۔ پھر آئے مصر کوں پشیمان ہو
سنیا جیوں یو احوال سیف الملوک ۔۔۔ لگیا غم پہ غم کرنے ہور دوکھ پہ دوک
اندہارے بھرے گھر منے جائے کر ۔۔۔ پڑیا دہر نترکی پر سوا تڑتڑا ئے کر
سینیا غم سینتی کوٹ لینے لگیا ۔۔۔ کرا وس نار کوں یاد رونے لگا
صبوری کے پیرہن کوں ٹکڑے کیا ۔۔۔ سو بیہوشی کے ہات آپس دیا
لگیا عشق دن رات کاڑہا اُسے ۔۔۔ اڑایا نپٹ ہو کے آرا اُسے
سنگاتی کوں اپنے پکارن لگیا ۔۔۔ نہ سہہ سکھ برہ آہ مارن لگیا
کرے یاد تل تل رووے زار زار ۔۔۔ پڑے بے خبر ہو تیکر بھار ٹھار
خبر پائے کر ٹک جو ہشیار ہووے ۔۔۔ نزیک آپنے تو نہیں دیکھ کوئی
وہ صورت رکھے آپ نے نین تل ۔۔۔ اُس اوپر جاوے اوکہہ تل تل
کہے یوں کہ مج من کی دلدار توں ۔۔۔ میرے من میں لنس دن بسنہار توں
توکس سمد کی ڈہال موتی ہے کی ۔۔۔ توں کس کہاں کی لال جوتی ہے کی
کس اسمان کی ہے چندر بھان توں ۔۔۔ کس اقلیم کی پری ہے سلطان توں
ہے پھل ڈال توں کس گلستان کی ۔۔۔ جھمکتی شمع کس شبستان کی
جو اس دہات توں مج کوں لہدائی ہے ۔۔۔ میرے من کوں چت آپنا ائی ہے
نہ جانوں تجے کس گھڑی پاؤں میں ۔۔۔ سو کیوں ڈہنڈ کاڑوں تیرا ٹھاؤں میں
و نیں کچ عشق کا منج خبر تھا اوّل ۔۔۔ نہ کچھ برہ کا منج کوں ڈر تھا اوّل
نہیں مج پرت لاگتے یوں نڈھال ۔۔۔ رہوں کیوں صبوری سو تج بن اتال
دِنے دن اسی دہات بیٹھا اچھے ۔۔۔ دیکھیں اُس پیاری کو جنیا اچھے
توں شاہ عاصم لگیا تلملن ۔۔۔ دُکھی پوت کوں دیکھ پھر پھر جلن

رہیا سوکھ دُبلا تُنک تار ہو / نپٹ زندگانی سیں بیزار ہو
اَپس میں اَپیں بھر ٹھنڈی سرداساس / کہیا آ بیکر اپنے فرزند پاس
کہ اے بے بدل نور دیدے مرے / عجب کچ دیکھیا ہوں میں طالع ترے
جو کچھ فکر تج حق پہ کرنا اتھا / بجا ہو گئے ہیں کر دیکھائیا و بیتا
جگت کوں تل اوپر کرایا تمام / سو ملک ملک اس ڈھنڈایا تمام
ہوا نیں کچ اس حد لگ اظہار جھوں / کسی سے پڑیا نیں یو کت بہار جھوں
لگیا ہے پری سات تیرا جیا / نہ سمجھے کسی دہات نیرا جیا
پری کوں کنے جاکے لیانا سکے / کہاں ہے سو کن کھوج پانا سکے
مجے کوچ سو تدبیر دستا نہیں / سو کیوں ہے کی تقدیر دستا نہیں
کریگا اگر مال و دھن اختیار / تو دیوں گا تجے بے حد و بے شمار
اگر پادشاہاں کے بیٹیاں ہیں کتیں / دل اچھتا تو دیتا ملا تج کوں میں

جواب دادن سیف الملوک پدر را

سنیا سر نگے سیف الملوک جیوں یو بات / ہو تغیر اپس میں آپے دہات دہات
کہیا اے شہنشہ اگر لاکھ حور / اُتر آئیں جنت تے میرے حضور
تو ذرہ نہ ہو کس پہ میرا خیال / مجے ہو تو ہونا بدیع الجمال
کیا سعی توں تئیں میرے کام میں / لیا رنج سر خاص ہور عام میں
نہ کیتا میرے حق پہ تقصیر توں / کیا کرنے کے دہات تدبیر توں
ہوا دوکھ تجے رنج کدن تے زیاد / و لے نیں ہوا تج تے میرا مراد
میرے دل میں آتا ہے اب یو خیال / جو لیووں رضا تج کنے تے اِیتال
بچھڑوں جاکے عالم کے چو پھیر میں / آپلے ہو کروں اپنی تدبیر میں

سو کیسا ہے دیکھوں دریا کا سفر / جو لیئوں گلستان ارم کا خبر
لکھیا ہوئے تو ہر سند پاؤں گا / میرے آس تھے میں وراس آؤں گا
بھلا ہے جو لانا منجے بیسگی پاٹ / کہ بھوتیج پکڑیا ہے منج دل اُچاٹ
لگے برہ اُس کا سو جیوں کہرگ منج / پوچھیا انکھیاں تل ولیسے مرگ منج
اپن من میں پیدا کر ایسا خیال / پڑیا باپ کیرا اُسلم ڈنبال
جو تھا شاہ اول تے رنجور پور / ہوا سر تے بھی دو کہے تلے چور چور
کتے وضع سوں تلملانے لگیا / غطے غم کے دریا میں کھانے لگیا
کہیا یوں کہ فرزند منجے ہے سو ایک / کیوں اُس ایک کوں دیوں رضا ذریک
سنت ہے جو بن تخت بن تاج اچھوں / ولے تاب نیں میں جو اس باج اچھوں
کتے قرن پیچھے منجے ذوالجلال / دیا کر دیا ہے یو نوری نہال
نیں تل تے کیوں میں بھگاؤں اسے / ستم کیوں غریبی میں بہاؤں اسے
میرا دین یو ہور ایمان ہے / میرا جیو اس پر تے قربان ہے
کتیک بار کوں پھر اندیشے سنگات / کہ کہنے لگیا کیوں رکھوں قید سات
مبادا دوکھوں تے سینا پھوڑ لے / مبادا یو جیو نے تے دل توڑ لے
دوجا ہور نیں ہے جو گوں کچ اسے / کیا ہے نپٹ عشق یوں کچ اسے
بھلا جو خدا پر توکل کر دوں / اسے باٹ لانے کبر ابل کر دوں
سفر جا کے یا من کے مقصود پائے / جفا دو کہہ تے بھوا کے با پھر کے آئے
یو دو حال تھے کام خالی نہیں / بن اس فکر تے فکر حالی نہیں
برس پانچ کے مستعیدی کیا / دل اس کا منگے تیوں دلاسا دیا
نول شاہ عاصم سثہر کامیاب / بلا بھیج کاریگران کوں شتاب
سو فرمائیا کشتیاں بے نظر / یک یک کشتی ایک ایک دریا گنبھر
ہر ایکس میں حجرے کتے طرح کے / تجمل تخت پوشے گھراں فرح کے

بجھر جھجر نقش کا ٹھار ٹھار ۔۔۔ جہاں کا تہاں کام خوب اُستوار
کرے اس وضع تین سو کشتیاں ۔۔۔ دیک اُس کشتیاں کوں بھائے بہشتیاں
کدورت اُسے ہوئے نہ تیوں پانیں ۔۔۔ نہ دک داٹ آئے کیوں جنگل گھاٹیں
کیتنک ماہ رویاں کو خوش ناز کے ۔۔۔ کیتنک مطرباناں خوش آواز کے
کیتنک خوش ظرافت کے نرمل ظریف ۔۔۔ کیتنک بے بدل قصہ خواناں حریف
کیتنک کھنڈیاں ارغوانی شراب ۔۔۔ کیتنک جنس کے نعمتاں بے حساب
کیتنک خوب تحفے کیتنک کروڑ مال ۔۔۔ کیتنک ذات تیزی پون کے مثال
کیتنک فوج لشکر کیرے بے نظیر ۔۔۔ کیتنک ٹولے سوداگراں کے گنبھیر
کیتنک جنس کے خوب باندی غلام ۔۔۔ اپے ہو بجد مستعد کر تمام
کیتنک جنس کا موپ کر بیشمار ۔۔۔ دے ساریاں کوں ترتیب سب ایکبار
ہر ایک کام پرشہ اپے ہو بجد ۔۔۔ جو کچھ کرتے کا تھا کیا مستعد
سچ دہات اس بے وفا دیر کا ۔۔۔ خدا تے مدد منگ نے خیر کا
دے ساعد کوں سیف الملوک کے دنبال ۔۔۔ روانہ کیا ہور ہوا توبن نڈھال
لگیا روتے فرزند کے دہیان میں ۔۔۔ بلا بھیج ویں اپنے پردہان کوں
کیا ملک اُس کے حوالے تمام ۔۔۔ سو جا خالی گھر میں اپے صبح و شام
عبادت سوں مشغول ہو رات دن ۔۔۔ دعا سات چت لائیا چھین چھین

ماہ پیکر

۱۰۶۴ھ م ۱۶۵۳ء

از

احمد جنیدی

غم نمودن پیکر بعد جدائی و رفتن پیش ملک زادہ و احوال او بیان کردن پیکر

الٰہی کرم کر توں اس کار میں — نکو بھا تفرقہ یار ہور یار میں
ہوا جب او پیکر سو مہ پر فدا — رضا لیکہ مہ کن تے ہوا جدا
انگے جا قدم دو او ٹھیا ہانک مار — ٹوٹی منج تے میری اتیا غمگسار
چلیا دس تے پیکر تنگ دھر تھوات — کہ دیکھن لگیا در کوں حسرت سنگات
ستو در و دیوار میرا سدا — کہ ہوتا ہوں تمنا سوں اس تن جدا
تمن تے میرے یار بارا برس — کہ پاتا تھا ہر نس تمارا درس
اگر پانوں تمکن جو آوے چلے — پڑے گی نظر جب او چینی کلی
کہو میری پا توں کوں میرا سلام — کہ پیکر گیا ہے کمینہ غلام
کہ پیکر پکڑ دوڑی اتر پاچھا — خدا یا ج اسکوں نہ تھا کوئی دوجا
چلیا یار کے گھر کوں وو ندر تن — کہ انپڑیا ملک زادے کی جا وطن
کہ دروازے کے جوں بھتر دھایا — ملک زادہ اس کو نظر آئیا
کھڑا تھا سو گھر چھوڑ انگن میں نکل — کہ پیکر کا دک اس کھڑیا تھا بل
کہ ہو منتظر او اپن یار کا — کہ لا دھیان پیکر کے دیدار کا
الٰہی کی درگاہ میں بیحد پکار — دعایاں و زاری سو کئی لک ہزار
الٰہی او پیکر ہے اس رات میں — کہ سنپڑیا ہے کتوال کے ہات میں
نگہبان توں ہے الٰہی اوسے — کرم کر جو پیکر میرا منجہ دسے
الٰہی سلامت کدھاں آئے گا — کہ دیدار اپنا سو دکھلائے گا
الٰہی صحبت سوں اوسے منجہ ملا — الٰہی میرا یار منجہ پھر دیلا
ہزاروں مشقت کئی دھات سوں — چھڑا کر لیا تھا سو اس ہات سوں
مگر جا ادھر رات کو بند پڑیا — نہ جانوں وقت سخت کیسا کھڑیا
رہی ہے تنک رات اس وقت پر — عجب بے جگہ ہے سو او سخت تر

تیٹ اوکم عقل سو بے نام ہے / نہ آیا اجوں یاں وان کیا کام ہے
سبب کیا ہوا ہے نہ آیا ابتال / نزیک ہے فجر کا سو ہوئے گا اوجال
مگر پھر کہ سنپڑیا ہے کتوال ہات / نہ آیا رهیا ہے سو او کیسی دھات
کہ معشوق اس کوں ہے لینے بھولا / رهیا ہے سو ہو ماہ کا مبتلا
کہ عاشق و معشوق کوں دیک کر / رهیا ہے سو سیوک ہو اس پیک کر
کہ یا او نہ آنے کوں دی ہے ابتال / چھبیلی رکھی ہے سو اس کی سنبھال
کھڑا اتھا ملک زادا کرتا بچار / دو نیناں کوں نیناں ہوئے دین چار
یکس کوں یکس گل لگا کر میلے / سو لے ہات ہیں ہات گھر کوں چلے
کہ خاطر ملک زادے کی ہوئی صفا / کہ پیکر کوں دیکتے گیا دُک جفا
کہ خوشحال ہو دھات سوں تگ رهیا / کہ دُک ہور غم سارا اس تے گیا
ملک زادہ بولیا کہ اے یار غار / صبح ایک توں وان کیوں کیا تھا قرار
رین ہے تیٹ تھوڑی اس وقت پر / صبح کوں تیرے سیس ہے سخت تمر
ہوتے لا لکھیا جوں کہ تج بخت میں / کہ جائے گی ہے نیناں سو نیند کی اوکام
نہ دیکھے ہے نینا تیری نیند حرام / سکھے ہیں نین تیرے مہ کوں چھپا
رہی بہوت پیسا نیناں ہیں آ / گئی نیند نیناں تے سب چھوڑ کر
کہ کب کے تیری مہ پہ جب ہوئی فدا / ہوئی نیند نیناں تے تیری جدا
کہ سب نس جگندے نین آج ہے / کہ نینا تیرے نیند سوں محتاج ہے
رین سب نکل گئی ہے نیہ کام پر / کہ سن یار میرے ٹک آرام کر
لگیا او بچھانا سو کرنے کوں راس / تولسیاں بچھایاں پلنگ آس پاس
پلنگ پوشش زر کا سو اس کے اوپر / بچھایا ملک زادہ کر خوب تر
کہ بالشتاں اس کے سرانے دھریا / بچھانا ملک زادہ نیکا کریا
پکڑ ہات پیکر پلنگ کے اوپر / نے جا کر سو بلایا او نامور
ملک زادہ پیکر ہوں ہم یار ہو / کہ بیٹھیا پلنگ پر سو غمخوار ہو

کہ سچ لیوں لے عاشق نیک نام — پرت کا کھڑیا تج سوں کیتا تھا کام
کہ معشوق و عاشق میں کیا راز تھا — پرم کا سو دونو میں کیا ساز تھا
اتھی کیوں پرت دو میں اس رات کوں — کھولیا تھا سو معشوق کس دھات کوں
ملک زادہ سن نیہہ کی بات توں — چھپیا راز نیہہ کا سو تج دھر کھوں
ملک زادے کی دھر سو مہ یاد کر — لگیا رونے بجند و فریاد کر
کڑکتے لگیا بجلیاں کے نمن — لگے بلنے دھانکا سوں ساتوں گگن
گرجنے لگیا جوں کہ بادل مثال — کہ برسات مانند نیناں کا حال
کہ سن یار جانی میری بات اتیال — کہ میں تج تے پایا ہوں مہ کا جمال
منجے یو رمیری جیو نی توں یار کوں — ملایا ہے اس رین یک بھار توں
موا تھا سو جیو دان کوں منجہ دیا — کہ قربان تج پر تے میرا جیا
کہ احسان تیرا ہے جگ پر عیاں — زباں کوں نہ طاقت کروں کچھ بیاں
رعنا لے کے تج کن تھے جب میں چلیا — کہ محبوب کوں جا کے جو ن میں ملیا
دوگانہ اٹھا کر سو فرمان تمام — پڑی منج سوں ملکر سوں او نیک کام
رعنا میں منگیا اس بجد ہوا یار — نہ دیتی او آنے کوں دروازے بھار
پکڑ باٹ میری منگا او آ کھڑی — نہ دیوے منجے آنے کوں شہہ پری
ہوئی تھی او بیتاب منجہ دیکتے او — و یدع مہ کری تھی سو سب سک تے او
عقل چھوڑ گئی اپنی بھار سوں — نہ تھا کچھ شعور دل میں دلدار کوں
رہی تھی ہمت اس میں یک تل قرار — نہ تھا اس ہمت ہور تقوی کا کار
گیا تھا سو اس کیان اس تے نیکل — کھڑیا تھا سو اس جیو پہ سارا کھیل
ہزاروں مشقت سوں کیتا ہشیار — اوٹھی جاگ کر مہ سو پائی قرار
لگی منجہ منا کرنے کئی بھانت سوں — منجے چھوڑ جاتا کی اس رات کوں
نکو جاتوں رہ یاں سوائے جان من — میرے دل منے ہے سو تیرا وطن
رکھوں گی جگر بیچ تجہ کو چھپا — نہ دے سکوں کسی تجکوں ظاہر دیکھا

ایسی بات کرتیں اوٹھیا آہ مار ۔۔۔ لگیا ہات چھوڑن سو مہ جھر پکار
محبت کا مَے اس کو جوش آئیا ۔۔۔ اثر پر اثر نیہ کا پھر دھائیا
سلگ نیہ اگن سترے بھڑکا ہوا ۔۔۔ کہ بیکر کی نیہ کا سو کڑکا ہوا
یرہ آ عقل کوں لگیا لوٹنے ۔۔۔ تب آہ ہور نالاں لگے چھوٹنے
کہ بیٹھا سو آ دل میں نیہ راج ہو ۔۔۔ گئی عقل نفسانی تاراج ہو
لگیا پیر پیٹنے سو سینے سنگات ۔۔۔ کہ مہ یاد کرنے لگیا دھات دھات
کہاں ہے او بولو سو میری مثال ۔۔۔ کہاں ہے چکا جوت کی اوجلال
کہاں ہے او مہتاب شبرات کی ۔۔۔ کہاں ہے میری مہ میرے سات کی
کہاں درکنوں ہے منجہ جان کا ۔۔۔ کہاں ہے سورج میری ایمان کا
کہاں ہے میری شمع مجلس اوجال ۔۔۔ کہاں ہے میری مہ کا نیکا جمال
کہاں ہے او نرمل بدن پدمنی ۔۔۔ کہاں ہے چنچل چلبلی ناگنی
ایسی بات کرنے میں بے تاب ہو ۔۔۔ پڑیا بھیس اوپر سراہو سو دکھ
ملک زادہ اس دیک حیران ہوا ۔۔۔ کہ بیکر کہ جیتا ہے یا بے ہوا
لگیا یوں اندیشے کہ سن اے ولا ۔۔۔ ایسی بات نیہ کی نہ بچنا بھلا
کہ نیئں جانتا یوں کہ یو ہے وزا ۔۔۔ کہ نیہ کی حکایت کا یو ہے سزا
کہ نیئں جانتا تھا میں ایسی سو دھات ۔۔۔ پیرت بات کرتی ہو گئی جیو پہ گھات
نہ دنیا میں عاشق کوں محبوب یاد ۔۔۔ نہ جانتا سو بیکر کا جان ہو آزاد
پیرت بات کرنے نیکل جاوے جیو ۔۔۔ عجب ہے کہ جیتی او تو دیک پیو
پیرت میں سو ہے معجزے کی یو دھات ۔۔۔ کہ مرنا و جیتا سو ہے سات سات
اندیشں یوں سو بیکر کوں دیکھن لگیا ۔۔۔ سو دھر بات سینے پہ زلفن لگیا
اعتقاد روح تن میں سو تھوڑا نیٹ ۔۔۔ گئی جیب حلق میں سو ساری اولٹ
کہ میں پوچھتا یوں کہ یوں ہوئے گا ۔۔۔ کہ بیکر اپن جیو یوں کھوئے گا
کہ عاشق کوں معشوق کی بات میں ۔۔۔ نہ کہتا کہو کر کتنے سات میں

ملک زادہ بولیا کہ اے یارِ جاں
نین کھول دیک منج کوں ہو مہرباں

ہوا ہے اپیا صبح صادق تمام
کہ اُٹ جاگ اے عاشق نیک نام

پڑیا کی ہے بیتاب اپ سود کھو
کہ اُٹ یار میرے توں ہشیار ہو

ہلانے لگیا اسکوں کئی دھات سوں
اوچاتا تھا بیکر کوں جھوبھات سوں

ملک زادہ دل میں اندیشا ہو خام
بغیر ہانک یو گے نہ چل سی یاں کام

ملک زادہ جب ہانک بولیا پکار
کہ آواز سن بانگ ہوا کوئیں ہشیار

نین کھول دیکھیا صبح ہوئی تمام
اوٹھیا ہڑبڑا او نماز کے سو کام

وضو ساز دونو مصلّی ہوئے
مصلا بچھا کر سنت سب کئے

ملک زادہ جب او ہوا پیش امام
فرض دونوں مل کر کئے سب تمام

سلاماں دیئے او تو ہر دو طرف
کہ پڑنے لگے او کلام کا حرف

ملک زادہ بیکر دونو نیک نام
کہ تسبیح پڑے لا الہ کی تمام

اوچایا ہات دونوں مناجات کوں
کئے ختم آخر سو صلوات سوں

پلنگ کے اوپر جاکے ہم یار ہو
سوتے دونوں مل کر سو یک ٹھار ہو

ملک زادہ جب او اوٹھیا جاگ کر
کہ بیکر کوں دیکھیا جو ہے خوب تر

اوڑایا او سالو سو بیکر اوپر
کہ سو بینیا او رحمان کوں خوب تر

الہی توں کر فاش دونوں کا راز
قبول کر دعا شہہ کی اے بے نیاز

الہی توں سلطان محمود پر
کر کر فاش یو یار سائی ہنر

کہ بیکر چلیا دیک او شہہ نول
کہ اکثر یا چھپا مہ کا اس کے اول

سو نیاں ہور دیکھیا سو او نیہ لاز
کہ سمجیا اپن من میں ہے پاکباز

انیوتے خیانت نہ ہوسی مدام
کہ مہ ہور بیکر سو ہے نیک نام

کہ دونو ہے صالح او ہے نیک بخت
ہزاداراں کوں سو شاہی و تخت

کہ سلطان کا ان پہ آیا ایمان
کہ تحقیق دونوں میں صالح جوان

اینو کی برکت تے دنیاں تھا — رکھیا ہے دنیاں کا سو ثابت کار
چھپیا راز سلطان سب پائیا — اپن گھر طرف او سو وہیں دھائیا
اتھی جو تی رہ میں او بہت اتھا نیر — کہ سلطان دیک کر رہے واں ہو ٹھیر
لیور تے اتھا نیر او بھوت صاف — کہ موتی کی اپرال تھی اسکی ناف
چلے آئے شہ نے سو اپ گھر کی در — آسودا ہوئے جا پلنگ کے اوپر
کیتے وقت پچھن کیا ذوالجلال — ہوا صبح صادق کا آکر اوجال
صبح کا ٹھنڈا باؤ بہنے لگیا — مرغ فجر کا بانگ کہنے لگیا
منگا آب شہ نے وضو کر اول — گزاریا وحق کا سو فرض و نفل
کیا ورد اور او تسبیح یوں — گزاریا دوگانہ و عشراق کا جوں
بیٹھیا شہ عدالت کی آ تخت پر — بولا کتوال کوں کہیا بخت ور
کہ عبداللہ کا ایک فرزند نیک — کہ سنیڑیا ہے منجہ بات چوری سوں ٹیک
پکڑ قید کر بند اس لیا توں ہیں — ——— رضا پاؤں میں؟
کیا منجہ دغا دیکہ توں جان ہار — کروں کیوں سو اب میں تیرا اعتبار
کہیا تکوں ضامن ملک زادہ دیکوں — رضا دو پہر میں سو پھر آؤں یوں
لیکن جا ملک زادہ کوں دے ضماں — چھوٹک پایا شہ کی سو بات اماں
اُوچا ملک زادہ جو ضامن ہو کر — لیا بات میں صبح دیہوں کا لکر
کہ تم ملک زادہ کن اسکوں لیاؤ — ایسی غوغوے کا ڈھنڈورا بجاؤ
بدی کا دماں ما جہاں پر بجیا — بُرا سب میں ہوں میں نہیں کوئی دوجا
کہ فرمائے شہ نے سو کتوال کوں — سولی دے سو اس چور در حال کوں
گئے حکم ہور کئی چھپا کر رکھو — کہ ظاہر سولی دیکو باطن نکو
لے کر آ سولی توں اس ٹھار پھر — کہ میرے حضور توں سولی کا ڈگر
سولی دے او سے آج دربار لگے — کہ آنے دے اسکوں کہ جس جیو ہنگے
تماشے کوں اس ٹھار جن آئے گا — جکوئی آکر دیک نکل جائے گا

اگر کوئی کسی کوں کرے گا فنا — کروں گا دنیا سیتی اوس کوں فنا
دماں ماں سوئی تم سو بیگی اناؤ — ہو یلسار کوں بھیج بیگی منگاؤ
کہ کرنش کیا شہہ کوں اقرار سوں — کہ بھیجیا ہو یلسار اس کار کوں
کیتک سات میں لیا سو حاضر کئے — کر سولی کا ڈونیکا وضا تب دئیے
سولی کاڑی دربار کے جوں آنگے — دماں ماں دمامے بجانے لگے
رضا لیکہ شہہ کن تے جوں استوار — نزدیک لیا کہ بیکر کوں کیتا قرار
پکڑ ہاتاں دو دھر کے اس کے تمام — کھڑی کیتے لا کر سولی کے مقام
ادٹھیا کوس شاہی کا آواز جب — زمیں سات آسماں ہلے سارے تب
کہ بیکر کے دُکھ تے دو عالم ہلیا — کہ غم کی اگن تے سو عالم جلیا
اوٹھیا شہر غزنوں میں اس دھات شور — کہ عبداللہ کا بیٹا ایسا ہے چور
بجی ہانک یک دھر تے چوندھیر تمام — سنے شہر غزنو کے سب خاص عام
سولی دیتے بیکر کوں شہہ کے حضور — ہوئی بات دو جگ میں ساری مشہور
نھتا ہور بڑا سب ہوئے بے وطن — کہ دکھ سات لیسرے سو سد اپنے تن
الہی توں بیکر تے عبرت تمام — دیا جن ملک انس سب خاص و عام
تماشے کے کارن خلق آملیا — بسر جا تماشا ہوں دکھ میں گلنیا
لگے زاری کرنے سب اسپاس آ — کیتے سر کوں کوٹیں پچھاڑیاں جو کھا
کیتے بال لوچے کیتے سر پچھاڑ — کیتے مارے بونبڑیاں کیتے کپڑے پھاڑ
کیتے کھاکر پچھاڑیاں سو بھبے قرار — کیتے مارے ہانکاں سو بیکر پکار
کیتے بھائے ماٹی اپن تن اوپر — کیتے گئے وطن سارا اپنا بسر
کیتے بھائے کفنی تجے سب دنیا — کہ جینا دو دین کا ہے دنیا فنا
کیتے مارے پتھر سینا سر ادپر — کریں تن اپن چور سب سینچ کر
کمتیاں تے نکل گئے جواہر سو سب — کہ دنیا تجے پکڑے خالق کو تب
کہ عبرت یو ہوئی سب کہتا کوں تمام — فنا چھوڑ پکڑے بقا کا مقام

دنیا بے وفا ہے نہ پڑا اسکے خیال — ہوا ہور حرص کا یو ہے سب او بال
کتیاں نے سو پکڑ لے جنگل جا مقام — کتیاں کوں ہوا کھانا پانی حرام
کیتے ہو سو بے سُدا اپنی سُد بسر — کیتے پڑتے لڑتے سو ہو بے خبر
کتیاں نے نین مکھ سو دھونے لگے — کتیاں نے سو زار زار رونے لگے
کیتے کفنی گل بھا چھوڑے آپ وطن — کیتے کیئے ایمان اپنا جتن
کتیاں کی عقل جا ہوئے بے عقل — کتیاں کوں پڑیا بھاری مشکل کیل
کیتے لیکہ تسبیح سو طائب ہوئے — کتے اس خلق میں تے غائب ہوئے
کیتے در دلبر سے سارا تمام — کتیاں نے ذکر پکڑے دائم غلام
کتیاں نے وطن سٹے سو عابد ہوئے — کتیاں نے اپنے جیو سو حق کوں دیئے
کیتے چھوڑے دکھ دیک آواز سب — کیتے کیتے غم سات غریاب
کیتے نے مصلا سو زاہد ہوئے — کیتے حق کی قدرت پہ شاہد ہوئے
کتیاں کو مشاہدا حاصل ہوا — کتیاں سوں الٰہی نے واصل ہوا
کتیاں زہد(سو) اختیاری کئے — کتیاں نے اپنے جیو نثاری کے
کیتے سے چلے کھاندے پہ مرگ پوت — کتیاں نے پیو کارن لگے دوست دیت
کیتے جا بسائے سو کعبہ مقام — کیتے جا مدینے میں رہی وان مدام
کتنی جا کے بیت المقدس رہے — کیتے وان الٰہی الٰہی کہے
جیتے تھے او کافر سو سارے تمام — کہ بیکر کے دک تے سٹے اپ مقام
کیتے لے سو جینے سیناسی ہوئے — کتے لے کھپری ہات اوداسی ہوئے
کیتے ہوئے جنگم کنٹھا بھا گلے — کتیاں نے لی چھولی وطن سٹ چلے
کتیاں نے ہوئے جوگی گن بھار کر — چلے چھوڑ اپنا حرص مار کر
کیتے ہو کے تپسی ترستے لگے — کتے ہو کے مجذوب کیتے جیو کھتے
کیتے ہوئے راول جھٹا دار سب — کتیاں ہو کہ باول کریں جو تب
کیتے رہئے ترنکھار نردھار ہو — کیتے ڈھنڈتے پھرتے کہ دلدار کو

کتیاں نے لے جینے کریں جب ہری | کتیاں کوں سو دکھ سوں لگے تھرتھری
کتیاں نے او سُد بُد تے ہوئے جدا | پلو کارن لگے گو وندا گوہ ندا
کتیاں نے سو بسری و جینے مدام | کتیاں نے سو بسری ہوئے بُسک تام
کتیاں نے سو کھو دید چار و سُکل | کتیاں کو پڑا آیہ مشکل کبل
کئے کفر اسلام یقیں یوں قرار | بغیر از محمد رسول نیں ادھار
کہ جن انس ساری سو سب خاص عام | مناجات حق کن منگے یوں تمام
عرش ہور کرسی و ساتو فلک | بہشت ہور رضوان و سارے ملک
مناجات کیتے سو حق کن تمام | کہ برکت تے تیری ہزار الملک نام
کہ عاشق او معشوق کوں ٹیک ٹھار | بلا کے سو گرداب تھے بھار کاڑ

شنیدن آوازہ سُلی ماہ و منت وزاری نمودن پیش دایہ ولباس نمودن سیاہ و آمدن پیش پیکر

الٰہی توں رکھ شرم ہزار کا | ہمت دے نبھانے کوں اقرار کا
ہوا غلغلا شور جگ میں تمام | سولی سار ہوتا دہی تیک ٹھام
دمامیاں دماگے بجاویں جو ساز | دریغا دریغا سو نکلیں آواز
پڑی جا لیو آواز مہ کان میں | رلیسر سُد نگی مہ اوسی دھیان میں
لگا کان ہور دھیان آواز کوں | لگی سننے محبوب کی راز کوں
پلنگ تے تلیں ہور تلیں تے اوپر | لگے پڑنے مہ یار کوں یاد کر
کہ مارے اچھیں سگے مہر سے یار کوں | کہ کسی کس مزاباں سوں دلدار کوں
کہ رو رو کہ خوار زار ہوی او دکھیا | اوسی غم میں سدھ تمیارا اس کا اوٹھیا
دوانے سو دیکھ اوسے ایسا حال | شفقت مہراس پہ کیتے کمال
کہ دیک ماہ کوں یوں پکارن لگی | اپس میں ایس یوں پکارن لگی
دل تے سو مہ پیکر مدہوش تھی | اوسی کے اثر تے او بیہوش تھی

گیا ہوش بھر نیہ کا یوں آئیا — شمع کے اوپر جوں پتنگ دھا آیا
لگی آگ نیہ کی سو بھر کر تمام — اوٹھیا بھڑکا برہے کا دل کے تمام
گیا جیو کا نیر بھر دھا ئیا — اثر یو اثر مٹنے کا بھر آئیا
ہوا دک اوپر دک یو بھاری تمام — ہوا غم اوپر غم یو کاری تمام
زخم پر زخم نیہ کے تازی ہوئی — کہ عاشق کوں نیہ کی یو بازی ہوئی
اول تے دیوانی اوپر کھا بھجنگ — پڑی نیہ اگن میں جو جوں تیر خدنگ
اول تے تھی بے سد اوپر گی لبسر — ہمت ہور تقویٰ عقل سو بسر
اول تے تھی نادان اوپر دک پڑیا — برہ کا وہ مشکل کہیں آ کھڑیا
اول تے تھی بیٹا ہوئی خارزار — کہ بالی سو نیہ دک تے ہوئی بے قرار
اول تے تھی تانی اوپر سد بھولی — نین تے رکت رو ہوا تن کھولی
اول تے تھی بھوری اوپر گئی عقل — برہ سینے تے چلیا ہو کر اوبل
اول تے دو کھیا او اوپر دک ہوا — ادا دھی کوں تو پھر کر جیا
ہزاروں مکر کر او جیا ئی نار کوں — پوچھی بات نیہ کی سو دلدار کوں
نین کھول کر کئی تو نا ئچ جنی — تجے میں سوا ولیچ ماٹی بھنی
دوا سن عرض داشت میرا اتیال — کہنیا پرا احسان ہوسے گا کمال
دوا اک میرا بول تو کان لے — دوا ایک سیہ پیرہن آن دے
دوا تیرا اپکار ہوتے گا کمال — کہ جیا در سیہ لیا کہ دے منج اتیال
دوا منجکوں وعدے کا ہے آج کار — دوا ایک سیہ لیا کہ دے توں ہزار
دوا یو وقت ہے سو منجہ سخت تر — کمر بند سیہ لیا کہ دی بخت پر
دوا تیری ہے مہر منجہ پر مدام — کہ سر بند سیا سوں ہے اب منجکوں کام
دوا توں میری بات اب ٹک چلا — کہ ترکش سیہ منجکوں توں یک دلا
دوا میرا ہے تٹے توں سو بس جتا — کہ لیا یک سیہ سب تند یو تقا
دوا توں سو جامہ دار خانے میں جا — سیہ ساریاں لیتاں سو توں بگ لیا

دوالیار منج میں اتھی بات یو   کہ دیدار دینا ہے اس ٹھار سو
دوا او وخت آ کر آپ منجہ کھڑیا   کہ دیدار دکھلانا منجہ سر پڑیا
او بھی بول دوانی کہ سن نیک نام   خلق میں سو جانا نہ ناری کا کام
کہ ناری بھلی گھر میں یا در مزار   نہیں کام ناریاں کا جانا بیزار
نکو بھا توں دروازے تے بھار پا   کہ رہ توں شرم کر نکو بھار جا
کہ چھپنا سو ناریاں کا ہے نیک کام   پیا یا مرد دیکھنا ہے حرام
نکو بھا نظر تیری بیگانے پر   نکو اوڑ کسی کی توں استانے پہ
نین کھول دیک یک توں شوہر اول   چھپا رک توں لے نارا اپن مکھ کنول
نہ دکھلا کسی کوں توں اپنا جمال   نکو دے توں نیناں کوں کس کہ اوچال
شرم کا سو پردا نکو مک تے کاڑ   نکو توں حیا کی سو پردے کوں پھاڑ
کہ اوڑ لاج کی داوانی سر او پر   نیکی ہے او ناری سو اس کے بھتر
نکو کر برا توں سو اپنا خیال   کہ دور رکھ اپس دل تے ایسا او بال
نکو لیا بوری بات اپن دل اُپر   حیا لاج ناری کوں ہے خوب تر
نکو جا صحن میں توں گھر تے نیکل   مبادا پڑے گی کسی کی نظر
نکو جا تجے کوئی دیکھیں گے اتیاں   کہ ظاہر ہوتے گا سو تیرا اچھال
نکو جا نظر توں پڑے گی کسے   بھلا ہے نہ ریشا تیرا کس ویسے
مبادا پچھانیں گے تج کوں سو دیک   کہ بوجھیں گے مہ کوں سو تحقیق بیگ
خلق سب ملیا ہے سو اس ٹھار پر   نکو کر دلیری توں اس کار پر
ہوا ہے خلق سارا حیران تمام   نکو دھر قدم توں سو بیکر کے کام
کہ دربار سلطان کے توں نہ جا   نکو تو بیگانیاں کوں اپ مگ دکھا
دلیری نہ ہوسی تیرے بات تے   کہ توبہ توں کر مہ پرم بات تے
توں ناری نکو کر سو مرداں کا کام   سنرا اولاد ناریاں کوں گھر ہور مقام
حضور بادشاہ کے نکو جا ایتال   بلا آ پڑے گی سو سچ پر سنیاں

عدالت میں ہو مسند شہہ بیٹھیا | تجے گا تیرا دل کلیجا جیا
حسن میمندی بی اوسی ٹھار ہے | نکو جا بچپا ری بورا کار ہے
توں بیٹھی ہمارے جیواں کے اوپر | نکو نے ہمن جیو تھی تا ہو ر
اوٹھی بول دوا کوں کہ سن بات توں | نکو کر منے جیو اوپر گھات توں
لگی پانوں پڑنے او منتاں کرن | لگی سیس دھرنے دوا کے چرن
کہ لیاوے توں کسوت سو میری اتیال | کر ایکبار ہوئے کا تیرا منج کمال
کہ مرنے کا احوال مہ پر سو پائی | اوسی وقت کچھ کچھ منگی تھی سولیائی
وضو ساز شکرانہ حق کا کری | نماز کر سو سر اپنا قبلے دھری
کہ واجب کی آیت کوں تکرار کر | الٰہی ہے منج سر پر اقرار کر
دوا اپیا دیئی سو لیئی نیک نام | کری ساری کسوت منے سب تمام
سیہ گھوڑے پر اس وقت ہوئی سوار | چلی وہیں چھجے پر سوں دروازے بہار
کہ جا ایک سو مار اسپ کوں گئی اتا | خلق دیکتا تھا جتا تھا وتا
ڈھکیلی ترنگ کوں سو دریا رکن | رکھی تھی اون ہات میں اب جتن
اوسی مار کی میں سو گھوڑا چلا | لیئی جا کے پیکر کوں منے ملا
کہ دیکھی سولی کا ڑے ہیں استوار | کہ نزدیک پیکر کھڑا ہے سو یار
کہ محبوب کے رخ پہ رخ جا دھری | نظر پر نظر رکھ وہیں جا کھڑی
اپس میں اپی دونوں دیکھن لگے | نین پر نین دھر کچھ بیکھن لگے
پرم راز لیا کر سو نیناں میں دھر | چھپیا راز نیناں سو اظہار کر
پڑی مہ رباعی سو نیہ ساز کی | کہ طالب و مطلوب کے راز کی
کہ اس شہر میں ہوں اسیہ پوش میں | بجھڑ کر رہی ہوں سو مدہوش میں
کہ کرتی ہوں زاری و خاموش ہوا | او بلتی سو دیگ داں کی سرپوش ہو
سو نیا مہ تے پیکر رباعی تمام | پڑیا بیت اپنے راز کی نیک نام
اگر منج سولی دیوے تے محبوب در | خوشی سوں سولی سار ہوں سر بسر

که دیکھیا سیه پوش سلطاں سوار — ترنگ پر اتھا سارا تقوی قرار
کھیا دل میں یو سار آیا ہے یاں — که وعدا کیا تھا سو پیکر سوں واں
عجب صدق و علا ہے اس نار کا — عجب ہے ہمت اس کے اقرار کا
اندیش شہہ حکومت طرف رخ کئے — حسن میہندی کوں اشارات دیے
سمجھتا سیه پوش اس سار کوں — دلاور ہوا آیا ہے اس ٹھار کوں
حسن میہندی کا سر سو نیچے دھریا — دہاشه کوں کورنش سو بیحد کریا
کھیا میں سو ثیمن جانتا یو جواں — نه معلوم ہے مجکو اس کا نشاں
گیا دیک سیه پوش واں تے نکل — اتھا شہہ کوں مشکل ہوا سارا حل
اوسی وقت شہہ نے اشارت کیا — که کتوال کے ہات پیکر دیا
لیجا اس کوں رکھ توں ٹھیکہ ٹھیک ٹھار — نکو ہو تو ہے فام اس تے ہوشیار
رین ساری خدمت میں ایوں بند کر — نکو توں سوں واں پیچ کس کوں دیگر
بچھاناں کو جاگا کا سو سہرا اپناں — اوسے بھوت جیا واں سوں تلتل متاں
که سن بات شہہ تک تے سر مجنیں بھریا — ہزارہی اور کرنش سو شہہ کوں کریا
که شہہ کا ہر سن کے بہتر پیار سے — چلیا لیکہ کتوال اس ٹھار سے
دیلائی پان شہہ نے سو سب خاص عام — که لے پان کرنش کئے سب سلام
دیلائی پان شہہ نے سو سب خاص عام — که لے پان کرنش کئے سب سلام
که سلطان اٹھ کر محل میں چلے — کر اس پاس تھوجے سو سارے ملے
گیا سب خلق شہہ کا دربار سوں — ہوئے سارے مشغول اپن کار سوں
چھپیا سور مغرب طرف جا تمام — که یو لسن جرں ماہی میں کیتا مقام
خلق کا جو غم جا سماں چھا گیا — دنیا میں اندھارا سو ہو آگیا
دو عالم کی دکھ با تک سن کر چندر — که دیکھن کوں نکھا سو اودر بدر
ستارے سو روشن ہوئے ٹھار ٹھار — تب عاشق و معشوق ہوئے بیقرار

بموجب حکم سلطان محمود بُردن کتوال بہ بندی خانہ پیکر را غم کردن او

الٰہی دکھا صبح رحمت ایتال — ضلالت کوں کر دور دکھلا جمال
حکم شہہ کا کتوال جوں پائیا — کہ خدمت سو شہہ کی بجا لائیا
چلیا لیکہ پیکر کوں خدمت سلگات — کہ جو امر سلطان کا جوں ہے دھات
بندی خانہ نزدیک تھا ایک گھر — سنوارے اُسے خوب اُپر تے تر
کہ پلنگاں جو اہر جڑت کے تمام — لے کر آ رکھے تھے سو پیکر کے کام
تبواسیاں وجم خانے کئی دھات سوں — بچھانا بچھائی سو اس رات کوں
شمع ہور دیوے رکھے ٹھار ٹھار — رکھے موم بتیاں موم دانیاں سنوار
کیتی ساریاں ارش سو تاریاں مثال — ہوا گھر میں چوپھر سو سارا اوجال
لے کر جا کے کتوال پیکر کوں جاں — کیا بہوت دلاسا و خاطر نشان
کھڑے تھے سو خدمت میں پیادے تمام — کہ حاضر اتھے سارے پیکر کے کام
اکہ پیکر کوں واں کچھ نہ آرام تھا — پلنگ ہور مسند سوں نا کچھ کام تھا
کہ جس ٹھار دلبر کا نئیں ہے جمال — کہ اس ٹھار مانند دوزخ مثال
کہ جس ٹھار درسن نہیں یار کا — کہ او ٹھار بیگانہ در کار کا
کہ جس گھر میں نہیں یار کا ہے مقام — نہ سہے گھر او جنگل ہے دایم مدام
کہ جس دل میں نئیں یاد دالدار کا — نہ ہے گھر او جاگا ہے کفار کا
محبت نہیں یار جس گھٹ بھیتر — نہ انسان حیوان تے بد بتر
نہ تھا کچھ واں پیکر کوں بن یوں کار — نہ تھا گھر میں کوئی یار اس غمگسار
لگی تھی بِرہ آ کہ تن میں تمام — ہوا تھا سو گھر اس کوں مانند حرام
بغیر یاد مہ بن نہ کوئی یار تھا — خیال قد و قامت کا دلدار تھا
نہ تھا اس کوں مونس سو اس ٹھار یہ — اتھا ہم نپہ درد کوں کار گر
بغیر مہ درد کچھ نہ دھرتا اتھا — کہ مہ یاد بن کچھ نہ کرتا اتھا

اتھی تسبیح اس ناٹوں کی نت مدام
زباں کوں سو بن مہ نہ تھا کچہ او کام

کہ شب روز مہ بن نہ اس کچہ دیسے
بغیر مہ نہ اس دل میں دوجا بسے

محبت اگن کوں سونا لیا کر تاب
پکارن لگیا ماہ کا ماہتاب

نین ہو کہ تیسی تر سنے لگے
کہ جوں ابر نیساں برسنے لگے

بغیر خوں فشانی نہ کچھ کار تھا
بغیر آہ و نالاں نہ ہم یار تھا

پکارن لگیا ماہ انور کہاں
بغیر ماہ سیاہ ہے سو ہر دو جہاں

میرا جیو واروں گا تجہ نام پر
بلیاری کروں گا تیرے ٹھاٹوں پر

کہاں پاؤں تجہ مہ کنول کا سو راز
نہ دھرتا ہوں کس سوں راز و نیاز

نہ منجکوں جیوٹک ہے سو اس ٹھارتے
نہ سکتا ہے ہو دور نیہہ کار تے

نہ کوئی دیں منجے یاں تے یکتل سو چھوڑ
کہ سکتا ہوں نیہہ ڈور سی منجہ بات توڑ

کہ مہ کا فراق آ کھڑیا منجہ کو بل
کہ جانے کوں یاں تے نہ منجہ بات ہل

گرد گرد گہ چوپھیر سو پیاری تمام
کہ قاید کری ہیں منجے اس مقام

کہ تپتا ہے دیکھن کوں تجہ کوں جیا
نکلتا ہے سب رین میرا جیا

نہ دلیں او دیکھن کوں تجہ مکھ چندر
کہاں پاؤں دیکھن تجے مہ سندر

الہی کی درگاہ میں او خار زار
بغیر غم او زاری نہ تھا اسکوں کار

رفتن مہ و غم خانہ کردن و دعا را بہ زندان فرستادن برائے خبر پیکر

الہی رکھیا نئیں کس یک حال جم
کدھیں دیوے شادی کدھیں دیوے غم

چلی مہ سو پیکر سوں وعدا نبھا
نین کی رکت میں تن اپنا ڈوبا

کہ شب تیز اپنے کوں انپڑی سو دی
اپن گھر طرف راست مارگ سو لی

کہ جا گھر کوں اپنی سو گھوڑا اتر
پچھاڑی کھڑی کھائی بھوئیں کے اوپر

لگی رونے ہور بولنے دکھ تمام
عجب بخت بھونڈے ہیں میرے مدام

جداں تے عقل منجکوں گیان آئیا
تدھاں نے برہ منجہ اوپر دھائیا

کہ گئی ساری راحت سو دنیا میں بسر
جفا ہور غم یاد ہے سربسر

نہ ہے منجکوں یک سات آرام جاں ۔ کہ شب روز کرتی ہوں میں خوں فشاں

نہ جاتا ہے منجہ جیو سو تن چھوڑ کر ۔ نہ رہتا ہے نیہہ تے سو مک موڑ کر

عجب سخت تر ہے سو میرا جیا ۔ جفا ہور غم سوں بہیئے سر دیا

ملیاں آ سہیلیاں سو جیدھر تدھر سوں دھا ۔ کہ دیکھیاں پڑی مہ پچھاڑی جوکھا

کنول مک سو کملا برہ جھال سوں ۔ پڑی تھی سو دیکھیاں او بے حال کیوں

بلکنے لگیاں ہائے کیا وقت ہے ۔ کہ مہ کی یو کیسی بوری بخت ہے

نہ دستا سو مک پھول یک دن کھلا ۔ کہ غنچہ کی مانند سدا ہے منہیلا

نہ ہنستی سو لکھن کدھیں غم سنگات ۔ نہ کرتی ہمن سوں یو ہنسنے کی رہات

جتیاں تاریاں سب مل او جا ماہ کوں ۔ لگیاں چاؤ کرنے سو دل چاہ سوں

سیاہی کی تن تے سو کسوت اوتار ۔ کیاں مہ کوں تاریاں سو نکی سنوار

گیاں باہ تن تے سیاہ ساز کار ۔ چھپا راز تیرا ہوا آشکار

ہنسانیاں بتھیاں تاریاں سو مہ کوں تمام ۔ ولے او نہ ہنسنی تھی نیک تام

ہریک سات پیکر سو یا داؤ تا ۔ نہ ہنسنا نہ کھیلنا نہ کچھ بھاؤتا

نین سو منجہ صورت رکھی تھی چھپائی ۔ کہ کھولنے تے پلکھاں مگر نکل جائے

نہ تاریاں کوں دیکتی اپس نین کھول ۔ نہ اٹھتی تھی اوندار اپن مک تے بول

اسی فن منے اور دکھیا دن گنوا ۔ رین کا ہوا دک سو سر تے لٹوا

چندر دیک رونے لگی او کنول ۔ کنول مک رکھیا تھا سو درمیانی جل

کری یاد پیکر کے مک کا سو نور ۔ دکھیا لیا کہ او نور دل کے حضور

منے پیکر کا مک سو آفتاب ہے ۔ چندر کوں ہوا اس مکتے حجاب ہے

عرش ہور کرسی سو پیدا ہوئی ۔ کہ پیکر کے نور تے ہور ہویدا ہوئی

کہ آفتاب ہور ماہ سات تو فلک ۔ کہ پیکر تے پیدا ہوئے سب ملک

جتے نور اس نور سوں ہے وصل ۔ کہ پرتو ہے سارے سو واحد ہے اصل

کہ کرتی تھی زاری سو او شہہ پری ۔ یکایک دو دا سا منے آ کھڑی

دوا دیک ارڑا اوٹھی ہانک مار　　کہ غم ہور زاری کیتے آشکار
دوا کاں ہے پیکر سو مجکوں نما　　موا ہے یا جیتا ہے یا درا ماں
دوا اسکوں ماری یا کیتے ہیں بند　　دندیاں نے یو کیتی ہیں کیسا سو دند
دوا راس کہہ دے سو کیا ہے خبر　　کہ یا ہے جہاں سوں یا ہے دار اوپر
دوا راس کہہ تو بند یا ہے اٹات　　کہ یا حق تے پایا ہے کچھ بھی حیات
دوا راس کہہ توں سو پیکر کی بات　　نہ کھ سے تو کرتی ہوں منجہ جیو پہ گھات
اوٹھی بول دوا نے کہ سن او دیالی　　رکھے ہیں بندی خانہ پیکر اتیال
کہ بھائے ہیں بندی خانہ اس نیچ کوں　　کری ہیں او قاعدہ سو کٹی دھات سوں
کہ سن تانوں بندی خانے کا ہانک مار　　لگی رونے زار زار مہ بے شمار
ٹھنڈی ٹھنڈی خوی آتی مکھ پر تمام　　جوں شبنم آپھولاں پہ کیتا مقام
آیا تور پر تور برسات سات　　پھریا رنگ پر رنگ ہر دھات دھات
نکل جا کہ سرخی زرد رنگ بھیا　　سیہ ہو کر دستا تھا سارا گیا
کدھیں ہوئے رنگ نیل ماتم کا حال　　کدھیں آوے سرخی شہیداں مثال
دوا نے سو دیکھی او سے بے نوا　　کہ سمجھی یو نیہہ درد نئیں اس دوا
برہ کی جراحت ہے سینے بھیتر　　بغیر وصل دارو نہ ہے کچھ دیگر
اندیشہ کر لگی او دلاسا کرن　　کہ پڑنے لگی او سو مہ کے چرن
سینے کوں لگا کر بلایاں لیتی　　کہ لاکھاں وزا سوں دلاسا دیتی
کہ سن مائی میری تو ہمت پکڑ　　کہ کرتی ہوں تدبیریں یک دیگر
نکو رو ملاوں گی تجے ہور اوسے　　کروں گی سو حکمت کہ او تجہ دیسے
کہ جب یو نداماں کے کن آئیا　　گیا روح تن تے سو پھر دھائیا
کہ پی مہ امید کا سو آب حیات　　بسر شد پکڑ رہی سو ملنے کی بات
دوا اٹھے منجے چل سو پیکر کتے　　دوا جائیں چل ملکہ ہم دو جنے
دوا جا کہ دیکھیں لانچہ کتوال کوں　　بھولے لگا سو کتوال دیک مال کوں

کرے گا سو کوشش ہماری کمال — دیکھاوے گا ہن کوں او نوری نہال
کہ دیدار کا منج کوں امرت پلا — کہ پیکر کوں منجکو سو توں پھر ملا
کہ آوں گی تج سات چھائیں مثال — نہ چھوڑوں گی یک تل سو تیرا دنبال
دوا جائیں چل بیگ اس ٹھار کوں — کہ دیک آویں دور تے سو دلدار کوں
کہ پایا ہے او راحت سوں یا در عذاب — کہ پایا ہے او ہشیار یا در او خواب
دوا نے او بھی یوں اٹھے نیک نار — صبوری پکڑ لے توں نہ ہووے قرار
صبوری ہے کیلی گرہ کار پہ — کہ کر توں صبوری سو اس ٹھار پر
نہ جس میں صبوری نہیں او بشر — صبوری ما ہے ہر کار کوں خوب تر
کہ دارو طلخ ہوئے آخر شفا — کہ اول مشقت او آخر نفا
دیوانی سو ہو کر نکو کھا شکر — کہ ظاہر میٹھا ہور چھپیا طلخ تر
رضا دے توں اب منجہ کہ میں جاوں گی — کہ پیکر کوں جا دیک کر آوں گی
کہ احوال اُسکا کہوں گی تو جے — کہ جب او نظر تل پڑے گا منجے
رضا دے کہ خوبی ہے اس بات میں — کہ لیاوں گی خبر جا کہ یک سات میں
ہزاراں مکر ہور نیرنگ سنگات — رضا لے چلی مہ کنے تے سو جات
کہ خطرے کوں کی تھی دوا کی دنبال — ولے نیہ نہ جاتا تھا اس تے سنبال
برہ آکر بھیدیا سو اس مہ کے تن — کہ شد بد دکھاٹی سو ست اپ وطن
کہ جالی آگن آ برہ کی تمام — ہوا حرص تنگ تام گھر ہور مقام
برہ دُکھ آ بھیدیا سو سر تا قدم — بغیر آہ نالاں نہ تھا اس کوں دم
کدھیں سوز سینے تے نکلی جو بھار — سماں ہور عرش کرسی ہوئی بے قرار
براہ آہ کی بجلی کڑک کر ! وٹھی — کہ ہفت و طبق آسماں ساری پھوٹی
نکل دود سینے تے چو پھیر سر — فلک سات سو ندی یکس یک اوپر
او ساساں ہوایاں سو چھپ چھٹ تمام — ستارے ہو دستے گگن ہر مدام
آگ سنجریا جو سینے میں داٹے — تدھاں تے نیکل ٹھنڈگی واں تے ٹھاٹے

اگن ہور ٹھنڈ گی ہوا جا ند سور
کہ دین ہور رین کوں سو ہے اس تے نور

یکا یک چھبیلا باد آیا او سے
چھبے پرتے پیکر میرا منجہ جیسے

پچھا چڑ کہ دیکھن لگی یار کوں
پکارن لگی یار کس ٹھار توں

سوتا ہے یا بیٹھا ہے یا ہے ہشیار
کہ یا ہے و راحت سوں یا خوار زار

کہ یا اس رکھے ہیں گلے طوق بھا
بندی خانے میں یا رکھے ہیں چھپا

نہ جانو کہ کس کس عذاباں سنگات
گزرتی ہے اس پر کٹھن آج رات

نہ جانوں اندھیارے میں کیوں پڑ رہیا
مچھر دھانس کھلتے ہیں اس کا کیا

کہ یا ہے غریباں نمن سیتے آ دھار
کہ یا ہے ڈلاؤں ڈُ دل یا ہے قرار

کہ یا ہور رہیا ہے سو شہری غریب
کہ یا ہے یکیلا کہ یا ہے رقیب

کہ یا ہے او عاجز یتیماں مثال
کہ یا ہے سو اس کا پیسراں کا حال

اسی حال سوں منہ سو زاری کری
کدھیں ہوئیں دانا کدھیں سد بری

کدھیں ہو گی ثابت کہ گاہے او داس
کدھیں بیکڑی امید گاہے نیراس

کہ گاہے چھپا چڑ کریں جان فدا
کہ گاہے تلیں آکو کاریں دوا

ولی منہ رکھی تھی نین باٹ پر
بندی تھی دل اپنا دوا گھاٹ پر

الہی بنا یا زباں پر ہنر
کتیاں یار سا ہور کتیاں پر مکر

الہی توں ستار ہور ہوں غفور
نہ کتیا کسی عیب کس پر مشہور

دوا جب رضا لیکہ منہ تے چلی
ولی او فکر میں سو ساری گلی

کہ گھر چھوڑ جانا ادھیرات کوں
نکلنا وطن ست سو کس دھات سوں

فکر آ کہ مشکل یو کاری کھڑی
میرے سر اوپر بازی بھاری پڑی

مگر کوئی پوچھیں کہ تو نار ہے
کہ جاتی ہے کس کام کیا کار ہے

کہ دنیا جواب اسکوں تب کیا بھرا
کھڑے گا وقت منجہ اوپر آ بورا

یتی فکر جھوٹ دھات اس بھات سوں
کہ جانا ضرور ہے منجہ اس رات کوں

زنانی سو کسوت ستی کاڑ کر
شرم بھیرہن کی ستی پھاڑ کر

کیتی بھیس مرداں کا مرداں مثال ‎ ‎ ستی سب زناں کا جتا قیل و قال
منڈاسا سا بندی خوب آپ سیس پر ‎ ‎ کہ بینی جھکا ہور قبا جفت کر
کہ شہ وار موزے سو پہنے او زر ‎ ‎ کہ ہوئی چست چالاک مرداں کے سار
کمر بند بندی ہور اوپر بر دولا ‎ ‎ بندی کا بند شمشیر اس سوں ملا
کہ چادر سو سب تن لیتی ڈھانپ کر ‎ ‎ نہ سمجھے اگر دیکھیں کوئی گیاں دھر
لیتی یک فرنگ ہات میں آب دار ‎ ‎ ہمت ہور تقوا سوں کیتی قرار
کری ساری کسوت سو سب زرزری ‎ ‎ کہ مانند تحقیق جوں لشکری
نکل آئی دروازے سے کے بھار او ‎ ‎ رکھی تھی اپنی من کوں یک تھار او
چلی بینت پکڑ کر سو پیکر کی کار ‎ ‎ کہ اپیڑی کیتک سات پیکر کی ٹھار
نظر تل پڑیا او کہ کتوال جب ‎ ‎ سلام علیکم او ٹھی بول تب
کہ کتوال پوچھیا کہ توں کون نر ‎ ‎ کہ آیا ہے کرنے کوں مکر و ہنر
دیتی جواب اس کوں دلاور سنگات ‎ ‎ کہ ہے شہ کی منجہ کن سو نازک بات
کہ میں سرخواص ہوں سو شاہی جہاں ‎ ‎ سمجھتا نہیں ہے توں میرا نشاں
کہ خطاب میرا سو مسلدار خاں ‎ ‎ کہ نزدیک ہوں میں سو غزنو کے واں
کہ بھیجا ہے سلطان منجکوں ایتاں ‎ ‎ کہ جا دیک پیکر کا کیا ہے حوال
رکھے ہیں سو حرمت سوں یا خوار زار ‎ ‎ کہ یا ہے او راحت سوا یا یے دھار
کہ کتوال سن یوں گیا ہڑ بڑ ‎ ‎ صدر چھوڑ ہٹ جم ڈم آنگے آکھڑا
جیچ امر سلطان کا سر بسر ‎ ‎ بجا لیا ئیا ہوں سو میں خوب تر
لے کر جا کہ اسکوں سو پیکر مقام ‎ ‎ دیکھایا سوا حوال اُٹھ کر تمام
رکھیا ہوں سو پیکر کوں حرمت [illegible] ‎ ‎ حکم جوں کہ شہ کا اچھیا یں ادھات
سپارش کرو میری شہ کے حضور ‎ ‎ بعد تم لیں دائم اچھے گا غفور
چلی چھوڑ بندی خانہ کتوال کوں ‎ ‎ کہ جس حال آئی او ویسی حال سوں
گہ جا گھر میں ساری سو کسوت اوتار ‎ ‎ رکھی بستاں جس ٹھار کیاں ٹھار ٹھار

اول کی روشن جوں کی اپنی اتھی
کہ جا دیک مہ سہے اوسی حال میں
کہ لے جیو جاتا تو ہوتا بھلا
سینا کوٹ لیتی تھی ستی تھی خاک
کری پیرہن خاک سب تن اوپر
کتی تھی ددا کاں ہے پیکر کہاں
کہاں دھونڈوں کس دیس جاؤں نکل
کہاں ہے گلے کا میرا لال او
نہ جانو سو ریجن ور یجن کے ہات
نہیں او بندی خانہ یا غی جناں
کہ جس ٹھار پیکر کا جھلکار ہے
کہ جس ٹھار او مہر نوری نہال
منور اچھے گا سو گھر ہور انگن
بندی خانے کے لوگ سارے تمام
کہ پیکر کوں دیک کر سو راحت پکڑ
اچھے گا او نو کوں سو آرام جہاں
کہ تمگ دیک نینا اچھیں گے تھنڈی
یو کہتی تھی سر کوٹ لیتی تھی مار
کدھیں کھا پچھاڑی سو ہو بے قرار
دولنے جو دیکھی سو مہ کا حال
کہوں گی حکایت سو پیکر تمام
کہ سن ناؤں پیکر سوار ڑا پکار
دوار اس کہہ دے سو کیا حال ہے

پھر ابھیس ہوئی تار چون مہ پیتی
کہ پیکر کے زاری کے افعال میں
نہ پڑتی پڑہ سرک میرا گلا
او ڑاتی تھی تن پر سو چو پھرتے راک
ہوا ٹکڑے ٹکڑے نین نیر جھر
بغیر ہو نو منگیوں سیہ دو جہاں

کہاں پاؤں پیکر کی صورت پچھل
کہ ہے مندرے جیو کا سو کنٹ مال او
سنپٹر کر سو بند میں او ہے کس دھات
کہ جاں ہے او پیکر رنگیلا بناں
نہ ہے بند او جاگا سو گلزار ہے
کہ شب روز دائم ہے نت واں اجال
اچھیگا بندی خانہ جوں گل چمن
مشاقت اور محنت سو ہرے مدام
کہ عاشق اچھیں کے اپن سد لبیر
اپیں کرتی ہوں سب زین خوں فشاں
پڑی ہیں منجہ اوپر سو دکھ کی نیڈی
بغیر رونا تیا نہ تھا اس ادھار
کدھیں ہوئیں ہوشیار پیکر پکار
نزدیک آ مہر اس یہ کیتی کمال
ہشیار ہو پیاری توں رکھ من میں خام
لگی کرنے منتاں سو کیتی لک ہزار
ہوا ہے کہ جیتا با خوشحال ہے

اوٹھی بول دوانے کہ دیک مرکی دھات — نکو دے اپن عقل کوں غم کے ہات
میں دیکھی ہوں نینا سو بیکر کوں جا — کہوں گی تجھے کن نہ رکھ سوں چھپا
کہ جیتا ہے بیکر سو اس وقت پر — او سے تجھ مشاقت نہ ہے سخت تر
کہ دیکھی ہوں بیٹھا پلنگ کے اوپر — بچھانا سو ستراتھا خوب تر
کہ خدمت او کرتے ہیں ایت جو تمام — کہ کتوال پیادے سو سب خاص عام
رکھے تھے سو تعظیم تکریم سنگات — کہ دیتے ہیں حرمت اُسے عید دھات
اوٹھی بول مہ نے یوں ہے سب مکر — نکو کر دوا توں سو منج سوں بجھتر
کہ تحقیق کہہ توں کہ ہے او حیات — کہ یا منجہ دلاسے کی کرتی ہے بات
کہ کہہ دے کی ہے راس یا کیا سبب — تیری بات لگتی ہے منجکوں عجب
نکو منجکوں ٹھگلا توں میری دوا — نہ ہو سوں یہ تے میں یکتل جدا
نکو دے تخریب توں منجہ اس بات تے — کہ دیکھوں گی میرا جیو میرے ہات تے
نہیں پیارا بیکر تے منجہ جیو اوپر — کہ بیکر ہے منجہ جان تجھے خوب تر
منجے کون بیکر تے پیارا ہے آج — منجے کر سکا ہے سو بیکر کے باج
کہ بیکر ہے جیو جان ہر دو جہاں — نکو کر توں لے بات منجہ تے نہاں
کہ سن ماہ سوگند ہے منجہ بلا — نہ کرتی ہوں میں کچھ مکر سو ہر حیلا
کہ سوگند نبی ہور نبی آل کی — نہ تھی بات میری یو قیل قال کی
کہ سوگند ابابکر ہور منجہ عمر — کہی بات منجہ راس نئیں کچھ دیگر
کہ سوگند عثمان و شیر خدا — کہ اس چار یاراں پہ منجہ جان فدا
کہ بیکر ہے راحت سوں ہو کے آرام — امید ہے منجہ کوں تی ہوتے نیک نام
کہ سن مہ عقل میں سو ہیں آئیا — خلاصی کا رخ اس کوں دکھلائیا
الٰہی میلائے گا کہ یک وقت پر — کریگا تمن کوں سو نیک بخت در
الٰہی کا اس پر ہوا ہے کرم — رکھیا ہے الٰہی سو اسکی شرم
کہ سن مہ دوا تے شکر حق کری — توکل و تقویٰ سو حق پر دھری

الہٰی میں سو پن ہوں تجہ کوں ادل　　نہ کر سس امانت کوں توں کچہ خلل
سنی ہوں ہزاراں مسائل خبر　　خدا کے حوالے کیتی نامور
امانت توں میرا سو منجکوں میل　　میرا جیو سو پیکر ہے منجہ بھر دیلا
امید حق پکڑ کر کیتی دل قرار　　بغیر از توکل نہ تھا کچہ ادھار

پھول بن

۱۰۶۶ م ۱۶۵۵ء

از

ابن نشاطی

قصہ گل و بلبل

صفت اس گل و بلبل کی اتھا عاشق سو مس گل کا
محبت سوں مگا کر دل کیا تھا آپ کو فانی

منجم عقل کا دیکھ تازہ تقویم — کیا ہے بات کوں اس دھات ترقیم
نکل کر مہر ماہی کے شکم تے — ہوا یونس نمن مفروق غم تے
دیا سو فیض پھر جگ کوں دو چنداں — ہوئے پھولاں شگفتے ہور خنداں
جو تھے غنچے کے طفلاں نین کھولے — ہندے پھل ڈال کے مرغاں ہنڈولے
اٹھیا تھا پھول کا سب ٹھار مہکار — کھلے تھے پھول جھاڑوں یو ہر یک ٹھار
کلیاں لالے کی سرمے کیاں نشانیاں — دسے یاقوت کی ہو سرمہ دانیاں
کلی ہور پھول ہل دستے تھے اس دھات — کرجوں چھپ چھپ کو کوئی کرتے رہے بات
دسے ہاون کلی کا ہو کو لالا — دسیا اس میں لگے تیوں مشک کالا
دسے یوں پھول میں لالے کے کالے — چڑا جیوں لعل کے پیالے میں گھالے
پڑے دیکھ بلبلاں آتے شکے ہولاں — ہندے شبنم کے موتی گل کے پھولاں
کرے سو بلبلاں سن نغمہ سنجی — لگیاں سب کویلاں گانے کر بجی
چمن کی دیکھ ہزاروں خوش تماشی — لگے کرنے نوی مضموں تراشی
مدل کے نیر سوں گل تر کیئے لب — پنچھل پانی سوں سبزے دھلوئے سب
و ایسے وقت شہ مجلس کیا تھا — رم کا زیب مجلس کوں دیا تھا
دسیا اس ٹھار پریوں دو جہانان — کہ جوں فردوس میں بیٹھا ہے رضوان
یکایک باغباں یک پھول لایا — ہو کر باد صبا خوش بوئی ڈھایا
تھا وو بوئی میں سب مشک کے سار — تھے اس کی باس میں عنبر کے آثار
نہ تھا مشک و عنبر تھا قدرتی پھول — جو تس کی باس پر مجلس رہی پھول
دو وو پھول شہ کے ہات میں جوں — شگفتہ ہو رہیا شہ پھول کے نمنہ

عجب رہے شاہ ہور شہ کے وزیراں ہوئے تس پھول کے سارے اسیراں
گیا شہ پھول دیکھ اس باغباں دھیر کرانے بن کوں دیون ہارے سدا نیر
دکھانیں جھاڑ ایسا کئی چمن میں دیسیا نیں پھول ایسا پھول بن میں
اگر توں پھول کا وو جھاڑ لا گا تو لا کر میرے گلشن میں لگا گا
تو بخشش سوں کروں گا میں مکرر دہن تیرا کلی کے نماد پُر زر
شہنشہ کی زباں سوں جیوں وو مالی وہ جھاڑاں کے ہلالاں کا ہلالی
سینا یو بات سو رکھ بھیں اُپر سر چلیا پانی سخن نادیک کر پھر
جو مالی پھول کوں ڈھنڈنا چلیا سو ہر یک چمنے چمن باد صبا ہو
کتنک دن کے پچھے وو جھاڑ لایا لگایا جھاڑ ہور مقصود پایا
وو مالی روز اُٹ یک پھول کوں لائے نظر تل شاہ کے گذرانتا جائے

کہ یک دن پھول دیکھیا سو جہاں دار دسے تس پھول میں خشکی کے آثار
گیا شہ باغباں سوں ہو کو دلگیر رہے کی۔ پھول کا یوں رنگ تغئیر؟
ہوا ہے کیا [illegible] پھول سو بول رھیا ہے پھول یوں مخمول سو بول
جواب اس د[illegible] دیا شہ کوں مالی "اچھو نازی تری شاہی کی ڈالی
کہ بلبل ہے چمن میں ایک کالا ستیا ہے عشق کا اس گل پو جالا
کبھیں آ پھول پر وو پر لپسارے کبھیں کانٹے سوں جا چھاتی کوں مارے
کبھیں چنگل سوں اپنے پات کھولے کبھیں منقار سوں کلیاں ڈھنڈولے
کبھیں چہ چہ کرے شادی سوں ہل ہل کبھیں زاری سوں بیٹھے جھاڑ کے تل
اسی بدلے دسے ژولیدہ ہو پھول اسی کے واسطے ہے پھول مخمول
یو سن کر شہ گیا کر دل کوں ماند منڈو بلبل کی خاطر ایک پھاندا
کر وو حلقیاں کوں پھاندے کے نپٹ تنگ جو چمٹیاں لیویں انکھیاں تس کنے منگ
بنایا کچ سست کرسا ہو وہاں دام جو سانپاں لیوے کچلیاں تس کنے وام

اگر پانی جو اس جالے کوں انپڑے ۔۔ تو مچھلی کے نمن اس ٹھار سنپڑے
اگر بارا کدھیں اس دام کن جائے ۔۔ تو پنکھی کے نمن واں آدغا کھائے
لے ایسی دھات کا پھاندا شکاری ۔۔ ھنڈیا اس جھاڑ کن جا کر وو کاری
دنا بلبل کو دے پھاندے میں بھلانے ۔۔ کنک جیسے کے ڈالیا اس میں دانے

گرفتن و بلبل را پیش شاہ آوردن

رضائے شہ کی جلدی سوں چلے سارے شکاری مل
پکڑ بلبل کو پھاندے میں کیے محبوس زندانی

فلک یک دام ہے دانے سو تارے ۔۔ کر کاماں دام کے ہیں اس میں سارے
فلک کے دام تے غافل نہ اچھنا ۔۔ گئی اس کے کام تے غافل نہ اچھنا
ہے خاصا فعل اس کا بے وفائی ۔۔ سدا حاصل ہے اس تے بے وفائی
صبا اُٹ کر سورج کے تیں جلاوے ۔۔ نیم کے چاند کوں لیس دن گلاوے
ستارے کو کدھیں رکھنا کدھیں نیں ۔۔ بدل کوں آمن دیتا نیں گھڑی کیں
ثریا ہو جو گئی بیٹھے ہیں ڈیرے ۔۔ بنات النعش کراں کو بکھیرے
رہے ہے یار دو جن ٹیک تن ہو ۔۔ سٹے جوزا کے نمنے دن کوں کردو
خوشی سوں بیٹ جو گئی یگ پیارے ۔۔ ہو کر عقرب الوں کوں ڈنک مارے
وو بلبل جیوں دیکھیا یکبار دانے ۔۔ پڑے ہیں جا بجا اس ٹھار دانے
کیا طالع دئے ہیں آج یاری ۔۔ کئے ہیں بخت مجھ سوں ساز گاری
مگر کیا برج میں میرے چندر ہے ۔۔ ستارے کا مرے مجھ پر نظر ہے
خوشی کا مجھ کوں دستا ہے بڑا لاب ۔۔ فراغت کا ہوا ہے حاصل اسباب
وو چارا ہور محبوب مل کو یک ٹھار ۔۔ ملے مجھ آج دونوں خوب یک بار
بہوت راحت سوں کھا کر آج چارا ۔۔ کروں گا پھول کا بارے نظارا
نہیں معلوم اجو چارے میں دنوں ۔۔ گلا کریں گے بیں پیش بندی

نہیں معلوم جو اس ٹھار لا کر
رکھے ہیں زہر شکر میں ملا کر

خوشی سوں اپنے دل میں ہو کو گل گل
پڑیا دلوانہ ہو دانے پہ بلبل

گیا کھانے کو جوں وو بیگ یک ک
پڑیا پھاندا گلے میں آ یکا یک

بچارا وہ گیا جائزے کوں کھانے
لگیا پھاندے میں پڑ کر پھڑ پھڑانے

طمع داری بڑی ہے۔ اے عزیزاں!
نہیں کچھ خوب اے صاحب تمیزاں!

طمع داری سوں کھانے جاکو چارا
پڑیا وو بند میں آخر بچارا

طمع داری تے آتی یار خواری
طمع داری میں نیں ہے رستگاری

طمع داری کے سر تے جو اٹھے ہیں
وہی ایسی بلایاں تے چھٹے ہیں

گرفتار اس جو پھاندے میں ہوا جب
لگیا یوں گل سوں کہنے کر مخاطب

کہ، اے جیو کے مرے ساتی، سنگاتی
اے راحت روح کی اے دل کے ساتی

ترے رخ سوں تھے روشن نین میرے
ترے لب سوں تھے شیریں بین میرے

اتھا تجھ دھرتے تازہ برگ میرا
جدائی میں تری ہے مرگ میرا

پڑیا ہے نین تل اندکار میرے
رہوں تجھ باج کیوں کر یار میرے

رہیا تھا آج تک نا بھاگ کر میں
پڑیا تھا چھانوں ہو تجھ پانوں تل میں

جدھر جا کر بھی آتا تھا اسی ٹھار
تجھا تھا پلک کوں، نا پلک [illegible]

جدھر تھی توں ادھر سنگات تھا میں
ہر ایک دن رات تیرے سات تھا میں

بہوت دیساں تھے تجہ سوں مجسلک تھا
ترے سایہ منے میں آج تک تھا

میں سنبڑیا ہوں سو غم نیں مجھ کو اے حور
یہی غم ہے جو میں تجہ تے پڑیا دور

پڑیا ہوں دام میں سو نیں ہے مشکل
ولے بچھڑے سوں تیرے لہو ہوا دل

سنبڑکو دام میں کرنے کوں زاری
دیکھت وو دور تے پاپی شکاری

بکیرلے غصّے ستی دانتاں منے لب
غضب سوں آ پنا گردان کر ڈب

دیں آیا دوڑ کر اس غم زدے پر
ستم کی آستنیاں کوں چڑا کر

سٹیا بلبل پو پلے رحمی ستی ہات
لسے لیا ہات پنجرے میں کیا گھات

بیتا کچھ تنگ تھا پنجرے کیر اٹھار سکت نیں تھا جو دم نکلے اسوں بھار
بخیلاں کی اتھا وو گور تے تنگ کہ تھا وو بلکہ چشم مور تے تنگ
شکاری شہ کوں آ تسلیم کیتا وہ پنجرا شہ کوں لیا تسلیم کیتا

جڑت کے بھا کو پنجرے میں شہنشہ
رکھیا بلبل کوں مجلس میں ہمیشہ

دیدن بے قراری بلبل و پرسیدن احوال او و اظہار آں

پوچھا پنجرے میں شہ اس کوں توں کیے جو کچھ کہ چھتلا ہے
ہوا ہے کس بدل تو یوں نپٹ بے ہوش نادانی

دکھا بلبل جو وو دیساں تہیں رہے نپٹ درس کے دروازے بند ہے گئے
منڈ لنکھاں میں اپنے گھال لے کر لگیا رونے کوں پنکھاں ڈھال لے کر
تپے اس پھول کوں کر یاد اپنے لگیا رونے بلکنے ہور تپنے
کہ بولیں گے کوئی اس گل سوں یو بات گزرتے سو مجھے حیفی ہیں دن رات
کہیں گے کون اس گل سوں مرا حال ہوا سو حال میرا غم سوں پامال
بچھڑتے سوں ہوا ہے تلخ جینا کمر بیٹھی ہے ہور پھوٹتا ہے سینا
دنیا دوزخ ہے مجھ اس حور کے باج دسے دن رات ہو اس سور کے باج
پڑیا سو دور میں اس گل بدن سوں ہو کر سلتے ہیں کانٹے تن پوروں روں
یون بن نیں ہے میرا کوئی محرم جو بولے پھول سوں جا کر مرا غم
یون کوں کہہ کہ اے خوش باش بالے مرا دکھ پھول سوں ٹک بول بارے
اگر اچھیتا تو بارے کا مرا تن میں اڑ کر بلاں تے جاتا کہ ہر یک فن
کہاں وو پاؤں جو میں اس تلک جاؤں وہ انکھیاں کاں جو میں اس کا درس پاؤں
صبا اٹ یوں لگیا کرنے کوں زاری دیکھ یک دن شاہ اس کی بے قراری
لے کر بلبل کے پنجرے کوں اپس ہات لگیا شہ بولنے بلبل سوں اس دھات

ہوا ہے کی ۔ ترا سر یوں پریشان ؟ — پریشاں جیو ہور خاطر پریشاں
ہے تجہ میں کیا بدل بارے کی عادت — توں کی، پکڑا ہے بارے کی خصالت؟
توں کس کی نین کی خاطر ہے بے خواب — توں کس کی زلف کے بدلے ہے بیتاب؟
مرے دِھر بول توں کس کا ہے مجنوں؟ — ہے کس لیلیٰ کی خاطر دل ترا خوں ؟
لیا ہے کوہ کن کا توں جو پیشہ — لگیا ہے کس نگہ کا تجہ کوں تیشہ ؟
بھنور توں بول مجہ کس پھول کا ہے — توں بلبل بول کس مقبول کا ہے ؟
دریا تے نین کے موتیاں کے تئیں رول — دیا بلبل جواب اس دھات موں کھول

بیان کردن بلبل پیش بادشاہ

بھلا ہے دکھ مرا کئی نا سنے تو — اگن کے پھول میرے نا چُنے تو
کسے کوں درد دیو دل میں جو ہے پور — زمیں ہے سخت ہور اسمان ہے دور
وہی جانے یو دکھ جس پر گھڑیا ہوئے — جو کئی پر بہے کے پھاندے میں پڑیا ہوئے
پچھاڑیاں غم سوں کیوں کھاتا اپے دل — وہی بوجھے گھڑیا ہے جس پو مشکل
نہ کہتے جاتا نہ آتا ہے کہنے میں — نہ کہنے میں فائدا نا چپ رہنے میں
ہریک تلتل ہو کر جاتا ہوں بیلا — پرت میں نیں مرا چلتا ہے حیلا
کہوں یو بات کیا میں جیب پر لیا — کہے تو بات کس سوں فائدا کیا
نین بلبل کے غم سوں شاہ کو نم — آپس کے دو کنول تے کار شبنم
کیا اپنے غم کے بن کے درد کے جھاڑ — درنگ پر کام اپنا توں نکو پاڑ
شکر بن کھائے نیں ہوتا مٹھا کام — نہیں پڑتا ہے سچ بے مشورت کام
مرے دِھر بول اپنے جیو کی بات — کہ شاید کام تیرا ہوئے منج ہات

سنایا شہ انگے بلبل جو کچھ مطلب تھا اپنا
دیکھیا سو عشق کی شدت ہوا سو بے طرانی

دلاسا شاہ تے بلبل جو پایا — زبان مطلب کے باتاں سوں اُچایا

لگیا کہنے اول گذرے سو باتاں   برہ اس نین سوں کیتا سو گھاتاں

مرا تھا باپ سوداگر ختن کا   نہ تھا پروا اُسے کچھ مال و دھن کا
بڑا تھا بھوت سب سوداگراں میں   اتھا مشہور سالم بندراں میں
مناں سوں تھا ندیا کھنڈیاں سوں سنا   تھلا کھاں اشرفیاں کرڑاں سوں ہتا
قماشاں کے جدھر دیکھے بی بستے   رہے تھے لے دوکاناں پر دور ستے
ہریک کا لک کے ہر یک کے اوپر مول   رکھے تھے سب نمونے کے بدل کھول
حریر و بافتہ سالو سری صاف   مشجر، تاختہ، دارائے زر باف
سمور و سندس و سر مک خطائی   سلیلی، صاجبی ہور کربلائی
خز و اکسوں و اطلس دق و دیبا   خنک ہور طاش، خطی سوف زیبا
مطبّق، نیک و سقلات و مخمل   قلم کاریاں و چھینٹا ہور ململ
پتیمبر وار چھینٹاں ہور سوسیاں   تھے شالاں خوب کشمیری و طوسیاں
بہوت نازوک ہندی بنچقولے   بہوت باریک تاواں ہور پتھلے
یونا ہو کر بی سودے تھے دریائی   ہے جس میں فائدا دلوڑی سوائی
بیتہ چلتے تھے کشتیاں ہور کھڑے تھے   دریا گربی سوں سک کے گد گڑے تھے
بیتے اس قافلاں کے تھے سکیناں   نہ ڈھو سک تنگ آئے تھے زمیناں
سستم دو دن جو گاڑیا تھا گرڑ وا   پڑے تھے بندراں سالم بڑا وا
کدھیں سودا لے کر جاوے عرب کا   کدھیں شیشہ لے کر جاوے حلب کا
کدھیں سودا لجاوے روم سوں شام   کدھیں جاتا بنگالے پر تے آسام
کدھیں واسط سوں جاوے سفرائن   کدھیں جاوے صفاہاں تے مداین
کدھیں تبریز تے شروان جاوے   کدھیں ہمدان سوں کاشان جاوے
کدھیں ارمن سوں جا منزل کرے طوس   کدھیں اترے جو یک منزل اچھے اوس
کدھیں اچھا مقام اس کا سرا ندیل   کدھیں شیراز اچھتا ہور اردبیل

وطن کر خنپل دو تا اچھتا ختن میں
کدھیں شیراز سوں جاتا دماوند
کدھیں کابل تے یہ لاہور جاتا
تجارت کے بہت سودات سوں وو
اتھا میں اس سفر میں اس کے سنگات
مری اس وقت تھی اوّل جوانی
جوانی کے برس سو بیس لگ ہے
کہیے ہیں باضرورت تا چہل سال
اتھی اس ٹھار پر زاہد کو بیٹی
چتر، چنچل، سرگ، کنتل، سہانی
کہوں کیوں میں الک کوں اس کے سر کاں
بھواں کوں کیوں کہوں محراب تھے کر
چندر آدھا کہوں گر ہیں پشانی
کہوں کیوں اس کے میں پلکھاں کوں تیراں
نین کوں نرگساں کہنا ہے ناساز
نین نرگس کہنے کا سو ہے زوری
کلی چنپے کی کر ناسک کوں بولیا
کہوں رخسار کوں کیوں اس کے لالا
ادھر کوں لعل تھے کر کیوں کہوں میں
دسن کوں کیوں کہوں انار دانے
ٹھوڈی کے سار جگ میں سیب کاں ہے
کہوں جوبن کوں کیوں میں تیرۂ نور
کتے پھل گیند مج آتا ہے نمناں

کدھیں دکان کھولے جا یمن میں
کدھیں جاتا بخارے سوں سمرقند
کدھیں مانڈو کدھیں ماہور جاتا
گیا یک مرتبہ گجرات کوں وو
گھڑیا سو کیا کہوں اوس ٹھار پر گھات
نوی انپڑی تھی مج کوں شامانی
بندھے ہیں حد بڑے تا بیس لگ ہے
بڑیاں کوں ہے سچ پیلاڑ کا حال
بڑی یک خوب کئی عابد کوں بیٹی
نہ اس کوں کوئی تھا صورت میں ثانی
سرک میں دل کشائی کے اتر کاں
وو کاں ہے تو محراباں کے اوپر
چندر آدھا نہیں ویسا نورانی
ہوئے نیں کوئی تیراں کے اسیراں
چمن کے نرگساں میں کاں ہے وو ناز
کہاں ہے نرگساں میں لال ڈوری
دئے تشبیہ میں ناسک کوں بولیا
ہر یک لالے کے درمیانی ہے کالا
وو نرمی ناز کی کس لال میں ہیں
اتھے اس پر دیوانے ہو کو دانے
یو اس میں عشق کا آسیب کاں ہے
ہے قبّے نور کے، اس پر بلا دور
کروں گا پھول کے گیند اس پو قربان

کہاں ہے کروراں میں اس کے آثار
کمر کوں کیوں کہوں میں اس کی شرزا
سرو تھا کیوں کہوں میں اس کے قد کوں
میں سر تے پاؤں لگ اس موہنی کا
جو کوئی اس چال کوں ہنس کر گیا ہے
ہوس اس دیکھنے کا مج کوں آیا
جو یاد آتی اتھی وو چلبلی منج
پیاری کا پرت پیارا لگیا سو
ادل تھا حال کچ آخر ہوا ہور
لگے چشمے ہو کر نیناں ابلنے
لگیا سو پھار دل کوں بات کر یک
گلی نمتے ہوا دل تنگ ناشاد
دھوئیں آہاں کے ہو سر پر بدل چھائے
ہوو واتار پدمن ذات بدلی
ضعیف ایسا ہوا اس درد سوں میں
سچ کر رہے جو کوئی تھے ہم تریاں
لگے کہنے ہر یک کئی پاکو پچھاتا
جو اس کوں دیکھنے کا منجہ ہوا ذوق
ہر یک نس جاؤں اس دھن کی گلی کوں
سینے میں دم کوں لپنے ساند لے کر
نہ دیکھے کوئی تیوں آہستہ ڈگ ڈگ
ترنگ پر شوق کے ہو سوار ہر نس
نکیلا اوس گلی میں کئی نہ دوجا

شتوں میں کروراں کوں اس پر تے وار
کمر کے سامنے شرزا ہے، ہوزا
انیبڑتے کاں سکت اس قد کی جلد کوں
کر تھاتیوں، کیا صفت کرنے سکوں گا
ہنسو گر تس پہ ہنس ہنس گر گیا ہے
تماشے کوں مرا دل سر اُجایا
تو ہوتی تھی سینے میں گدگلی منج
پرت کا ٹھنڈ ہور بارا لگیا سو
پرت کی چٹ پٹی مجہ کوں لگی زور
لگیا جیوں شمع ہو کر جیو جلنے
اسی پاتاں سوں بھیا دل میں تے ڈگ
ہوا ٹکڑے کر پیاں پھول کے ناد
کرم پھاپاں سوں ہوٹاں پر چھالے آئے
طبیعت کی مری سب دھات بدلی
اجل منج پیرہن میں ڈھونڈ سکے نیں
لگے دینے گواہی آستیناں
وو ہے جاتا فلانے کا فلانا
جو آیا دل منے میرے اُبل شوق
بلو چھپ کر دیکھوں اس اچپل کوں
کمر کوں اپنی دامن باند لے کر
چلوں اس کاند تھے اس کاند کوں لگ
پیادہ جاؤں گھر لگ دیکھنے تس
چلوں میں چندنی کی دھوپ میں جا

کماوس چندر بدن کے گھر طرف موں   ہر یک بنس نین کے تارے بکھیروں
ہر یک شب غم سوں وہ مہ جو اچھے جاں   دھویں سوں آہ کے باندوں کھلاواں
کروں ہر شب نیں سوں آب پاشی   اُساساں سوں کروں ہر دم فراشی
کیتک دن کے پیچھے امید کا سُور   مرے نجتاں کے نیناں کوں دیا نور
نصیباں منجہ سوں جو آخر ہوے یار   مرے طالع کر آیا ، سورک ، بار
یکایک جھانک کر دیکھی مجھے نار   مرے بہرا اس کے دو دید سے ہوئے چار
نظر کا باز اُڑیا سو اب نہ رک سک   ہوا میں حسن کی اس کے رہا تھک
گیا سو دشت کا آہو نکل کر   پڑیا اس مکھ کے گلشن میں پھسل کر
اسے دیکھ عشق سوں میرا جھلیا دل   ہمن دونوں کے دل رہے ایک ہو مل
ہوی سو مہرباں آخر پری زاد   کروں جیوں یاد میں وو بی کرے یاد
کدھیں میں سر سوں چلتا جاوں اس لگ   کدھیں وو بی رکھے مجھ نین پر پگ
کدھیں میں اس کے جاتا تھا قدم کن   کدھیں میرا کرے گھر وو بی روشن
کدھیں انیڑاوں میں اس گھر لیجا کر   کدھیں انیڑاوے وو بھی منج گھر آ کر
کدھیں اس دھات سوں انیں سب گذرتے   کدھیں جا پر رہتے لوگاں کے ڈرتے
کدھیں کئی نا سنے تیوں بات کرتے   ہلو باتاں اشارت سات کرتے
کدھیں دیکھ مسکیاں میں دیتوں آتے   یکس کوں ایک نظراں میں چراتے
کدھیں دیکھیں یکس کا ایک دیدار   پیارہ آنکھاں پلک کوں نا پلک مار
بہرحال[۲] اس سند سوں مل ہمیں دو   محبت سوں رہے تھے ایک دل ہو
یکایک یو خبر زاہد کوں انیڑا ئے   یوں اس کے دھیر جا چاڑی کوئی کھائے
نہیں کچ خوب چاڑی کا ہے چاکرا   ہے چاڑی خور کا موں جگ میں کالا
نہیں آتی ہے چاڑی خوش خدا کوں   نہیں بھاتی ہے چاڑی مصطفیٰ کوں
نہیں چاڑی علیؑ کس تے قبولے   بزرگاں کوئی نیں چاڑی پو چھولے
لگیا زاہد خبر سن تلملانے   آپس میں اپ پچھاڑیاں غم سوں کھانے

حیا پر کا اُڑیا، کرسن کو سرپوشش — ہوے اس ہوش کے طبقاں فراموش
لکھیا ہے سو انٹڑتا ہے و لیکن — رہتا نیں جیو روٹے ہور تپے بن
ٹڑپیا سو شرم کا گوھر نکل کر — دریا غیرت کرا آیا اُبل کر
لئے دیکھ آبرو جگ میں نصیباں — اجالے آبرو کی آگ جیباں
کہے ہیں جیو تے پیارا اہے شرم — خدا سب کا رکھن ہارا اہے شرم
ہو کر سب خلق کی کثرت سوں تنہا — دو جا حجرے نین خلوت سوں تنہا
کھڑیا یک پاؤں پر ہو سرو کے دھات — پسارا اپنے دو ہت جیوں ڈاک کے پات
منگیا صورت ہماری ہونے تبدیل — منگیا صورت، ہماری ہونے تبدیل
تھے رحمت کے کھلے اس دن کواڑاں — کھلے تھے فیض کے اس جھن کواڑاں
دعا جیوں تیر ہو، اس کی سحر کی — سپہر میں ساتوں انبر کے گذر گئی
اجابت کے نشانے پر لگی سو — قبولیت کے نشانے پر لگی سو
ہوا ہیں ماتمی کسوت سوں بلبل — ہوئی زاہد کی بہشتی صورت گل
رہیا ہے تو تے منج میں دردناکی — گئی نیں تو تے اس کی سینہ چاکی
ہے منج میں تو تے سنبل کے نمن تاب — وو نرگس کے نمن ہے تو تے بے خواب
دعا سوں ختم بلبل بات کوں کر — کہیا یوں مختصر اس دھات کوں کر

کہوں کیا میں تجھے معلوم ہے سب
مرے سو بخت ہور تیری نظر اب

دربیانِ صورِ اصلی یافتن بمعجزۂ خاتم

انگوٹھی اسم اعظم کی پکڑ، شہ رات میں اپنے
پھرایا گل و بلبل پر ہو پھر کر شکلِ انسانی

سنیا سو بات وو شہ یاد لیا کر — خزینے دار کوں اپنے بلا کر
کیا، جا، اس انگوٹھی کوں لے کر آ — دعا جس میں لکھیں ہیں جیوں اثر کا

اگر ممسوخ پر اس کوں پھرا دیں — تو صورت میں اوّل کی پھر کر آویں
دو شہ فرمایا تیوں جا بیگ خازن — کیا حاضر انگوٹھی کوں اسی چھن
انگوٹھی لے، وضو اوّل پکڑ کر — دہاں تے آیتہ الکرسی کوں پڑھ کر
گل و بلبل کوں شہ آنگے منگایا — دونوں پر اس انگوٹھی کوں پھرایا
خدا کے فیض سوں تھے جیوں اوّل وو — ہوئے پھر آدمی کی شکل سوں وو
یکس تے ٹیک تھے صاحب جمالاں — یکس تے ٹیک تھے روشن ہلالاں
کہے ہر کوئی دونوں کا نچھا موں — کہ یو لیلیٰ اہے ہور وو سو مجنوں
دونوں کوں دیک آیا ہر کسے یاد — مگر اسیچ تھے شیریں و فرہاد
مگر دنیا میں پھر کر آئے ہیں کیا — کتے تھے جن کو یوسف ہور زلیخا
دیکھت یو حال شہ ہوبھوت دل شاد — لگیا لب کھول ہنسنے پھول کے ناد
تجے کرتا ہوں میں کرتار سجدا — کریا شہ شکر کا دو بار سجدا
اوّل باری ہوئے ہیں پھر کو آدم — اثر کرتار ہے دوجا سو خاتم
دونوں کوں شاہ پھر دکھلانے کوں چاؤ — کیا چاواں سوں دونوں کو ملا بھاؤ
مراتب یک بڑا دے کر اسے شاہ — حضوریاں میں اسے جاگا دیا شاہ
صبا امطا شہ کی وو خدمت منے آئے — قصہ سوں روز شہ کا وقت بہلائے

بیان پادشاہ وزیر شاہ

کیا شہ اس حضوری تے پچھیں یک خبر یچ تے
کہ جس سوں دفع غم ہووے اچھے بھی راحت جانی

جو کوئی دھرتا ہے باتاں کا فراست — کتا ہے یوں حکایت میں حکایت
کہ یک نس اس حضوری کوں کیا راج — توقفتہ بول کچھ سامنے آج
جو اچھتا عشق کا کچ اس منے کام — کہ کاماں عشق کے ہیں سب تجے فام
پرت ہور بھوگ کے اچھتا یو دو من — کہ یو دو لذتاں ہیں تج کوں روشن

ادب سوں شمع کے نمنے کھڑا ہو   حکایت سوز کا یک یوں کہیا وو

سنا ہوں پادشہ تھا کوئی اوّل   ستاریاں سوں زیادہ تھا اسے دَل

سرب دَل کا بَل اس پر تھا مسلم   بوندان مینہ کی دسیں تس دَل انگے کم

بزرگی میں سورج تے محتشم تھا   اسے ذرّیاں ستی اگلا حشم تھا

وو شہ یک دیس مجلس کوئی بھرا کر   جو بیٹھا تخت کے اُپرال آکر

خبر انپڑا اسے لیا ایسے میں شہ کوں   کئے آگاہ آ ایسے میں شہ کوں

کہ یک کئی چین کا آیا ہے نقاش   بچھتر نقش لکھ لایا ہے نقاش

سنیا جوں شہ یکا یک چین کا ناؤں   پڑیا غم میں پھسل کر عیش کا پاؤں

وزیر یک اس طرف لشکر لے سنگیں   گیا تھا ملک لینے چین کا جھیں

خبر جس آئی تھی کئی دن تے واں کی   سنی نیں گئی تھی بات اس کی زباں کی

اپس کوں جگ میں دکھلانے کوں ہلکا   کہاں بیٹھا ہے لے کر ملک بلکا

سپہ سالار اوپر بدگمان ہو   اندیشے سوں دسیا شہ جیوں کماں ہو

ہوا شہ غرق یوں اس فکر میں ہیں   کہ جاتا ہے لوا جیوں میان میں ہیں

جو کئی پھیر پھیر کو بدلا وے ہے ایمان   تیراں سارا اس کوں کرنا ہور قربان

جو کئی ایکار کیس کا نا کرے یاد   فلک چھیلو اُسے جیوں زنگ کے تاد

اندیشا خوب نیں کر دل میں آکر   ندیم یک تھا سو بولیا اس بلا کر

حکایت بول کر یک، دفع کر غم   توں دل سوں ہر سنہ یو رفع کر غم

اوّل تے وو سمجھتا تھا حکایت
مناسب سات بولیا یک رعایت

حکایت نقل روح

حکایت خوب یک شہ کن ہنرمندی سوں بولیا وو
سکایا تھا اسے جوگی منتر سوں نقل روحانی

قلم کرتا اہے نقل ایسے فن سوں — کرے جیوں روح کوں وو نقل تن سوں
کہ یک راجا بڑا کئی گور میں تھا — ہنر ہور فہم کے بی دور میں تھا
اتھا وو معتقد جو گیاں سوں دایم — ملے دو خاک کے جتو گیاں سوں دایم
تھے جوگیاں بھوت اس کے اعتباری — کرے ہر ملک کے جوگیاں سوں یاری
سٹیا تھا دوستی کا یوں وو پایا — سو یک دن ٹھیک جوگی کیں تے آیا
لگا کاناں کوں مدرے ہور چکری — سنکی یک ہت میں یک ہت میں کھپری
ہر یک مدرا سو جیوں سورج چندر تھا — گھلے کے ناد اس ہت میں چکر تھا
سنکی قوس و قزح کے سار رنگ دار — کھپر تھا اس کنے خوش دل کے سار
لگا کر ایرا ایسا تن اوپر خاک — دسیاں یوں جھکیں سا جیوں ثریا ہے افلاک
اپے جا کر کوں لیایا شہ بلا اس — لگیا احوال لیو چھس بیلا اس
کہ کاں اچھتے تمیں کر ٹھار تے آیے — کرم تھا جو درس ہمنا کوں دکھلائے
کیا جوگی، کہ اے شاہی کے ماتے — ہمیں ہیں کون آنے ہور جاتے
جو کچھ کرتا سو حق، کرتا نہیں ہور — ہے بات اس کے ہماری ذات کی ڈور
بہر حال اس رکھیا شہ دے مراتب — کیا گھی دود اس کوں روز رات تب
دیکھیا سو شاہ کا، جوگی بہت پیار — کیا میں بی کروں یک اس پر اپکار
منتر سکھلایا یک کاڑ کر بید — اتھا جس میں جو نقل روح کا بھید
منگے تو جسم میں ہر کس کے جانا — منگے تو پھیر کر اپنے تن میں آنا
وزیر اس شاہ کنے تھا ایک کامل — ہر یک تدبیر میں تھا بھوت غافل
قضارا اس دیاں میں یک کیا کام — کھڑا سو بیگ آیا دے سرانجام
کیا شہ اس یو ہو کر بھوت خوش حال — جو کچھ منگتا سو منگ لے نیک اعمال
دوہ پھیر یوں شہ سوں بولیا کیں جھکیں دھر — تری ہمت سوں کم نیں سیم ہور زر
کرم بخشی تو اتنی نئی کریا ہے — منگوں کیا تیری دولت سب بھریا ہے
ہنر جو شاہ اس میانی سکے ہے — جو نقل روح ازمانی سکے ہے

اگرچہ شاہ ہے حکمت منے یم — نہیں قطرے سوں ہوتا ہے دریا کم
ہنر کے ہے گگن کا شاہ جیوں بھان — نہیں سورج کوں یک ذرہ سوں نقصان
نظر رک مجہ کینے کے اپر شاہ — عجب نیں ہے کریں تو اوس سوں آگاہ
سُنیا سو شہ سراسر اس سوں یو بات — لگیا اندیشنے لاگال کوں بات
گیا، میں یو ہنر جو اس کوں سکھلاؤں — دئے تیوں ہے موں میں جانسا ہیچ پاؤں
یو مایا، یوں ہے دنیا اس کو آنیٹر — کہے تیوں ہے سچتر آیا تون پر پڑ
بکٹ یوں ہے یو بات اس کوں دکھاتا — ہے جاتی سو بلا کوں جیوں بلانا
و لے یو لیا ہوں میں ہر کچھ منگو کر — ہری بخشش سوں دل اپنا رنگو کر
نہ بولوں گا تو آتی ہے دروغی — دروغی میں ہے حاصل بے فروغی
اگر شاہاں جو جھوٹی بات لیا لگے — جگت میں کون شاعروں کوں پتیاگے

یو باتاں سمجھ لے کر سب اول
کہا اس سوں خدا پر کر توکل

بیان شکار کردن و سیر کردن

ہرن کے جسم میں جیوں شہ ستیا پر دھیاں میں جیوں
وہ سگ نے کینہ ور ہو کر دکھایا فعل شیطانی

ہو سناک اس بچن کا اُٹھ ہوس دھر — لگایا بات کے بیکھی کوں یوں پر
گوئی تے شرق کی جیوں سور کا اگ — جو نکلیا موں سوں اپنے کاڑتا آگ
ہرن مہتاب کا کھایا دیکھ اس دم — جو پھرتا تھا گگن صحرا میں بے غم
نکل کر باز آیا صُبح کا جب — ستاریاں کے اُڑے مرغابیاں سب
گیا شہ صید کا اس دیس آہنگ — پرندے ہو لے پرندیاں کا دیکھ رنگ
شہی کا تاج اپنے سیس پر دھر — خیال ایسے ترنگ؛

چلیا لشکر کوں لے سب اپنے سنگات   اتھا او وی وزیر اس شاہ کے سات
بہر حال اس طرف تھا ایک جنگل   اتھے بار اس ذاں میں پھول ہور پھل
بتا او وداٹ تھا جنگل جو کھول آنک   نہ تھا قدرت سُورج کو دیکھنے جھانک
دسے وو اس روش جو پھیر چھا کر   کھڑیا ہے کیا مگر آسمان آ کر
اگر بارا کدھیں واں بیس کر جائے   تو آوے سیس کوں واں بیس کر جائے
کہ چھایا تھا سو بن چار و کدھیں وو   سہادے میں دسیا سب کوں گگن وو
دسے یوں ہو کہ پھول اس ٹھار سالے   گگن پر جگمگاتے جیوں ستارے
دسے پنکھاں کے یوں اڑتے سو واں دل   چلے جیوں تول سوں بارے کے بادل
زمیں پر واں کی لبتے تھے چرندے   گگن کوں ڈھانپ لیتے تھے پرندے
لے لشکر شاہ اس جنگل میں بیٹھیا   ستاریاں سوں چندر بادل میں بیٹھیا
ہوس کا درس ازبر کرن بارے   سیہ گوشیاں کوں تختیاں تے اُتارے
ہتیاں کی پیٹھ تے جھولاں کو کاٹے   چتیاں کے گل نے دیتے کھول ناڑے
سیہ گوشاں کے تختیاں بی اُتارے   چرندیاں میں اُچانے کو دھولا لے
ہر چیل چکاریاں کوں کرن جوڑ   لگادے تھونک پٹیاں وین ہوتی دوڑ
چیتے دکھلا کے اپسیں کر غلولے   پڑے ہرناں پہ ہو کر توپاں کے گولے
سیہ گوشاں کوں دیکھ وحشی سیہ گوش   ہوے بے ہوش، کر ہوشاں فراموش
کتے ہرناں پہ یوں کیتے اڑاناں   اگن کے جس روش اڑتے ہیں باناں
سیہ گوشاں چکاریاں پر پڑے یوں   کماناں تے جو تیراں چھٹتے ہیں جیوں
چیتے سب تن کے ٹیکیاں سات کالے   [illegible] یوں جیوں چرندیاں کے ہیں جالے
یک یک کوں دور تے یک یک کوں دکھلائے   بلوں نزدیک چیتے دِشٹ جیوں آئے
کتیاں کے دانت تھے بلکہ درانتیاں   چرندیاں کے تھے جنگل کی درانتیاں
ہر یک اونچی قوانیاں میں ہر یک ٹھار   جنگل کے وحشیاں کوں یوں شکار
لگیاں بہنے ندیاں لہو کی وہاں سب   زمیں لہو سوں چکر بہری جاں تہاں سب

بٹرے دیک جانور جتیں کے ایر ڈاٹ — محل تھا گیا پکڑ اسمان کی باٹ
بجانے کر ایس کوں اس خطر تے — چھپی پاتال میں جاگا تے ڈرتے
ہوا یو دیکھتے پنکھیاں کے زوریاں — چکاتے پاؤں نے بازاں کے ڈوریاں
ہوس ناکاں دکھا کر اپنے انداز — کتے چمکار کر بازاں کو پرواز
کلہ انکھیاں یوتے بہریاں کی کاڑتے — کنک ہور سیاں جو تھی اس حق میں گاڑتے
لیونا ہو کر بھی یک دھر لوگ تھوڑے — چھوٹے کھول کر لگڑاں کوں چھوڑے
ترستیاں ہور شکریاں ملکے جھٹ پٹ — ہوئے جا کر پنکھیاں کے سات لٹ پٹ
ہوں پنکھیاں کے دکھلا دورتے موں — اڑائے یک طرف تے شاہنیاں کوں
دو شاہیں یوں چلے پنکھیاں کے دنبال — دعا جیوں کا ملاں کی جاوے آپرال
زمیں پر آئے یوں پنکھیاں سو ووبل — قضا جیوں آسماں تے ہوئے نازل
سینے پر نوک دھر پنکھیاں منے ٹھانپ — لگے سٹنے گلے چنگل ستی چانپ
پنکھیاں کے پاؤ ہور پنکھیاں کے ٹھوسوں — دسیا میہوں ہور بارا ہو کے سب کوں
ہوا دیکھ حال پنکھیاں کا نظر سوں — رھیا کس کی نظر نا پڑ کو ڈسوں
دیکھت مرغاں کوں سارے کئے سوبھانے — چھپا سی مرغ جا کہہ قاف میانے
ہوا اساں کا پرندیاں سات کر صاف — زمیں واں کی چرندیاں سات کر صاف
ہوا رغبت جو گھر کا شہ کوں غالب — پھر یا واں نے لے شاہی کے مراتب
کریا سو آخر اپنا کام تقدیر — ثریا شہ یک دھر ہور لشکر یک دھر
ثریا شہ ایک دھر ہور لشکر یک دھر — قضا کیس گھڑی دیکھو ثب اس سیر
وزیر اس باج نیں تھا شاہ کن کئی — زحل بن اس نہ تھا اس ماہ کن کئی
لیکا یک دیکھتا ہے باٹ میں تو — ثریا سہے یک ہرن جیو اپنا کھو
رھیا سہے جیو سوں تن ہو کو خالی — نہ تھی کچ تن منے دم کی اکلیا لی
ہلے کیوں کر کہ جیو کا کھیل نیں تھا — لیہتی ساری تھی اتا تیل نیں تھا
کیا شہ تن سٹ اپنا اس منے جاؤں — ہنر کیا ہے؟ سو بارے کچ اڑماؤں

جنگل بیکر لاوں ٹک ہرناں کوں بارے / پھروں لے پیٹ سوں ہرنیاں کو سارے
ہر یک جا آہواں کوں دیکھ اکلاوں / غزالاں کوں الیس کا زور دکھلاوں
ہوس اس بات کا جیوں من میں آیا / الیس کا جیو ہرن کے تن میں بھایا
ہرن ہو کر چلیا جوں سیر کوں شاہ / چلیا پھرنے کوں جوں اسمان دو ماہ
وزیر اس شاہ کے دیکھا جو تن کوں / سو لکھن جیو کے اس پیرہن کوں
مکس اس سلطنت کا دل میں آیا / حکومت کا ہوس اس دل میں آیا
دلی نعمت یو اپنے ہو بد اندیش / بدل دیکھو کیا کیوں نوش سوں نیش
نہ باقی رکھ کے ذرہ کچھ جسد میں / سٹیا جیو آپنا شہ کے جسد میں
مبارک تن میں شہ کے یو وو آیا / سٹے کے جام میں جیوں زہر پایا
جسد اپنا کھڑگ سوں توڑ کر سٹ / ہرن کر شاہ کوں، تھانہی کیا چٹ
جو سورات آکے اس کے دل میں داٹی / مروت کی سٹیا آنکھیاں میں ماٹی
نمک خواری کے اپنی سب دھرم چھوڑ / نمک کھا کر نمکداں کوں سٹیا پھوڑ
وفاداری کی سٹ دل تے صفائی / کریا صاحب سوں اپنے بے وفائی
چڑیا سو بات شہ کا پاک تن وو / سلیماں ہو چلا ویں اہرمن وو
وو مکار اس سند سوں سلطنت لے / بلوں ویں تخت بیٹھا مملکت لے

چلا وو بدگہر واں تے محل میں تھی کی رانی کن
سمج اس کی خصالت کوں رکھی تھی الیس رانی

تھی رانی شاہ کو یک ستونتی نانوں / جنیدر سورج کدھیں دیکھے نہ تھے چھانوں
تہیں بکیڑی کتی وو گھر کی کدھیں باٹ / نہ دیکھی کیں پلک کے کھول کر پاٹ
کدھیں درپن میں جو مکھ دیکھنے جاتے / دیکھ اپنے نین کی پتلیاں کوں شرماتے
کدھیں ہوے کنگوی جو کھولنے بال / نمونا ہے پنچے کا کر دیوے ڈال
کدھیں نرگس جو پڑتی تھی نین تل / الیس کے کھینچتی تھی مکھ یو آنچل
سدا شاکر تھے اس کی گت لوبھیاں / سنواں کھاتے تھے اس کی لوبھیاں

ووست کی ستونتی ادتار ناری — ستیاں کا مال ست سوں رکھنے ہاری
جو دیکھی وو چلن ہور اس کی وو چال — کہی خالی خلل سوں نیں ہے یو حال
کہ لگتا ہے منجے وو شاہ یو نیں — سنبھالوں یارے ممکن ہے ملک میں
نہیں وو خوب جو ہونا پشیمان — سنبھالے کوئی دن تو کیا ہے نقصان
وو کرنے کوں جو آوے سیج پر چال — ہنر سوں دیوے ستونتی اسے ٹال
غرض منڈی کے لے آوے تو وو فن — کرنے بہانے سوں دفع الوقت وو دن
چڑیا سو دن پو دن وہیں بیرہ کا بھار — اسے دکھلائی اپ سیں کر کو بیمار
نہ دی وو ست بھری کس بات کوں راہ — پڑی برہے میں تس دن کھینچتی آہ
تھی آپس میں اپے روتی و تپتی — رہی نرجیو ہو اس جیو کوں جپتی
لگی گھٹنے وو چندر ہو کو دن رات — سنو یاں تے کتا ہوں جیو کی بات

ہرن کا جیو ہو کر شہ اڑیا اپنے محل پر جیوں
پھر اک تدبیر سیتے وو دکھایا شکل انسانی

کتیک دن ہو ہرن وو شاہ بھولا — رہیا تھا سب کسی سوں ہو ابولا
ہرن کے تن میں شہ کا جیو سماؤں — جو مشک اچتا اسے نافے منے جوں
دل اپنا تنگ کر نافے کے نمنے — گھٹے خون جگر نافے کے نمتے
جھکے تب دیکھ اپس کے پاؤں آپچی — بچکتا دیکھ اپنی چھاؤں آپچی
جو غم جس وقت دل میں یاد آوے — ہرن کی شاخ نمنے پیچ کھاوے
نہ کر سک درد دل کس سات ظاہر — عجفتے ہوں ہر گھڑی وو شاہ صابر
بجز سایہ نہ دیک سنگات بھی کئی — دریغی سوں کہے یوں دل میں ہور رئی
خدا اس کوں دیوے گا کیا بھلی باٹ — گیا ہے جن جنگل میں یوں گلا کاٹ
دیکھو اوّل وو کیوں خوبی سوں پیش آ — برائی دل میں ستی کیوں اندیشا
کر اول گرم مجھ سوں دوستی کوں — کیا مجھ سرد آخر دشمنی ہو
سمج نیں تھا بلا یوں لاکو بھاگا — بلا میں بھاد غایاں دے کوں جاگا

بہر حال اس سند چندر روز تھا شاہ ۔۔۔ سو دیکھا رہ میں ایک طوطے کوں ناگاہ
نہ ملتا ہے نہ چلتا سپے ہوا تھا ۔۔۔ تمام اڑنے سوں کام اس کا ہوا تھا
دیکھا اس شہ دل میں لایا عجب یو خوب ۔۔۔ کہ طوطے سوں کروں میں ایسے منسوب
جو ہر کس کوں سکوں کہنے کوں مقصود ۔۔۔ مرا اس کام میں بیگی اچھے سود
گندا اپنے دل منے اس بات کا ہار ۔۔۔ ملن کے نادراواں کا ہوا سار
جدا ایک زندگانی کا کیا مست ۔۔۔ خضر کے ناد کیتا سبز کسوت
کر اپنی روح کا طوطی یہ سایا ۔۔۔ زمرد کے لٹوے پنجرے مین آیا
پھرا کر بھیس آہو کا، ہوا طیر ۔۔۔ یکایک وہیں اڑا سو وو سبک سیر
شکاری کا وہاں نزدیک تھا گھر ۔۔۔ پکڑ کر بیچتا تھا وو جناور
اسی کے گھر پو جا ایراں اُتر یا ۔۔۔ وہیں باتاں منے در حال آریا
شکاری دیکھ پکڑنے کوں بجد ہو ۔۔۔ لگیا گرنے کوں بھاندا مستعد وو
تُرت راواں خیال اس کا سمج کر ۔۔۔ اُچا گردن، مونڈی کوں اپنی کج کر
کیا یوں وو ایس کے راز کوں کھول ۔۔۔ اٹھیا یوں وو بلند آواز سوں بول
کہ اے پنجرے ہمارے نت ڈھونڈ ہار ۔۔۔ ہمن ایسیاں کے لیے نس دن طلب گار
پکڑنے کے بدل حیلیاں سوں جج کوں ۔۔۔ مشقت کھینچتا ہے کیا سبب توں
ستم آیا ہوں تیرے دام میں میں ۔۔۔ آپی ہوا اس پڑیا ہوں کام میں میں
ولیکن بیچ توں مج، شاہ کے پاس ۔۔۔ دو لک ہن میں نہ دے گر کم ہو یک کا بی
کرا ایسا شرط راواں اس سوں ہر حال ۔۔۔ کیا اپ سوں حوالے اس کو در حال
بچارا وو جو یک بار اس کوں پایا ۔۔۔ لگا یوں اس کے تن میں جان آیا
شتابی سوں لجا اس، شاہ کوں دے ۔۔۔ پھر اپنے گھر کوں آیا مال و دھن لے
شکر ایسی وو شُن راویں کی گفتار ۔۔۔ رہیا حیران ہو وو شاہ مکار
مٹھی باتاں سوں اس کا رکھ مٹھاؤں ۔۔۔ رکھیا اس ستو تی رہتی تھی جب کھانا ملا
شکر کی اس، چھری ہے کر نہ جانیا ۔۔۔ خرابی ہے کہ اپنی نیں پچھانیا

اچھا چند روز یا رہے واں وو راواں ‏ دیکھی پنجرے میں سوں نت جھانکتا واں
کتک دن کے پچھیں فرصت جو پاکر ‏ زباں آہستہ نرمی سوں اُچا کر
کھیا اُس دھن سوں یوں اے سرو آزاد ‏ جوانی کا ہوا کی رنگ برباد؟
ہوا کی خم بنفشہ کے نمن قد؟ ‏ چو کرتا تھا سدا اے سرو کوں رد
کلی کے نا دل کی ہے ترا تنگ؟ ‏ گل سوری نمن کی زرد ہے رنگ؟
رھیانیں زلف کے سنبل کرا تاب ‏ گیا رخسار کے کی پھول کا آب؟
لگیا ہے تجہ کوں کس کے درد کا تیر؟ ‏ ہوا کی غم سوں گل کر دل ترا نیر؟
ترے دو نیں کی دستے ہیں یا یاں؟ ‏ پڑے کی مہ کے نمنے کچھ لوچھا یاں؟
جلے سو دل سوں اپنے مار کر آہ ‏ دیتی پھر کر جواب اس دھات وو ماہ
کہ سب عالم اوپر روشن ہے یو بات ‏ دلوانیں سو سہا دے کس ملات
جو نیں جس کے اچھے کاموں میں تنبول ‏ وہ کیوں کر خوب دستا موں سو توں بول؟
جو نا پھرتا اچھے جس تن منے دم ‏ کیوں اچھتا، تو نچ اس کا بول عالم!
برہ میں جیو دینا بہوت آساں ‏ ہے جینا پیو بن مشکل کر جاں
پریشانی میں گرچہ میں علم ہوں ‏ محبت میں ولے ثابت قدم ہوں
اگرچہ شمع کے نمنے جلی ہوں ‏ ولے جا گے تے اپنے نیں ٹلی ہوں
جو طوطی تایم، اس یاری میں دیکھیا ‏ محبت کی وفا داری میں دیکھیا
انجو موتیاں کے اپنے ڈھال کر ڈھال ‏ کھیا سب اس کے دھر گذریا سو احوال
سنی یو بات جیوں وو پاک دامن ‏ لگیا اس، آگے تیوں پھر تن میں جیون
سنی جو ماجرا بلقیس دوراں ‏ لگیا اس، آگے تیوں پھر کر سلیمان
عجب کچھ دیس راحت کا اہے وو ‏ بچھڑ کر گئے سو یاراں آملے وو
ہنر لیتی اپس کے نفع کا پوچ ‏ لیتی تدبیر اس کے دفع کا پوچ
کہا طوطا وو یوں اس ست پھر سوں ‏ حیا کے آسماں کی مشتری سوں
جو آوے گا ترے کن دو نما جا ‏ اُسوں یوں بول نیں ہو توں ووراجا

گماں آتا ہے تجہ پر مج کوں ہر چھن ‎ کہ دھرتا تھا وو نقل روح کا فن
منجے گا ہے دیکھیا تا تھا وو عاقل ‎ دیکھا اس فن میں گر یوں ہے تو کامل
دیکھانے گر ہنر آئے تو کافر ‎ موی قمری کوں اس کے سامنے دھر
کرے جب سعی کوں نا ہوئے تیوں فام ‎ وہاں تے میں سمجھتا ہوں مرا کام
حرم میں ایک دن آیا سو وو کول ‎ سکی تھی جس روش سوں تیوں اٹھی بول
اچھل پڑ کر کہیا جھٹ آپر آ ‎ توں کیوں منج آزماتی ہے سو آزما
موی قمری کوں لیا کر درمیانے ‎ سکی سٹتے ہیں جیوں گئی آزمانے
ہنر کا اپنے دکھلانے کے تئیں زور ‎ سٹیا قمری میں اپنا روح وو کور
وو طوطی اپنے اصلی تن کوں دیکھیا ‎ جو خالی غیر سوں مسکن کوں دیکھیا
ترت جیو کوں آپس کے اس میں پاڑیا ‎ پکڑ کر تانگ قمری کی پچھاڑیا
سلیماں کے نمن پھر تخت بیٹھیا ‎ خوشی ہور عیش کا لے رخت بیٹھیا
کھڑیا سو دکھ سراسر کھول کرموں ‎ کریا اظہار اپنا حال سب سوں
دنیا پھر کر کرے سازِ عروسی ‎ لگے کرنے کوں سارے تخت بوسی
یکایک کئی وزیر ایسے ہنسے آ ‎ اوّل مدح و ثنا شہ کا بجا لا
گیا شہ سوں کہ اَے فرخندہ طالع ‎ گیا بدبخت وو یوں ہو کے ضایع
جوں یک شہ بھل کو کئی عورت کے ایراں ‎ ہوا جیوں سلطنت کوں کھو کے پامال
پوسن کر بات شہ اس دھیر کر رخ ‎ ایسے یوں پھر پچھیا شاہ فرخ
بھولیا عورت پو وو کوتاہ بیں کیوں ‎ گنوایا ہات سوں اپنے نگیں کیوں؟
قضا سننے پوچھے کر شاہ کا من ‎ لگا کہنے وو قصا شہ کے سامن
ہوا ہے عشق کا جس کوں اشارت ‎ وو ایسے حسن کا لیا تا عبارت

گلشنِ عشق

۱۰۶۸ھ م ۱۶۵۷ء

از

نصرتی

ہوا اب ابتدا قصہ کنور منوہر کے والد کا زماں جیں خوش ہور تھی جسے بن نسل حیرانی

اول دور میں یک بلند بخت تھا — جسے ملک شاہی کر اتخت تھا
سہے نانوں بکرم جگت آدھار تس — کنک گیر سو تخت کا ٹھار تس
نہ بکرم کہ تھا وہ سحاب کرم — ڈبویا تھا کنک میں کنک گیر جم
جواں بخت یکہ جواں مرد اچھے — پڑا او پکار ہر کاج پر درد اچھے
پتھر ہو سنا جس پرس چھانوں نے — زمیں کا بلی اُبلے دھن اس نانوں تے
دکھیا جس کے گھر داس کی داس جم — ہوا اقبال اچھے بندہ درپاس جم
دکھا اپنے طالع کی قدرت بلند — کیا تھا لگا جھل زحل کوں سپند
سعادت کے گوہر کرا مشتری — ادک بدھ کے باز ار کا جوہری
شجاعت پر اس کے سو بہرام رام — سدا سرخ روئی منگے اس تے وام
سورج تس جلالت کی جھل سوں جلے — چندر مہر انگے تس کے شرموں گلے
جب اس بزم کی چھب عروسی دکھائے — تو زہرہ ہو جیوں ڈومنی جلوہ گائے
سو غواص اچھے بحر گن گیاں کا — شہنشہ دسے شہر عرفان کا
دھرے صف میں اپنے چپ و راستہ — جتے فن میں ہر مرد آراستہ
عنایت جسے رب نے بے ریب اچھے — کہ اس دھات گنجینۂ غیب اچھے
جو خالی کریں بحر ہور بر کی کھوں — پڑے تس کے کونے میں جا یک رخن
دھرے بے گنت لشکر و پائے گاہ — جو دیا سو جتا پائدل ہور سپاہ
متی ہست حلقے کے تھے بے شمار — پسینے میں جھلتے رہیں گے ہزار
ہو پرتھم نے یک چتر راج اپیں — کہا وے سو راجیاں کا سرتاج اپیں
جتے راج بھاری بدل بھار سے — لگیں فوج میں اوس کے سردار سے
سبھا ہر مسبا جب کرے داب سوں — جتے چھتر دھارے تب آداب سوں

کمر باندھ خدمت میں تس صف بصف
لگا لگ کھڑے ہور ہیں ہر طرف

دھر نہار تھا سُو رسا یک منظر
جنہم یک روش خاص ہور عام پر

دو بخش تھا ہر دل ریش کا
نگہبان ہے گا نہ ہور خویش کا

نگر میں نوا کاج نت آئے دس
گھرے گھر بجے طبل شادی تے تس

دیا تھا خدا اس کوں سب کچھ مگر
ولے سخت محتاج تھا بن پسر

دل اس کا اچھے گرچہ سب سکھ سوں باغ
دھرے پن نت اس غم تے جیوں لالہ داغ

ایس عمر کا جب ڈوبے آفتاب
خلف چاند سائیں سونا تب مناب

گگن بادشاہی کیرا خوار ہے
یو تاریاں سے عالم پہ اندکار ہے

جفا اس اندیشے کا نہ سوس کر
کہے من میں یو آہ افسوس کر

اسی سوز میں کیا جنم کا چنار
بھسم ہوئے یک دن بھڑک دکھ کی نار

نہ دیکھے پن اس دکھ کے دریاز کو
خدا بن نہ تھا اس کوں ہمراز کو

خدا کی کرے باٹ میں خیر نت
لے نیکی دھرے بیر سوں بیر نت

سچیں اوس کے بخشش اتھوان گنت
کرم کا مگر بحر تھا باج انت

کہ جب خازن شب چھپا دے درم
کرن مہر طبلک پہ دن کا حکم

تب اس شہ کے خازن ج مولک بار
رچیں آن کر نور تن کے ڈھکار

سدا ہر نگر کے جتے خاص و عام
ملیں شہ کے جب دان کارن تمام

دونوں ہت سوں چیر تخت ہر صبح یوں
کرے دُرفشاں صبح شبنم کوں جیوں

اُتر تخت جیوں شاہ گھر بیچ ئے
تو مکھ دھونے کاج پانی منگائے

جو رانی اتھی شاہ کے تخت کی
شریک اس کے اقبال ہور بخت کی

ادب کی ادک شرط سوں دھن سجات
اپن طشت ہور آفتابہ لے ہات

سہیلیاں تے ہو جیوں انگے مکھ دھلائے
وہیں آن الوان نعمت کھلائے

پچھیں کسوت خاص ادک مان دے
بنا کر روانہ کرے پان دے

تو اس وقت وہ شاہ عالی مقام
شہر بیچ آ سب کے لیوے سلام

زبناڑے الیس مکھ سوں ہر تن کے نیاؤ ۔۔۔ نبد ھے خلق مرہم سوں ہر دل کے گھاؤ
سُرب بادشاہی کی لیوے خبر ۔۔۔ دھرے پیار ادِک نت رعیت اوپر
رچتے بھوج پڑیاں کوں کرے سرفراز ۔۔۔ نوازے جسے پائے صاحب نیاز
صبا پر صبا ہوا ہیں بے گمان ۔۔۔ کرے خلق کا باؤ ایسا رواں
نکل باغ شاہی جو کھل پھول ہو ۔۔۔ سو تب عیش میں اپنے مشغول ہو
دیکھو جاں اچھے جگ میں تس یوں کرم ۔۔۔ تو کیوں تس پہ قایم ہے کوئی غم
نہ دیکھے تھو کوئی اس زمانے میں کاج ۔۔۔ کیا تھا جو اُن حق کے کچ امر باج
جنے جگ میں یوں راست بازی لکھے ۔۔۔ خدا تس کوں تیوں سرفرازی لکھے
نہ کس خیر ناچیز ہو جگ میں بس ۔۔۔ کہ دیتا ہے داتا دھنی یک کوں کس
توکل پہ تس جس ہے ثابت یقیں ۔۔۔ نہ رکھے تس کے مقصود دنیا و دیں
عجب ہے ہمارا دل ناصبور ۔۔۔ جو پڑتا ہے امید سوں حق کے دور
جی حاجت جو موقوف اچھے وقت پر ۔۔۔ وہ بر آئے جب اس کی ہو یک نظر

سبب فرزند ہونے کا جو یک درویش آگے پر
اُسی کوں شہ چلیا ڈھونڈنے مسافر ہو بیابانی

عجب حق کے تقدیر کا کام ہے ۔۔۔ نہ کس پر عیاں تس کے انجام ہے
بھلا ہے اُسے تینچ سہنا بلا ۔۔۔ خوشی دے پچھیں کر اول مبتلا
کہن ہار یو قصہ دل پذیر ۔۔۔ کہی کھول کر بات یو بے نظیر
کہ یک روز وہ خسرو نیک فن ۔۔۔ سخاوت تے پھر آسے دایم ثمن
سو مکھ ہاتھ دھونے تے فارغ ہو سب ۔۔۔ کیا اپنی رانی تے بھوجن طلب
وہ تب نار کندن کی چوکی پہ لال ۔۔۔ دھری جرئت کا آن بھوجن کا تھال
سٹیا شاہ جیوں ہاتھ نعمت کے دھیر ۔۔۔ پکارا یا مجھے تل مانگ یک فقیر
لگیا شہ کوں آواز سن یو عجیب ۔۔۔ کہ باقی ہے سائل اجھوں کیا سبب
اندروں مجھیا رہنہ کرنے سوال ۔۔۔ چلیا سامنے اس دہیں لے کے تھال

کیا جیوں جو سنمو کہہ ہو چک چارا میر نہ لے کچھ بی چپ پھر چلیا وہ فقیر
کھیا شہ اپس دل میں ہے شدید کیا کہ نہ لے چلیا بھیک ہے بھید کیا
وہیں دوڑا ئیں سیس دھر اس چرن کھیا یوں کہ کہہ تج سوں ای شاہ من
کرم سوں ہٹک آکے پچھاں لگ اول مجے دیکھتے پھر چلیا کیا بدل
یو شہ کے بچن سن غضب سوں شتاب دیا یوں مٹھے لب سوں کر طوا جواب
کہ چل بیگ او جا مج چرن پر تے سیر روانیں جو بیوں پانچ کے گھر تے نیر
بچن سن یو شہ گھر مٹے پھیر کر خجل ہو چلیا جیو کوں دل گیر کر
گیا تھا خوشی سوں جو لالہ عذار پھریا رخ ہو سب زعفرانی نزار
چنتا غم کی پرسن سوں بازی کیا کہن زخم سوں چھوڑ تازی کیا
ال انجواں کے طوفاں میں شرشور سوں اساساں کا بار اچھوٹیا زور سوں
چھوٹیا تس طوائے سوں بدھ کا جہاز ڈوبیا صبر و طاقت کا سامان و ساز
پڑیا فکر کے بحر کی موج میں ہوا ڈنگ ہر موج کی فوج میں
ہو جنگ تس میں بے طاقتی کا پڑیا گلے داٹ چینڈ و ادک بس چڑیا
گیا ہوش تس بس کرے تاب میں ڈوبیا جیو جا غم کے گرداب میں
دیکھت شہ کا یو حال لالی ہو دنگ سو ہمدرد ہو دھر کے تس دکھ لی انگ
کرامت بچن سوں دلاسا اول سمج گئی یو قصہ ہوا سو سگل
دکھانے اسے دکھ تے سکھ کا کنار نصیحت کا تختہ ستی بدھ بچار
کہی سن کے اے جگ پتی نیک فن کھیا کیوں تو جپ بس ہلا کی ہیں من
تکو کچھ اندیشے کے پڑاب خیال کمر نید ہمت سوں اپیں سنبھال
وہ درویش کوں بیگ ڈھنڈنے کوں جا جکچ من کے مقصود سوں اس تے پا
یچ فیض بخش اس ہما کا نشاں سعادت کا جس اوج ہے آشیاں
بچھا دیکھ اندھارا اجالا تمام تردد کا سٹ جگ پہ جال تمام
جو یو وہ ہما صید تج دام میں کرے شاہ مات اس دلارام میں

تون آوے تلگ عقل سوں کر علاج
چلا توں گی میں نت ترا ملک و راج

تجھے تل ٹنگاتی ہوں ہیں یک جرس
پھر آوے سفر کر توں جب ہو سرس

نشانی سوں آکر ادھی رات کوں
بجا مار تب تیرا اپس ہات سوں

سنوں میں وہ گھانٹی تے آواز اگر
بولا لیوں کر بہت سوں درباز کر

بچن نار جب عقل سوں کی سنوار
وہی نقش کر شاہ دل کے منجھار

ڈھنڈانا امید کر دل تے تج
لگن جاؤں درویش سوں دھر کے کج

پھرا کر سو شاہی کرا بھیس کوں
چلایوں وہ جوگی ہو پردیس کوں

کنٹھا سخت محنت کا اپ گل کیا
سو کچکول ثابت توکل کیا

چڑھایا سو تن پر قناعت کی راک
سنگی کر لیا آہ کے دم کی ہاک

صبوری کی مُدری دیا گوش کوں
کیا چلم زنبیل ادک ہوش سوں

یوں راحت کی دنیا کوں مرگان کر
لیا راکھنی یک تلیس آن کر

لیا حرص کے بھاوڑے کوں بغل
جلانے ہوس کی دھونی نت سگل

الپس نفس شیں ران کر سنگ کیا
بھوکا کر جگانے سنگاتی کیا

دھریا خوب ہتیار کر ہات کے
گھنیری چکر تیز دعوات کے

کمر بستہ ہمت کا بھاری کیا
اٹل قصد کی ہت مُتاری کیا

دھرن جلد ہر کام میں تیز ہات
لیا ہوش خیالاں کے چیلے سنگات

مگر پاک نعمت کی اس کھان کوں
ہو خادم منگن پوت کی دان کوں

کر اس دھات الپس من کے تئیں مستعد
رضا لے چلیا کام یو ہو بجد

رکھیا سرو آزاد ہوبن میں پگ
لٹکنے لگیا چرخ کی باؤ لگ

رھنے تازہ سب کے کھ وہ یکدھیر تے
بجھکانے لگیا نین کے نیر تے

دھرے نرم پگ یوں چھلے دکھ ستوں
پڑے پھول نازک یہ جیوں شب تے اوس

کیا قوت کوں بھوک پیاس کا
نت اپناچ ایں رگت ماس کا

سدا بھوک ہور پیاس کا سوں دک
دسے شیر تے جلد تر ہو سُبک

کرن تل اوپر خار تیں ہور چمن
سبک سیر ایسیں کرے جیوں پون

گھٹاوے سو گھٹ ہو گٹھن دن کو باٹ
ہریالی پہ سووے سٹے نس کوں کانٹ

اتھی بھیں سو تھالی ہریالی غلاف
فلک اوڑ نا نو پدرز کا لحاف

بپت نس کوں دن تے پڑے جب دھنی
جلا گرم دل رہی ہوس کی دھونی

دو محنت کا کنتھا رکئے گل پکڑ
جو نس دن کے بیوند سوں ہو گرچہ چیتڑ

ریاضت کی نت راکھ سوں مانج تن
رہیا سکھ ہو کاڑی سارو شن کنچن

مناجات میں حق کے ہت کھول جم
رکھے پر توکل کا کچکول جم

رکھ آسن کی راحت کوں مرگان کر
بجاوے سنگی آہ کی دھیان دھر

کہ اس نفس کا سگ جو پھر جوش لیائے
جو من بھائے تو ندا سے قوت بھائے

جو کتی نا سزا کوئی زبان چھوڑ ڈھیل
کرے صبر تیں حلم کی دھر زنبیل

سنبھل پا بلیات و آفات کے
پھر آوے چکر مار دعوات کے

خیالاں کے چلیاں سوں تحقیق کر
چلے باٹ مشکل پڑے جان اگر

گیا کئی ملک چھوڑ ڈھنڈ ڈھنڈولنگ
سٹیا باٹ کے ڈاٹ میدان تنگ

سو پیاسے تمن دھوپ کی یا سراب
چلیا دھیان دھر بولتا آب آب

ڈھونڈیا ڈونگراں کئی سو غاراں میں جا
دیکھا بیچ بن بیچ ماراں میں جا

نہ پایا سو وہ لعل کس کھن میں پن
نہ دیکھا وہ کس مار کی پھن میں من

نہ لگیا پرس تس اجالے میں ہات
نہ ظلمت میں پایا وہ آب حیات

رہیا جیو باقی گھٹ گھٹ کے تن
نہ دسنے لگیا آپ ایس جیو پون

ولیکن رہی کچ کھڑی سو بیت
کرے سب وہ ثابت توکل سوں پیت

قضا اللہ یک دن خوش یک بن میں جا
لگی دھوپ سو دور دیکھیا نجھا

دسے جو من یک باغ سوں بے نظر
دیکھت خوش ہو اچل کے جا اس کے دیر

سو جنت ہے ہر تسار سے چھانو سیج
ہوا ڈاٹ نہ ہوئے نس دن سیج

لگے ہیں سو میوے بھرے رکھ بلند
سو کھن بیٹھی مل کریں جم انند

گلاں سے چمن ہر منور اچھیں / سُو باسماں سوں بن سب معطر اچھیں
جنم جگ جو تھے رکھ سو گلشن کے پاس / ہو رتے تھے اگر بھید نس دن سُو باس
چمن بیچ جو بر کچ وہ سنگ جم اتھے / سُرنگ مشک عنبر تے کچ کم نہ تھے
سو وہ دل جلنیا دیکھ آرام پا / رھیا پال پر بیس دھر تھیا نوجیا
گھڑی خوب یک واں گمیا نیں جلگ / پریاں سات اوتریاں واں اتنگ
سگل بن وہ یک بار روشن ہوا / رتن کھن اُجالے سوں گلشن ہد
سورج نور سوں تس رھیا ہو سیاہ / ادک تاب سوں جل گئیا قرص ماہ
ڈریا شہ کہ آئی قیامت مگر / کہ ساتوں ستارے پڑے دھرت پر
نظر جل پڑی نور سوں جھانپٹی / چھُٹی تن میں تیس ہوں سوں کانپتی
تلک وہ پریاں تن سوں کسوت اوتار / گیاں تیرنے حوض کے جل منجھار
کتک وقت پر شہ جو پھر ہوش پا / اسی ٹھار بھی دیکھتا ہے بجھا
کہ موتی نکل سب صدف میں تے بھار / ڈھلکتے ہیں نقرے کی تھالی منجھار
یقین تب ہوا اس کوں یوہیں پریاں / ہور آیاں ہیں یاں تیرنے گن بھریاں
پچھیں دل میں اپنے یوں تحقیق کر / کہ ہے ان کوں نوکھنڈ کی سب خبر
پریاں نے اوتاریاں سو کسوت سگل / بلوں دست کر مار بیٹھا بغل
کتک وقت کو جب پریاں تیر کر / دیکھیاں اپنے کپڑیاں طرف پھیر کر
دیکھے ٹھار پر نیں ہچ کسوت کہیں / وگر ہے تو خالی خلل تے نہیں
یکایک ٹھکیاں ہور رھیاں بے قرار / کہ لوکاں تے بیٹھا ہے آدھن بسار
تب ان سات تاریاں کوں یکبار آن / سیہ کر سٹیا دھر کے غم کا گران
رلیس ہیں اپیں ہور رھیاں فنگ یوں / کہ اب تیر تے جا سکے بھار کیوں
پریاں سخت عاجز ہو پوشاک بلج / پھرا رخ کوں سر جھوپ دھریاں لا علاج
کھیاں کون ہے توں سو کہہ بیگ بات / ہمن شرم پر جیب جو کیتا ہے گھات
اگر عیش دنیا کا ہے تج پہ بار / یکیس کوں ہمن میں سوں کر اختیار

پڑے جس پری پر ترا بول آ
ہو خوشنود لیویں ہمیں بات اُوچا

پریاں کی یو سن بات شہ دھر کرن
لگیا بولنے یوں اُونن سوں بچن

کہ نیں آج سو دھن یو کچھ مج طلب
پڑیا ہے مرے سر ولے یک سبب

فقیری منے گرچہ یوں آج ہوں
ولے یک بڑے ملک کا راج ہوں

سر بسر سکھ سوں مج گرچہ دل باغ تھا
نہ تھی نسل سوں ین پڑیا داغ تھا

قضا اللہ درویش صحرا نشیں
مری بارگہ پاس چل آ یقیں

کرم کا سو اول جگا چراغ
جب آخر گیا داغ پر دے کے داغ

وہ یہنے کی گفتار درویش کی
کری تازگی پھر کہن ریش کی

یں آخر ہوا اس درد سوں لا علاج
نہو خوب جان اس کے مرہم باج

وہ گلشن کوں پانی الیس خار کر
یوں ہو کے کرتا ہوں جگ تل اوپر

ولے مج یہ دن دن ادک ہوئے رنج
جو کس ڈھونڈ کے کنج میں ہو وہ گنج

تمن رہ نمائی تے انجن جو پاؤں
تو ہو مج عیاں بے شک اس گنج کا ٹھاؤں

جو ہو تل عنایت مج اس گنج تے
غنی ہو چھٹوں فقر کے رنج تے

پریاں سن بچن یو گھڑی چپ رہیاں
ہور اپنے میں آپیں تصور کیاں

جگت میں خیالاں کے قاصد تمام
رواں کر کیاں سچ اسی کا مقام

لگیاں یو لنے یوں ہکس یک کے دھیر
فلانیچ بن بیچ ہے سو فقیر

دھنی نعمتاں کا دھی آج ہے
جیسے جن ہور انس کا راج ہے

جتے دیسے دندے ہو یک دل تمام
اسے سیوتے ہیں جنم مل تمام

ایسی ملیں اپیں خوب کر یوں بچار
کیا شہ کے سب سامنے یوں قرار

کہ اے شہ کچ اس بات کا غم نہ لیا
ہمن کسوتاں بیگ دے وین پھرا

گھڑی یک توں پھر بیس دھر جو تد چک
لیجاویں توں ماریں تلک یک پلک

ہمیں ہور یک وعدہ کر تیاں اب
پھرے گا توں مقصود پا اس تے جب

یک یک زلف کا تار ہر تن اتال
جو دیں آگیاں سو جیوں جتن رکھو سنبھال

وہ تاراں ملا سب ہمن تانوں سوں   صلا نیچ میں سب ہمن ٹھانو سوں
تو لے حب کی آت سوز دھر آئیں گیاں   سلامت ترے ٹھار نیڑ آئیں گیاں
سنیا سو لگی شہ کوں یوں خوب بات   پھرا دی وہ کسوت وہ تاراں کے ہات
وہیں پھر کے بیٹھیا انکھیاں موند کر   تلک وہ پریاں کسوتاں سوں سنور
اپیں گرد ہوش کو میانے دھریاں   وہاں تے ہوا میں چلیاں وہ پریاں
نہ کئیں فکر سے پل کی بستی کیاں   یقیں وہم پر پیش دستی کیاں
اوتار اس کوں درویش بستی کے ٹھار   اپیں ہو رہیاں غیب اس بن منجھار
عجب جگ کا خالق سکت دار ہے   جہاں پروری جس سزاوار ہے
کہ جس کام کا نیں سمجتا سو نانو   دکھایا وہ ویسے کی صورت کا ٹھانو

صفت درویش روشن دل کی ہور اس کی عنایت کی
ہور آوے شاہ لگ فن سوں چلائے راج سورانی

ہنرمند اس باغ کا باغباں   کرنے فن کی یوں بریوں شیریں زباں
گیاں چھوڑ وہ شہ پریاں تنہا کوں جیوں   وہ پایا اسی سرتے تن من میں جیوں
دسیا جب نظارہ کیا جو کدھن   وہ درویش سرمست کا مست بن
مگر جگ تے گوشہ پکڑ عزم سوں   سنواریا تھا باغ کی بزم کوں
سہیں حوض پر سر چمن میں ہرے   طبق سبز میں جام جیوں مے بھرے
بھتا تھا نہ چمناں میں جو گرد آب   وہ لبریز تھا جام تے نت شراب
وہی ہو ہر یک رکھ کے تن میں اثر   متی ہو کے جھلتے اتھے ات بے خبر
سہاویں کلیاں یوں کنول کیا سہر نگ   کو پیالے چین کیاں دے بھریاں رنگ رنگ
پیالیاں سوں خوش چنبئی جا بجا   رکھے بزم مے بھر بھر ساقی صبا
دیکھت مے وہ نرگس نمن نکھ بیمار   گلاں ہو کے مستی سوں رنگیں عذار
کریں خار اپس عشق کا جوش ہو   عرق بیچ رہیں غرق مدہوش ہو
لٹاں چھوڑ سنبل کے خوش بال کیاں   نگاراں ڈولیں مست چھل ڈال کیاں

کلیاں پر ٹھنڈا نیر سٹ چھب سوں وین
ہنسا تس مکدر او نلیند یا لا کے تیں

کرے بزم کوں تازہ پھر بے درنگ
دھرے جشن میں سرتے خوش راگ رنگ

ہو مطرب پون برگ کا دف بجائے
پپیہا و کوئل نول تان اوچائے

سو سُرخاب دیویں کھینچ سُر خوش گلا
کریں کوک کوکے دلاں مبتلا

خوش آواز گنجشک مل چھب سوں سب
کلیاں کے نیچے رنگ ہر رکھ کوں تب

لگیں ناچنے مور ہو بے خبر
کریں حال لوٹن نکل رقص پر

ہوا دھر کبوتر کولا ٹیاں میں آئے
پراں جوڑ تالیاں سوں دستک بجائے

دک خاختیاں کے دلاں ہو کے چاک
اُچاویں ہر یک دم وحدت کی ہاک

بنہار ہر جنس کے جانور
ہر یک بھانت کر نقل شیریں ثمر

پرندے درندے چرندے تمام
جو ہے بن کا ہے خانہ جن کا مقام

ہوے خود اچھیں حالِ خود میں عجب
سو ہر تن وہ درویش کا رکھ ادب

زہے طبع کا صاف درویش اتھا
رہِ راست میں جس قدم پیش اتھا

کرن زندگانی کی راحت اتیج
اتھا سیج سنگار بے شک کی سیج

محبت کا جم تن کوں جبڑوا شراب
دیا تھا جنم من کوں مستی سوں تاب

مُوحّد ہو بن یک نہ جانے دوجا
کہیں ملحد اس جن جو دوجا پوجا

یکٹ دھیان کی دھن یہ خوش آن دست
اتھا کنج خلوت کی عشرت میں مست

جگا کر اپس شمع سے نور کوں
رکھیا تھا سو پروانہ کر سور کوں

تو ہر صبح و پیر ہلا تا نکل
پڑنہار تھا تس نظارے میں جل

دھراپ من کے منکے پھرا بات میں
رکھیا تھا ثنیاں راز کی بات میں

تل یک فصل و درس تے پڑتے پیدور
اتھے من تمن دل کے چک دھن حضور

خوش یک حال میں رہ کے نس دن نپٹ
ہوے غم اتھا جگ کے دھندے کوں سٹ

سمجیں کاں اسے جگ کی پروا اچھے
جنے خط میں معشوق کوں پا لچھے

سب اس بزم کا بھاو خاطر میں آنچ
ادب سوں چلیا پیش مجلس پچھان

سو کر تیغ تس بزم پر تے گون — وہ درویش کوں دیکھ کیتا سرن
اُلنگتا النگتا چل صف بصف — مل اس خاداماں میں رھیا یک طرف
یقیں سرو آزاد کا دھر کے ہات — کیا قائمی جوڑ چھاتی پہ بات
یون نیر کی مے کا تن میں اثر — ہو سرمست ڈولتا رھیا بے خبر
گیا بھول آپس کوں اپیں دھیان سوں — اوٹھیا جیو تے بہت دھو کے ان مان سوں
دل اس کا صفا اپنا درپن کیا — اپس ٹھار نت تس میں رہنے دیا
ہو قطرہ پڑا اس صاف دریا منجھار — صدف میں ہیئے کی کیا بستی ٹھار
سمج پن وہ درویش روشن ضمیر — ستم کی کیا کد نہ دیکھ اس کے دھیر
ہریک روز محشر کے دن تے کٹھن — ہو گذرے جو چھ ماس یوں رات دن
ہوئی دیکھ لی شہ تے خدمت عیاں — تب یک دن وہ درویش ہو مہرباں
لگیاں بولنے یوں کہ اے شہ فقیر — تمنے سر پہ ہر دکھ سو دیکھا اس کے دھیر
یک اوتار پھل ہے سو اس کے اوپر — توں کر تیغ تس پر طلب کی نظر
پڑے گا اوپر تے یوں رہ بہت پیار — وہی لے کے اپنے نگر کوں سدھار
پچھیں جمع دھر کر توکل پہ دل — کر اس خرچ یک ٹھار رانی سوں مل
نہیں شک جو ہو فیض پروردگار — تج امید کے دکھ کوں آوے تو یار
یو سن بات کر شاہ سر تے سرن — پھر پاؤں تے ہو رکھ پہ راکھیا نین
لیا ریا سو بہت آ پڑیا تس منجھار — بجا لیا بہت شکر پروردگار
نکل بزم تے بن کیری بھار آ — تب یک ٹھار تے ڈھونڈ کر آگ لیا
معنبر سو وہ زلف کے تار کوں — جلا تے وہ ساتوں پریاں ٹھار سوں
نکل آ کے حاضر ہویاں شاہ کن — پھریاں شاہ کوں لے وانچ تے دھر یون
کنک کیر کانن سو بے جان تھا — ہلا کی میں پڑ جگ پریشان تھا
مسیحا نمن اس کے تن میں پریاں — پھر یک دم میں لیا روح سر تے پھریاں
تعفوان ملک شہ کی رانی کی بات — چلدی وہ کیوں ملک کیا کر کے گھات

کہ جس رات وہ شاہ کیتا سفر — جرس ٹانک آہی رات یک بام پر

محل بیچ پردے بندھا اٹھار — کری یوں نگر میں خبر آشکار

ہوا ہے یکایک جوش درمند — بچن بول سکتا نہیں ہو کے مند

سداد دھیان یک ٹ پن کا دھرتا ہے بس — ننگ آئے دیکھے تو کس کا درس

جب ارکان دولت سنے یو بچن — پریشاں ہوے سب کے من جیوں پون

اسی وقت ہر ٹھار قاصد بٹھلے — جو تھے جگ میں نامی حکیماں بلائے

جتے جاں جو سی بی سن آئے کر — دکھانے لگے سب مل اپنے ہنر

منتر ہور جنتر سوں سمجھ اس کی راس — اتارے ستانے لگے بے قیاس

دلویں بھیج لکھ کاں سحر دعوات کے — جلانے فتیلے طلسمات کے

حکیماں بی کر دارواں خوب راس — دلویں بھیج سب بی وہ رانی کے پاس

ولے دھن وہ تعویذ و طومار نت — وہ سب دارواں رکھ کے یک ٹھار نت

دکھا درد کا طبع کوں پیچ و تاب — ہر یک بھانت ہر روز دیوے جواب

مجھے جگ تو لیوے غم نہ سہ کیا عجب — ایسی سے تے رنجور اچھنے سبب

وہ کئی دن تو یوں جگ سوں ڈنگی اچھے — پڑے نس تو ہر شب اننگی لچھے

ہوا کر کے جو اتھا سور لال — تبیرے دکھ کے چھپایاں میں چندر سے گال

اتھا مکھ سو سورج کے درپن نمن — ہوا رنگ دھر عین چندر کا تن

برہ کی جلن پاٹ ہر رین نت — ستارے کرے رہنما نین نت

بہت تھی اسی دھات رانی یہ پن — برس بعد یک آئی فرخ زین

خدا کے کرم سوں وہ پھر شاہ آ — چھپے پریشانی کی گھاٹی بجا

جو یک ٹھار جانی پراں کرنشاں — رکھیا تھا چھپا کر جو تیر و کماں

اسی ٹھار شہ آ کماں جاق کر — چلایا لگا تیر لس گھانٹ پر

جو رانی اتھی سال کی روزہ دار — جرس کی زباں تے صدا اس اپار

چل آپی کھولا در ہوتی سیر بس — سو پایا شہ کے درپن کی نعمت سرس

بیرہ کی قیامت کی گھڑات عذاب   گنہ گار بختاں تے ہوے حساب
بکبٹ باٹ کا لگ انگے پل صراط   نچل سک تپل یک عقل کا احتیاط
بلایاں کی جا سخت دوزخ میں پڑ   ادک دھوپ کی آگ میں جا بینر
نورانا تن اس کا جو تھا عین ماہ   ہوا تھا وہ دیجور شب تے سیاہ
سو ہونے میں تس پر خدا کا کرم   وہ رانی ملک طبع فرخ قدم
دی بھومان مل جب کی گت تے اسے   پکڑ ہت نکال اس بیبت تے اسے
دھرن جنتِ عیش کے کام میں   لیجا حوضِ کوثر سے حمام میں
لباسِ گدائی کو کر تن تے دور   دھلا انگ تس تن کرے رشک سور
بنا کسوتِ تازہ تن کے منجھار   لیجائی آدم بنا رمندھر سنوار
سنوارا بیس کھولی نہ لگ موج نین   پھر آپیں ملی ہو کے جیوں حور عین
لے بھو صدق سوں نادں کرتار کا   نکالیا وہ شہ میوہ او نار کا
دو لوتل وہ امید سوں بانٹ کر   کیے خرج سکہہ سیج پر نار و نر
جو تھا گن لول شہر میں نیسان کا   ہور اس نار میں بحر عمان کا
جو بادل خوشی کا مدن رت سوں بھر   برستے وہ گمبھیر دریا اوپر
خدا کا کرم ہو کے تب بے شمار   جمیا دُر مبارک صدف کے منجھار
نول سیج پریا کے رنگ رس گھنے   لگے تب یکس حال یک پوچھنے
جو کچھ کام اوّل تے آخر گھڑیا   وہ سب کھول شہ سر تے قصہ پڑھیا
دیکھت لیج ادک شہ کے بر بیچ میں   لے آنے لگی نیر لیس نین میں
کیا شاہ نے جب وہ قصہ تمام   لگیا پوچھنے پھر کہ اے نیک نام
ترے پر جی کہیا تھا سو احوال اول   چھپا کچھ تکو راز کا گنج کھول
کہ مجھ بن اتھا کیوں نیا احوال جگ   چلیا ہے پو کیوں راج کہہ آج لگ
بچن سن کے وہ نار گمبھیر من   لگی بولنے کھول اپنا بی فن
کرن قصہ اظہار تس رنج کا   کھلے در تد او ی کرے گنج کا

نکالے سو تس در کوں کر تیج باز — بھو جنگ سا تس دھن کا قصہ دراز
دیکھت زہر آلودہ شہ قصہ سب — ہوا دنگ سب بے ہوش ادک لگ عجب
تردد پہ اس کے بیٹھا مرحبا — دیا [illegible] سوں چھاتی لگا
پیئے مل دونوں حظ سوں بھر جام جب — سوے سکھ سوں کر دکھ فراموش تب

بیان مجلس آرائی و آنا تخت پر شہ کا
وہ شہ کوں دیکھتے ہوئی سو جگت کی جات میں ہلی

صبا شرق کے پال کے پل تے تھوک — نکالیا جو کنچن کی جیب تم تے کوک
ابلتا نکل نور کا نیر تب — ہوا ریز عالم میں جوں دصر سب
تہی تھا سو یو جگ کا حوض غدیر — بھریا شش جہت سر تے کنچن کا نیر
سیاہی کو چھاتی تے دھویا فلک — زر افشاں کسوت تے پکڑیا جھلک
کواڑاں کھلے خلق کی نین کے — دھرے سد جو مخمور تھے رین کے
ہوا سو صبا سن یو مژدہ نول — بجے شہ کے دربار طبل و دُہل
ہوئی بات مشہور یوں خلق دھر — کہ شہ خوب ہو آج لیتا ہے نیر
سنی سو خبر یو خوشی کی سعید — ہوا سر تے عالم پہ یک روز عید
تنے تن پہ ہو تیہے نوے کسوتاں — گھرے گھر ہوئیاں مستعد نعمتاں
خوشی کے ہوئے بانگ چاروں طرف — ملے سب تھنے ہو رہے صف بصف
مگر یو خوشی عیسوی فن کرے — کہ جیو ہر خوئے تن میں سر تے بھرے
لے عالم کوں ارکان دولت سب آئے — محلّے محل خوش آرائش کرائے
بچھاتے بچھا جا بجا ہر محل — دکھائے زنگار رنگ گلشن پچھل
بھنور جک کے جیوں ہر پلک کی پسار — پڑیں تس اوپر تو رہیں سد بسا
ہر یک جنس باجے لگے باجنے — دمامے لگے گاجنے ساجنے
شکر شکر کی خلق کوں ہر گلی — لگے بانٹنے لاڈو راج ات بلی

ہوا انجمن جگ تے جب زیب دار — بیٹھا شاہ تب آ کے مجلس منجھار

تھنے ہور بڑے دیکھتے ت کا مکھ — کیے جیو بلبل ادک پا کے سکھ

جو تھے روزہ سب درسنیاں کے نین — ہوئے سیر سمجھے کہ ہے عید اپن

کرن شاہ نظارہ ہر یک سب — تماشیچ ہونے لگے ات عجب

خوشیاں سوں بٹنے ڈھال ہور گج متی — یکس یک سوں جھوجن لگے اپ ستی

بھڑے سینگ سنگ کا وہ ہمدست ہو — ہرن چھٹ چیتیاں اپر پڑے دست ہو

کبوتر کیے بازی آ باز سوں — پپیے جوت سورج کے پرواز سوں

چکچ جس منے تھا سو کال ہنر — رجھائے دکھا شاہ کوں سر بسر

پچھیں شاہ عالی نظر بے گمان — کیا جگ پہ سورج نمن درفشاں

جڑت ہور جواہر ترنگ ہور ہتی — ادک جگ پہ بخشش کیا جگ پتی

وہ اکان دولت جو ہمدرد تھے — جو اس دکھ کی گرمی سوں دل سرد تھے

وتیاں کوں بی شہ ستے کر سرفراز — گھنے ملک و دھن دے کیا بے نیاز

چلے دل جو نہ سہہ کے غم کا زوال — زمانے تے تھے سو پریشان حال

وہ یا چھاؤں شہ کے کرم کی ایار — منگے حق ستے یوں دعا ہت پسار

کہ یا رب بلند چرخ تے بے نظیر — توں اس دکھ پہ بھیج اپنی رحمت کا نیر

کہ سر سبز ہو جم یو دکھ نام دار — دھرے زندگانی کا خوش میوہ بار

کہو کوئی بی دیکھیا جو داتار پاس — منگیا ہوئے اُن نیں بروِیا ہے آس

جنے صدق تے حق سوں حاجت دھرے — وہ بے شک رواں سب وہ مطلب کرے

بیان شہزادہ پنجیا سو ہور اس کا ناؤں منوہر رکھ جنم کا لکھ پتر دیتے جو طالع کھول کر گیانی

دُر افشاں غواصِ بحرِ سخن — نکالیا ہے اس دھات دُرِّ عدن

جو خوبی سوں پورے بھرے ماس نو — بدھیا وہ گہر بحر میں جب کی تو کی

سعادت کا ہو وقت غوّاض جب نکالن منگیا جگ میں گوہر عجب
قبیلے پہ سب شادمانی ہوئی زمانے پہ پھر نوجوانی ہوئی
ملیا خیل خانہ وہ رانی کے پاس تشکل جاو کرنے لگے بے قیاس
اوپچ کی گھڑی پوچھنے تیں تول منجّم ہو رہے بھار حاضر سگل
ہوئی دائی حاضر نزول دعا کی ہنرور سعادت بھرے بات کی
جو تربیع و تثلیت کے گھرا تھے ستارے وہاں سعد سب بھرا تھے
گگن سعد تاریاں کی تاثیر سوں ہوا تھا ادک لوح تکسیر سوں
جو تھے نحس اکبر سو وہ بے گمان ہوے سعد باسعدیت کا قران
ایس تخت پر چڑھ دھر شرف آفتاب جگت پر کیا تھا کرم بے حساب
اسی پیچ پاکسوتاں سبے بدل ہوے تھے سگل جلوہ گر کوہ و تل
نویلا رنگ آمیز ہنگام بھیج بچھایا اتھا بھیں پہ پھولاں کا سیج
خیاور بی ہر جنس ہر ٹھار میں گمیں رقص و نغمے سوں گلزار میں
سو ویسے سعادت بھرے وقت پر تولد ہوا شاہ کے گھر کنور
سمجھے منجّم گھڑی وہ سرس سہیلیاں جو جیتیاں اتھیاں دھرجرس
بجایاں جرس جلد اُسی وقت سب لیے لکھ منجّم اسی پل کوں تب
سکیاں دیکھتے اس تول سورکن انکھیاں سب کی موچیاں گیاں سورسوں
کیا نور تد جگ میں ایسا جھلک رتھیا ہو کے ظلمات جو تھا فلک
کتے وقت کوں جب دکھیاں ہوش پایا ستیں کر کے جیو کے رتن رونما
خوشی کی خبر جیوں کرشہ پاس آئی چھو گیا خوش ہو یوں تن میں کسوتے مائی
اپیں اٹھ کے آ دیکھ اس سُور کوں دیا روشنی نین کے نور کوں
ہوی ریزیوں دائی پر نور تن جو اُس کن منگیا کھول دامن گگن
کیا سکھ وطن واں عزیزاں کی سار گیا دکھ سو دندیاں نمن جگ تے بھار
دماما یو شادی کے گاجن لگے ہر یک بھانت باجے بی باجن لگے

شکر بانٹ کر شکر دی بارگاہ گنایا بڑی میزبانی پوشاہ
ہر یک خلق پانے تے عیش و ہوا ہوا عیدِ نوروز پھر یک نوا
پچھیں شاہ پھر آ کے مجلس طرف بلایا انگے سب نجومیاں کی صف
جو سر تس میں جس نانو تھا گن ندھان جیسے حل اتھا زیچ و پُستک پران
کیا خوب تردھر ایس من کوں ٹھانو دکھو شاہزادے کا یک سعد نانو
پچھیں خوب تقویم پر دھر نظر رکھیا نانو اس کا سو منہر کنور
پچھیں اس کے طالع دکھا کر خیال ہوا خوش سچ بخت میں بے مثال
قوی بخت کا تس ستارہ دِسیا شہ یک چیتر کا ہو نہار دِسیا
جیسے مان نو کھنڈ کے راج سب دیویں کے رعیت نمن باج سب
کریگا جہانگیر شمشیر سوں پھر آوے فلک تیں جو کچ پھیر سوں
خوش اس کی عدالت کمیری دور میں اُبرسے نہ حال یک رتی جور میں
نہ اس امرتے بھاس سکیسے یوں نہ چیرتھو خاک پی دھر سکے کوئی گگن
نہ دیکھینگے تس ظلم سیتے کدھیں بھتے نیر پر کوئی چینِ جبیں
کریگی زباں قید اپنی رکن نکر سی بھم کچ بی قس امر بن
ہنر کا تو دریا وہ سچ آئے ہت نگاے سو چودہ رتن پھر سکے مت
اتھا گرچہ بے مثل یوں بخت ور ولے اس سر وہیں آیا اٹل ایک خطر
کہ چودہ برس دس پہ یک ماس ہو خطر ہونے بار اتب اس پاس ہو
اُو جاوے بلا کے جو خطرات چھوں چلے اُڑ کے یو باغ شاہی تے یوں
پھریگا سو بیچاں سوں کئی ملک پر بھو لینگے خوش اس روپ پر کئی بھنور
پڑینگی گھنیری بپت کے زوال پھر آوینگے اس گل کوں کملاکے حال
سلامت ولے سب کے ہاتاں تے پھیر پھر آوے ہو پرورده اس بن کے ڈھیر
ولیکن سو ہے لا دوا یو بلا کریگی سو ہر جان اسے مبتلا
منجم پہ جو عین تھا نو بہار یو باد خزاں پایا ہوا خار زار

سو ہو تیچ احوال اُس کا تغیر — پوچھیا شاہ درحال دیکھا اس کے دھیر
کہ اے گُن ندھاں اب کنا مج سوں ٹک — یکا یک تجے کیا دسیا سُکھ میں دُک
دہیں شہ کوں تسلیم کر گن ندھان — جو طالع میں نکلا سو کیتا بیان
جلگ بخت کی اس کے سنتا تھا جس — اُمس سنگ چڑھتا دسیا رنگ رس
وہ جب آکے اپڑے خطر کے بچن — مکدّر ہوا او و بچ شہ کا بی من
مجالس میں تھا تب حکیماں کا صف — نہ سک پوچھیا دیکھ ان کی طرف
کھیا کیا ہے دنیا ستے وہ بلا — دوائیں جو کوئی اس سوں ہو مبتلا
حکیماں ایس من میں خوبیں بچار — سو وہ عشق ہے کر کئے سب قرار
کہیا شاہ پھر یوں کہ اے خوش مقال — رکھیا جائے کس فن سوں بی یو سنبھال
جو ہے یک سہاس پر خطر کا برس — وہ ہر کیوں توں بی سہتے ٹلتا ہے بس
کہے تب حکیماں کہ کئی دھات ہیں — نیاتے سو وہ عشق کی ذات ہیں
اول سب میں ہے خوبرویاں کا سنگ — خوش آواز خوش رقص خوش لاگ رنگ
کتب عاشقاں نہ بی لے آئے عشق — رنگ آمیز ہر جنس سر جائے عشق
بھی ایسیچ کی دھات کر قید آج — رکھیگا تو یو عقل کا ہے علاج
حکیماں کہے سو دانسہ کے چھند — کیا شاہ ہر یک بچن وہ پسند
کھیا یوں رکھوں کر کہ جگ تے نہاں — نہ دیکھے کدھیں خواب میں آسماں
جتے ایسی کلک بھیتے ہوتی نہ ہوش — تو کاں کر سکے عشق تس من میں جوش
مجالس کوں یک دھرتے کے سرفراز — کیا اس تردد کیری درکوں باز

بیان اوچلا سنوارے محل جال اکھ منہر کوں
لگے تھے پرورش کرنے بلاتے کرنگھیاتی

سُن ہار خوش طرح یو بے بدل — کھیا ہے سخن صاف یوں پر محل
منگیا شاہ جیڈل کگلوت سوں — چھپا پالنے آپنے پوت کوں

بندھانے محل صاف خوش طرح کا — گمت گاہ عشاق ادک فرح کا
بلایا وہ گل کار کل کاردان — بڑای بڑای کی صنعت گران
ہنرمند فرہاد سے سنگ تراش — دھرن ہار ایس فن میں شیریں تلاش
لیئے خشت ہور گچ کوں چونے کی ٹھار — زواد و صدف ہور بلور آب دار
اگر ہو چندن کا چوبینہ پاک — پتھر تس میں بلور سکے تاب ناک
بنا کاخ فرخ گھڑی یوج کر — ہٹے بانٹ بھر رنگ خوش صحن پر
بندلے پلیشہ ور خوش خوشیاں سوں تمام — طلبیاں کی چھتی دھر بہار بام
چھجے کھن کے منڈوے بلند سر گگن — سفید آبگینہ ڈھلا سے اگن
چمن چوترے صحن میں سجے لیے — گلاباں کے گل کے سبجے چونچے
پیا صاف الماس موتی ملا — گلا وا کیے ہور دیے یوں جلا
چلا خوب پایا جیوں وہ روشن ہوا — چندر سور کا عین درپن ہوا
دسے دن کے پر تو [illegible] کوں تمام — گگن ہور سورج تس میں جیوں جم کا جام
لگے نسی کوں یوں عکس ماہ و فلک — جھلیلا کر میں جیوں جیا یک ڈھلک
بنائے وہ جیوں آرسی سا محل — صفا صدر تس میں کیئے بے بدل
پلنگاں رکھے جڑ الماس کے — بسات اس گل ہیچ کاشی کے
سہریاں و کرسیاں دھرے ٹھار ٹھار — ڈولارے ہنڈولے لگے زیب دار
صفا سیج ہر یک جو تھی دلفریب — پر تو کی تھالیاں سوں تھالاں کوں زیب
پلنگ پوش اندھیار پال پردے تمام — دوتیاں کوں بی اجلے قماشاں پہ کام
الواسیاں صفا صاف تکیے نمد — اچھے لوڑ پالشت اچھے بے عدد
جیسے شمع فانوس اس میں انوپ — بلند عود سوزاں و پہری سڑپ
دھرے طرف ہر یک جلانے کوں شام — شفاف و بلوریں وچینی تمام
دھرے نور پر نور ہر ٹھار صاف — ہیں اوجلے کوئی زنگ نہ تھا بے خلاف
گگن کی نشانی بی جانے کوں چھپ — دیئے جوڑ گگن بھر کے اجلے منڈپ

سنوارا یا گیا جب محل یوں تمام
دیے شاہزادے کوں تب واں مقام

اچھے سو جکوتی سرخ زرباف پوش
سو اُس پاس جانے کوں ہوویں صفا پوش

جو ہر بست شہزادہ کارن کیے
اموُلک رتن صاف تس میں دیے

چھپا رکھ کے پھل پھاٹک کے باؤ سوں
لگے پالنے نت بہت چاؤ سوں

ہر یک دن صفا نور تس نرملا
دھرے پہلے چندر تے چڑتے کلا

ہو ماں باپ تس سور کے درسنی
سدا سیو نے تیں مجوسی بنی

نہ دیکھے لگا اس حسن کی بھان کوں
ملیں ناں تلک چک وہ ان بان کوں

ہر یک دن کا کر شکر پروردگار
کریں خلق پر روز گوہر نثار

برس چار پر چار دن چار ماس
سو ہونے میں لیائے معلم کے پاس

کنور تھا نپٹ بحر عرفان کا
ہر یک موج تس فوج گن گیان کا

کہ جس علم کے ابر تے بوند آئے
دھر اس من کی سیپی میں دُر کر دکھائے

کیا علم تحصیل ہر بھانت کا
ہوا خط بی مشہور تس ہات کا

سکھیا سب بی ترکش بندی کے ہنر
ہوا گور سادن میں رستم تے ور

سو ہر یک ہنر میں سپورن ہوا
اپن یکہ لکھ بھار بھنجن ہوا

پن یک تل نہ تھا فہم دنیا کا بھاؤ
تو عالم میں ہوتا سو کیا مکر و داؤ

سدا شاہ یوں گرچہ فرزند کوں
کیا پرورش ات چھپے چھند سوں

جو نکلے تھے پن اس کے طالع میں گھات
سو بھا بھول انپڑی یکایک وہ رات

جو کچ حکم نازل ہے تقدیر سوں
پھرا کون کرتا ہے تدبیر سوں

شہ کی کنگش ہے وزیراں سوں جھنجھاراں لے دیک
کیئے فوجاں جو غنیماں پو تعین ہم سوں اٹل

جو یک روز فرخندہ فیروز تھا | ادک حسن میں رشکِ نوروز تھا
یک یک روپ لے دھرت ہور آسماں | ہوا تھا زمین و زماں نوجواں
ہوا دیکہ گلشن میں پژمردگی | دیئے تھے مسیحا ہو پھر زندگی
قبا ابر کی بر میں پہینا گگن | کرے تھے ہرے تن پہ کسوت دھرن
صبا کر کہ مشاطگی خوب ادیک | سنواریا ہر یک بن کی محبوب ادیک
صفا کالوے بن کی چوندھر جبیں | دِس آوے نظر میں او دیکھے تو یں
کہ پینی ہے محبوب رنگ رس بھریا | تلک ٹ کے کنارے کا والا دھریا
زمیں لے کہ گلشن کے مُکھ رجگ کوں کھول | ہر ایک پھول نبت پینی امول
چمن مانگ سنبل پٹیاں میں چھوڑا | بندی جعد ریحاں کا سبزہ جوڑا
کرے نیل شبنم کوں کر ملہ منجن | ڈُبل تے بنفشے کی پینی انجن
دیا سب کو رنگ پان کا لالہ لال | دسیا نقط تس دانت جھلنی کا خال
ہوے سیونتی سیس پھول رت کے | گل اورنگ کاری ہے یاقوت کے
دسیا زیب و خوبی سوں ماتھے اپر | ٹیلا پاچ دیا قوت کا خوش نظر
دسیں پھول سرنے کے جھمکے الگ | رہے باولیاں ہو کہ نیچے ڈھلک
کرن پھول خوش گل قلنفر ہوئے | چنبیے اَن کھلے کانکے دُر ہوئے
گل افتاں جڑت کے ہیں جھال | کموں ہوئے بل کری میں کے لال
جو بنا پر کی جالی دسے جیو کی بیل | مُکٹ مال ارکند کے غنچیاں کے جیل
رہیا ہو درس دیکھنے بار بار | گُل چاند صاف آئینہ تاب دار
طرح پان کا پھول فالج ہوا | چوا پھولسری کا چہ راج ہوا
بانے قسدنگ بن میں خوباں کے قد | کریں تاز قوس و خوش لاف ید

گلّاں سوں تو یوں جلوہ کریں اینک | رکھے تھے وہ جی خوب میویاں تے انگ
سیہ ابر ہو نور برسیا سو تند | ہوئے سیب اس صاف پانی کی بُند
جو دا کان کے خوش رنگیلے دسیں | منور قندیلاں کے جھیلے دسیں
ہوا حقۂ لعل ہر یک انار | دسیں جامنیاں عقد نیلم کے سار
بھریا کوزہ ہر آنب کا نیر سات | جھوئے بیں پن بھا کر آب حیات
لبالب دسے جام میں خوش گلاب | ٹپکتا ہے انجیر سوں شہد ناب
ہوئے شالواں شربتی کم کمی | لباں نرم کھرائی تے فسرنی جمی
پھلی جل میں شالو کے کھرائی ٹھنڈی | جمیا ہے جوں کہ امرت دہی کی ہنڈی
بھنسی طرفہ صندوق ہے خانہ دار | بھریا میوہ ہر خانہ بھتر دل بہار
کلیاں پر دکھیں انہی اتقاں سوں سنید | ہر یک نارنگی کے جھبیلیاں تے گنید
جو بن پر ہوس کر تھنیاں جنبلاں | دیکھیں رک کو جوتی میں امرت بھلاں
ہر یک موز کی چھاک چیجے پر ہوڑ | دیکھیں دلبراں اپنی انگلیاں جوڑ
ترش ہور شیریں جو خوک دسے | ہرا بروے محبوب بے شک دسے
بنے دیک بن کے بنے خوب دہات | منگے شاہ گتے کوں خلوت سنگات
زہے شہ کا خلوت سرا دل نشیں | گلستاں سوں ہے صدر مخمل زمیں
جیند رچہ بچیا ہر چمن صد گلن | رنگا رنگ تارے دسیں پھولبن
شہنشاہ نس ٹھار فرما کہ صدر | گگن کا رہے تھے نس نشیمن کوں قدر
دیکھت تخت پر شہ کوں خوش ساز سوں | بڑھا وا بینکھی گاتے آواز سوں
دل و جاں سوں تعلق پھول کے شادلیں | نظر ہور نیچ سوں لیا رنگ رس
کھڑا اندہ اقبال ہو شہ کے پاس | کرے خدمت آپچھی ہو کر داس
فلک دوڑ نے شاہ کے حکم میں | کھڑا کہکشاں سوں کمر بند ابیں
کلنے آکے مجرا حضوری تمام | کھڑے خرمی ہور دھر اپنے مقام
در بستہ کھڑے صف بصف آ دیر | نتے مت گجے ہور گتے نرہ شیر

جکوئی تھے سو مخصوص درگاہ کے
ہوئے مجلس شاہ جم جاہ کے

کہن پرور و برنائے نوخواستہ
ہر یک فن میں ہر مرد آراستہ

یک یک آصف دہر والا لقب
زمانے کا لقمان و عالی نسب

ہر یک بوعلی خوب تدبیر میں
نہ بوذر جمہر ان کی تقریر میں

سرب پائے سو تربیت شاہ سوں
سب انپڑے سو شہ ہت تے جم جاہ کوں

کتک وقت کوں شاہ ملک دکھن
کتے خاص خلوت کے خوش انجمن

ہوئے دور نا محرماں تب تمام
رہے ملک کوں دین ہار انتظام

ہر یک مرد مخصوص اخلاص کا
وہیں پیش خدمت میں شہ کے ہوا

ارسطوئے دوراں چہ کہنا جسے
تو اُو عین عبد المحمد اسے

سہے بات جس حل عقد شہی
سکت ملک کوں جس کی کار آگہی

زہے رائے زن رائے سوں لے مدد
یوں پر ند نہار حکمت سوں سد

بڑا دور بیں چشم خورشید کا
ادکہ نکتہ داں جام جمشید کا

دیو تہار کر عقل سوں بے نفاق
کیو تر میں ہور باز میں اتفاق

یتلیا آئے جس عہد پر ساؤ چور
دیوے عقل و شکر سوں شاہی کوں زور

حق آگاہ و حق بیں ادکہ حق پسند
عقیدت منش شہ سوں اخلاص مند

اچھے نیک نفسی جم اس جیو سوں تل
نظر میں امانت دیانت ہیں دل

سکت جس دکھے دل کو آرام بخش
سخن نامراداں کوں نت کام بخش

سپہر سخا مہر فیض و کرم
دِسے بحر دل موج تس کف ہے جم

جم اس ابر بخشش کو بار زندگی
دیوے علم کے باغ کوں زندگی

فضیلت کے تن کا ہے جیو جس کی ذات
ہر یک علم کوں ذہن تس کا حیات

طبیعت تے جس بات میں رس بھرے
من امرت شیریں سخن سوں کرے

کھڑگ جس کے ہت جس کا فرمان ہے
ترنگ پاس تس ملک میدان ہے

کتیا رہ پہ جس صدق سوں دل کے دھانوں
کر یا اپنا ناموس رکھ شہ کا ناؤں

اسی صف میں تھا آصفِ نامدار
دکھن کا سپہدار عالی وقر

حکومت و وزیر شہ کامراں
مسمی محمد و اخلاص خاں

کہ خوشبو ہے ریحان اخلاص کا
خلاصہ ہے اس گلشن خاص کا

جتے رازداراں ہیں ات محتقر
مقرب شہنشہ کا ہور معتبر

جواں مرد خوش خلق و نیکو نہاد
بلند بخت اقبال والا سزاد

دکھن میں زرگی کوں تس گھر ہے ٹھاؤں
چلنت میں ہے تس جگ میں تعز کا ناؤں

دھرے دل میں جس مکتے دولت مندی
کرے فخر تس ہت سے ترکش بندی

دیوے بحر دل جس کا بادل کوں آب
لیوے تس جلالت تے بجلی نے تاب

دھر نہار جم قرب شمشیر کا
نہ سر پنجہ ہوئے تس کے سم شیر کا

دھرے فوج شیراں کی یو شیر مرد
کیا جس پہ دھم تس کیا مار کرد

کھڑگ رن میں کھینچے تو جب یو شجاع
سورج بینیہ نمنتے جلے لک شعاع

بڑے نام و ناموس و اوشان سوں
فدا کام پر شہ کے نت جان سوں

انتھا خان شہزادہ خدا جس مدد
علی کا خلق مصطفی جس کا جد

پھر آب ہوجائے جس باک تے
چھپے سنگ میں آگ جس دھاک تے

لکھیا ہے فلک جس کے پنجے میں جس
کھڑک دیکھ جس فتح پاوے اُمس

نکو طبع و خوش خلق و ہمت بلند
قوی بل سوں بازو کے اقبال مند

جکو ہی ملک در بستہ تھا سب کلید
اسی فتح کوں رہتا یو موشید

سٹنہار او کھیل ایس جیو پہ ہوڑ
مخالف کے دل کا طلسمات توڑ

جب آتا ہے شہزادہ سوں او دھاں میں
اپرا بیت لنوے اند کی ٹھاں میں

کواتے جو تھے گج بتی اہل نغز
سٹیا پنجہ سٹ کا ٹاتن سر تے مغز

نظر شہ کی جاں وہاں ملک تس گذر
رکھے واں قدم جاں جلے نا نظر

اگن کا جو جگڑا ہے تس فوج جاں
زباں آگ تس تیغ آتش فشاں

پڑے یو اگن جس کے دل پر بھڑک
گھر اس کا جلے دل تے بھڑکا بھڑک

بجوا ہے خاصے سوں یکدست فوج
مگر ہے یو شہ کی گنج مست فوج

فدا حکم پر شہ کی یو مہبلی
علی کا نواز یا مدد جم علی

اچھا یوت بہلول خاں کا عظیم
او عبدالکریم بن عبدالرحیم

بڑا نامور ہور بڑا فوج دار
خرچنے کوں جیو تعداد کہ ہات ادھار

سدا سر پہ ہو شہ کا سایہ بلند
دھر تہار منصب کا پایہ بلند

مجنہار دولت کے رنگرس کا نغز
ادک کاردانی میں ہشیار مغز

عمل ہات کا جس کے نیت راستی
نہ رہی تس قلم تے کم و کاستی

دستہار دریا نخن فوج تس
کیا مار کرونٹ لگیا موج جس

بزرگی جم اس کی ڈنڈی پر دسے
کھڑا رہے پہ سوندل کوں ڈونگر دسے

برسنے تے جس دل ڈنڈی کھوتے صبر
فرنگیاں بجلیاں میں تیراں کا ابر

بڑے کامگاراں خوانین خاں
سعادت نشں ہور شجاعت نشان

رکھن شاہ کی دستگیری کا ناؤں
لڑنہار گاڑا ادک گاڑ پانوں

جھوجاراں جو ناجی اچھے بے نظیر
اٹھے ایک تب دکھن کے وزیر

یک یک فاضل و ہر افضل اپنک
کمر نہار رہیت دکھا فتح جنگ

یکٹ بھان ہارے ترنگ صف ہیں علی
جماعت جماعت اٹل خاص خیل

یکوجی جو شہ جی کا فرزند تھا
وزیراں میں ناجی خردمند تھا

سمجھ دار ادک راج کاراں منے
مہابل ہے دولت کے بھاراں منے

دیکھت فوج میں جس کے بھالیاں کا بھا
مغل ہوے ایس دل ہیں نت خار خار

ڈورے کھانٹ کے گھوڑ چھوڑے کتے
اٹل جادواں دھاک توڑے کتے

کھڑا اڑے کتے باندرے بھونسلے
اندل کاڑو حک تھاپے دکھنداں کلے

شہنشہ دکھن کے جھنجھاراں کوں دیکھ
بھروسے کے اس کامگاراں کوں دیکھ

کہے خوش ہو یوں غازہ گردوں جناب
کہ لے رخت شاہی کے حکم لمناب

رہیا گھر دکھن کا تمارے تے تھانپ
کہ میں سلطنت کے تمیں آج گھانپ

ہوا ہے مغل آج بدعہد کُل   اچانے یہ ہیں یہاں تلک آکہ غُل
اگر بیش رو اہل تلبیس ہے   اسے رہنما اہل ابلیس ہے
دیکھایا یو بدعہد کوں او کنشت   ہتیلی میں اپنی طمع کی بہشت
دیکھایا دریا کوں کر ایک سراب   رکھیا نام زہر ہلاہل گلاب
اگیٹی کوں سمجھا دیا لالہ زار   اناراں کے داتے دسے تس انگار
کیا سو مہم یا ہمن تے مدد   ہوا پھر ہمن سوں بد اندیش بد
اگر متفق بد سوں بد جنس ہے   ہمارا مدد خالق الناس ہے
اسے گرچہ مل بت پرستی اچھے   ہمن قرب ربی کی مستی اچھے
پناہ اس کے گرد یر کفار کا   ہمن سے ہے مدد حضرت اَنتار کا
جو تھوڑے ہمیں لے تو او کیا گماں   و لے تیر شمشیر ہے درمیاں
سکندر ہوں میرا ہوا سد ہے آج   نہ سمجھیں او یا جوج جہاں آئے باج
اچھے خار و خس کے اگر یک ڈھگار   او سب جانے بس تھنا یک انگار
تمیں خیر خواہاں جو شاہی کے ہیں   جو منظور ظل الٰہی کے ہیں
ملے نیں ہے لگ او انگے انکے جاد   سدا انکہ تعظیم کرتے بلاو
کھلاؤ یکیس سر کا یکے سر کوں مغز   پلاؤ یکیس یک کوں خوناب نغز
یکیس یک کے گل ہاؤ انتڑیاں کے ہار   سنو گیند یکیس سر کی یک یک تلہار
کھلا و کچل خوب مہرباں کوں پان   چھڑک لہو سرنگ کر سلوبے گمان
بچھا بچلاں زنگ کے نت یک تلہار   کرو نت دسن پھان گوہر نثار
جو آویں یہاں لگ تو لیں خوب لاٹ   جہنم کوں بھیجوں فنا کیچے باٹ
ربسر گئے ہیں بڑکا بلے دیکھ دود   اَجل لے سنگات اپنے آتے ہیں کود
لیا خون اپنا ایس سر بسا   اپیں ہو جو مطبخ میں آوے سسا
لکھو آج مردی سو سچ مرد نام   تمن تا نوں سوے ہور ہمارا سو کام
سنے جب وزیراں نے یو شہ سوں بات   ہے ہم تھکے سب شجاعت سنگات

مشرف ہوشہ کی زمیں بوس سوں — بڈھانے الیس نام و ناموس کوں
اُٹل تیر شرزے اسی آن میں — یکس یک تے آجلد اودھان میں
کہے سب کہ تجہ شہ کے ہم بیر فراز — تیرے دولتوں ستے ہم بے نیاز
زمانے میں شاہ یگانہ تہیں — حقیقت میں شاہ زمانہ تہیں
کوئی بندگی تے تجہ آزاد ہے — ہر احسان کا مندہ دلشاد ہے
غریباں نوازی میں تجہ بندگی — تیری بندگی مایہ زندگی
تیرا گھر ہمن جم ہے دارالقرار — تیرا سایہ طوبی تے خوش باردار
تیریاں نعمتاں کھا سکے ہم تمیز — نمک او یہی وقت کرنا ہے چیز
مغل اصل نامردین حیلہ گر — شجاعت ہماری ہمیں سب پہ ور
مغل کا ہے ہتیار تیر و تفنگ — ہمن قبضہ جمدھر و گرز افرنگ
لڑیں جب مغل لے عراپے کا اوٹ — ہمیں پیس دل میں کریں لوٹ پوٹ
کہاں رہی پہ اوسان او چھوڑتے — ہمیں کو نہ ہتیار سوں چھوڑتے
مغل آکہ اول جولت کھاتے ہیں — دکھن کی لڑائی تے کچھواتے ہیں
پاک یک موت کے وقت فرزند کوں — کہیں یاد رکھ یوتے اس پند کوں
دکھن پر مہم ہوئی نوشٹ روزگار — کہ زنہار نیں پھر او آنے کے ٹھار
لو آنے سو اکثر ہیں او یوت عاق — کرینچ ہیں ماواں لیاں پد طلاق
شہا آج امرت ہے تیرا کرم — جس امرت تے جینا ہے دوجگ میں جم
جتے یہاں ترے کام پر یوتے چیز — جنم جگ ادھر پائے جیونا عزیز
بچن سخت ہمت کی جب فرد فرد — کیا اختیاری سوں ہر شیر مرد
وہیں ناہور خاں شرزہ اینگ — کیا عرض تسلیم کرے درنگ
کہ ہے شکر تجہ سا دلاور جواں — ہوا کیں نہ شاہاں میں صاحب قراں
لیجا یا تہیں سابقاں کا سبق — لڑانا و لڑنا ہے تیرا جہ حق
دلیراں کوں تجہ چال کے پند ہے — تیری تیغ پر آج سوگند ہے

شجاعت تیری دیکتیں بے خلاف — سٹے سب سپاہی تہور کی لاف
سرے آج شاہاں پہ شاہی تجے — دلیراں کہے شہ سپاہی تجے
سبھوں نے توں صف جنگ میں پشت دست — ہوا تیغ انگے تیرے گج مست لیت
جو جوہر صلابت بد اندیش کام — پھرا شہ تے گڑہ کوٹ لشکر تمام
کیا تھا شر انگیز ہو کر کہ لاگ — سلگنا گھرے گھر تے فتنے کی آگ
بجانے کھڑگ آپ سوں اوانگ — لڑیا صف بہ صف جب توں مع دل پلنگ
مہابت سوں تیری صلابت تے اٹ — گیا تھاٹ یوں جو ہوا سینہ پھٹ
جو تھی ملک ملنار کی جگ میں ہاک — نہ تھا بیس جس میں سکندر کوں لاک
چکلنے میں جس ملک کا جا کہ حد — لگیں کئی ہزاراں طلسمات و سد
توں توڑیا سو دیسے طلسمات توڑ — لیا تخت راجے کے ہت تے مروڑ
نہ تھا ری جہاں عقل واں تجہ مقام — چلے نا نظر جاں کرے واں توں کام
سکندر بی نا رگ سکے تجہ رکاب — تو بعضے سلاطین کا کیا حساب
تجہ ایسے کے ہت کاہوں میں سرفراز — اسے کام کارن رکھیا ہے نواز
کہ لڑنا ہوں میں یوں مغل سوں ملک — لڑے نا د کوئی نیں لڑیا آج لگ
چل آتی ہیں بے فکر ہو چیل بیل — انگے ہو رکھیں ہند لنگاں کے جیل
جو بھری کی سر کوب منزل دھوں — لگو لیاں ہمن سب کوں گولا کروں
کھدیڑوں تو دنبال کر ملک بدا — ہگیں خشک لب تا لنب تر بدا
کیوں آتی ہیں یاں لگ کے سکل کر بند — رکھوں کو نڈ دھر تھیا تجہ نیں کر کہ بند
چلیں تو ٹپیا تجیاں سوں براتوں چال — کروں نت نجی والی کو کرلی کا حال
کھیلتا ہوں سانپ سا سیس دم — کہ تا پیچ کھاتے رہیں ہو کہ گم
کہیے ہور بنگا کروں یوں تلف — نظر نا پڑے دانہ پانی علف
زدیکھیچ تک بیجا پور تھانک — بیا جے پھریں لیکہ تھاں کوں ہانک
ہماری سپہ پنی کی تو کیا بڑائی — حوا جھتیں ہمیں شہ لگ آدے لڑائی

سپاہی پہ اچھا علی کی مدد　　اگر لک مغل آئیں تو کیا ہے حد
عجب بول میں ہے یو شرزے کے گن　　کرے کام کہتا سو اس تے دو گن
شہنشاہ کر بات سب کی پسند　　سبھوں کوں کریک ٹھار ہور دیکہ بند
کیے حکم یو سب پہ عالم پناہ　　کہ لشکر پہ بارے کروں ٹک نگاہ
چلانے کوں جیسے مخالف کوں ٹھوک　　وزیراں ہیں ہور خاص کب ہے لوک
کیا حکم جوں شاہ عالم نواز　　چلیا لوک مجرے کوں گردن فراز
سپاہی دکھن کے بڑی داب کے　　تیراؤ ہیں شمشیر کی آب کے
بنی ہاشمی مصطفےٰ کے خلف　　شریفاں و سادات صاحب شرف
حسینی و حسنی و علوی کتے　　مدینی و مکی و رضوی کتے
انجو آتشی قادری سرمدی　　بخاری و بجری کتے مشہدی
عرب شیخ و انصار فرخندہ کیش　　صدیقی و فاروقی و نوری قریش
جنیدی و جیلم و انبی امور　　و برکھاری خلجی اوٹ ہمنتے تور
جھندی وال و افغان دو بڑاں متی　　کھنٹال و نجلی سسٹی سوختی
ہر یک جنگ میں فتح پانے نوی　　زبردست مسٹر زیاں کی صف مہدوی
بہادر سرا ڈور گجرات کے　　وسیں شیر سوندل میں خوش دھات کے
جیوں یور کی ہور کتے بارہی وال　　جو نظراں نیں جنگ بن کچھ خیال
دکھن کے جو حبار ان میں ات کینہ اتھی　　مغل کے جو ہیں کمال اہل حبش
اماری و لوری ادکہ نام جو　　کراکی و داموہ کوں کا اکو
اتاری و بکری جگ آفات کی　　جونا سارتی کالہ کا خاتی کی
دلاور جتنے مولوان نا نوں کے　　زبردست و ثابت ادکہ پاؤں کے
دھریں جیو تے ناموس پر بہوت پیار　　دیویں رج سودے میں جیو نقد دھار
کہیں سب پڑیا ہے ہمن شہ پہ کام　　کر جیو خرچ کر آج رکھنا ہے نام
پٹھاناں جو دہلی کسے ہیں نام دار　　مغل کیسے او لہو کے ہیں پیاسے اپار

روہیلے ہیں ترکش بنداں روہ کے　　لڑے سخت رہواسیاں کوہ کے
ٹمنی و لوڈی سسرانی بنی　　لہانی و سورانی وسٹربنی
میانی و ملکی و جسوانیاں　　بلوچ استرانی وسرجانیاں
غزنی و غلزائی واغواں کتے　　غزہ خیل و غرغشتی افغاں کتے
ترین و دلیزاک وسرخ وکینو　　ترا ہی جمند خویشگی ناجو
لداخیل و یوسف زئی و ناغڑاں　　اوڑنی و کنڈرانی و کھوکیاں
خلج سوروینی وکاکڑ کتے　　نیازی و بابی و بابر کتے
ستی ناصر و تانک وسروانیاں　　مہندی غوری شروانی جلوانیاں
مہراٹے کتے ذات وکئی دھات کے　　لڑے پاؤں لے کے لینے ہات کے
سینپتا کی دجگ تھاپ جادو نیوار　　اندل کار و نلوار و نیپال کار
مہیٹلے کھرارے وکھنڈا کلی　　سندہی پاندری نم کلی بھجنسلی
بکٹ کھانٹکے گھوڑ پھوڑے اموڑ　　پورانٹے و کانٹے دوردوی پھوڑ
پتولے ورن تھورے ہوڑیں سنگار　　پھپوسے وچوہان وبھاندول کار
کتے لومتے بان پاتے کتے　　لوکاٹے وچاٹے وساٹے کتے
کھنارے کتے ہور کتے ہنیراں　　نہدی برگی دگولی ودہنگراں
دسے تا او جلدی کے وقت اپنے آپ　　برادر ہے ساواں کے چوراں کے باپ
ہریک مادواں انکی گویا پری　　دکھاوے حیدر کوں ایسی دلبری
کریں پھر جو کاویاں کی خوبی عیاں　　پڑے بیچ میں دیکھ آپس لواں
کریں دوڑ میں آکر بارے سوں پات　　منڈا سالے اس کا اڑیں پات پات
چیل پن سوں جاں انکے تل گرگرڑیں　　چھپیں شعلہ باری کی بجلیاں پڑیں
ہریک نیزہ بازی میں رافت لڑا　　کھلے گا حیدر بہت تے کاڑے کڑا
جو دھن فوج کے ناز [illegible] نیٹ　　تو تیریاں کی انگلی سوں کھولیں گھونگٹ
بھلے برق انداز رومی تمام　　تفنگ سوں کر تہار بادل کے کام

جھو جاراں کتے بھانت ہتیار کے حضور آئے سب مرد اوجیار کے
سلح میں ہر یک تن مکمل دسے یکس یک تے جلوے میں بادل دسے
بڑے دھاؤں دکھنیاں کے کوتر ہتیار ہتیاں کوں پھراتے یہ بانکاں سوار
پٹھاناں کے سوندل یہ کرڑی کمان مھراٹیاں کے جھکرے یہ اول اٹھان
دیکھت سب کوں شہ کی نظر خوش بھریا سپاہاں کے طالع کی ہوتی برتری
کہیے شہ دکھن کے ہمیں پادشاہ تمیں بھاں کی میراث داراں سپاہ
سپہ بن تمن جگ میں مشہور ہے ولے ٹیک کی بی خبر دور ہے
دکھیا نا سپہ یہاں کا نت بھانجہ روپ کہ ناخوب دیسے سورج باج دھوپ
مغل ناسپاہی سپاہی سوں کام نہ لیویں سپاہی کا خوبیں سلام
دکھیں نت سکے باپ سوں اودماغ دماغ ان کا ہوے اہل عزت کوں داغ
سمجھتا ہے جو مرد سپاہی کی قدر سپاہی جو سمجے سپاہی کی قدر
جکوئی جیو جو بیچیا ہے عزت کے کاج منگے کیا ہمن پاس کرنے مان باج
سپاہی کے ہم تیک کوں مان دیں سپاہی کوں صف میں اول پان دیں
سپاہی تے ہے پادشاہی کو زور دسے صف کی خوبی سپاہی تھے ہور
نہ یک دل سپہ تس بزرگی ہے جھوٹ بڑا او ہی نیں جس کے لشکر میں پھوٹ
خزینہ سپاہی ہوئے میرے پاس گہر دان ہوں ایس یعنے مردم شناس
کیا ہوں ہر یک تن کوں چن چن کے پیار رکھیا سوں تمن کام پیرا اعتبار
چلی آج لگ ہو یکس یکتے سات تماری زباں ہور ہمارا سو بات
ایس بول رکھنے جسے لاج ہے او سب کام کرنے کا وقت آج ہے
ہمن گھر یہ کرکب آ مغل سا غنیم چلیا ہے بداندیش ہوکر عظیم
اچھی جس ہو میراث حب الوطن اتے جیو دے گھر کوں رکھنا جتن
مجے نسام پر جن دسیا بے نظیر کیا پل میں میں اس سپہ کوں وزیر
جنے کام پر خرچ ایس جیو کیا کرکب ہے بی میں اس کوں دولت دیا

دلیراں یو سب سن لیچ اپنی مروڑ — لگے بولنے جیو کی پروا کوں چھوڑ
ہمیں سات پیڑی کی ہیں یاں قدیم — سنے ہیں کہ ہو گئے ہیں شاہاں عظیم
ولے کیں پڑیا نیں فلک کی نظر — کہ کوئی شہ ترے سان صاحب نظر
تجہ ایسا تو شاہاں میں صاحب جمال — نہ دوسرے بی عالم میں ہوئے تجہ مثال
تیرے خلق کوں خلق تسخیر ہے — بچن کی کرامت سوں توں پیر ہے
ہمن جیو تجہ خلق کے ہات میں — کئے ہیں فدا تنکوں تجہ بات میں
اتھا اسم شاہاں کوں گر شہریار — تمھایا او تجہ نانوں لے نامدار
کیا پیار سوں شہریاری تہیں — رسیا حلم کی جگ میں بھاری تہیں
سپاہی پنے کا تہیں قدردان — بڑھایا ہے جگ میں سپاہی کا مان
تجہ انگے سپاہی کو نیں جیو عزیز — جیا تو بڑا ہوئے مرا تو بے چیز
سلامت توں اچھ کیا یتیماں کو تم — کہ ہم جم کرے پرورش تجہ کرم
ہمن سات پیڑی تے کھا تجہ نمک — بدی سود ہر ہیں ترب ایس دل میں لک
صلابت ہماری ہے رستم کی دھات — ہمن یک انگے کیا ہیں دس لیو ذات
ہمن تیغ سوں کیوں کریں دوستی — کہ رجپوت افیونی مغل پوستی
شہا آج اگر ہند دنبیاں کی پہاں — گنوراں لے آتے ہیں ہوگلہ بال
تیری فوج کی تو ہیں غازی ہمیں — کریں عید گر تیغ بازی ہمیں
دیکھیں لک گنواراں او دنبیاں کو یار — کریں ذبح لا کھاں کوں ہر دم بچھاڑ
کہ اس گلہ بانی تے دہنگرا اٹھے — سنے تو دہنی تس [illegible] ودتا پچھٹے
دلیراں کے دل شاہ یوں آزما — بچن کا خلاصہ ہر اک تن میں پایا
نظر میں یک یک تن کوں کیا دیکھ مان — ایس بات سوں سب کوں دے دیکھ کر پان
بڑی سرفرازی کا دکھلا امید — سکھا کر دیے جیو خرچنے کے بھید
وہیں شہ وزیراں کو کر سرفراز — فرنگاں سوں مل خلعتاں دے نواز
کہے لے آئیس فوج ہر صوبہ دار — ارسطوئے دوراں پہ دے اختیار

یکس یک کے جب سوں بہادر تمام / کرو متفق ہو کہ صاحب کا کام
جتے بات سوں دے کہ ہر تن کو چونپ / روانہ کیئے توکل یہ سونپ
دیئے جب رضا سب کوں شہ مہبلی / اٹھے سوچ بولے مدد یا علیؑ
ارسطوئے دوراں تو ہے حق پسند / کہ خلق خدا سوں ہے اخلاص مند
اول خوش خلاصی سوں دل سیتے بات / کھیا ہو ہمیں آج یکس یک کے سات
آپس بی سنبھال آج خوب اتفاق / غنیماں کو جیونے تے دینا فراق
لئے نو گزی سات فیروزہ انگ / دمامہ لئے فتح کا طاس سنگ
لکا لک لئے بان کاری و بان / لئے کوہ دارو کی گولیاں کی کھان
لئے جن سلاحاں دھرن ہار آڑ / ہتھیاراں لئے خوب یکجا سو باڑ
بہوت پادشاہی خزانہ لئے / نکل دیں مخالف طرف رنج لگئے
تلک خان شہزادے نے قابو پچھان / مغل لک کیا باد ہو یک اچھان
جھڑپ نیں دیا لک پو باڑا ابڑا / ہلا دل علی کا چلیا کڑ کڑا
چلے رج سوں دکھنی دلاور جواں / وزیراں چلے نامور بیکراں
یک یک عمدہ یک ملک کا صوبہ دار / وزیراں ہر یک پاس کے کامگار
دھریں من میں دکھلا کر یوں جوب تول / بڑھانا ہے آج اس غنیماں پہ بول
بڑا دل مغل کا نہ اسنیڑ یا چہ لک / دہیں خان شہزہ پچھاڑیا تلک
کہ دکھنی وزیراں جے ہیں تول میں / لوہا مارتا ہوں اتن جول میں
دکھیوں آزما بازی قسمت سیر کوں / نکالوں ترنگ کوں بی ٹک پھیر کوں
ترنگ کام پر تیز یا دھرتا ہے کیوں / دندی پر کھڑگ کاٹ کرتا ہے گیوں
بھلے بھائی سب مل لڑو نہار ہیں / لوہا سر کشاں پر کر نہار ہیں
پچھانے یہ سب کوں مغل بدنہاد / مرا ناؤں اول رکھے سب میں یاد
کہ قابو یہ ہو اس تردد میں تھا / یک او چار کرنے کی خوش بد میں تھا
خدا ہو سکے تس پاک نیت پہ شاد / کرم کر کے یوں منگے دیتا مراد
کہ جب جب حق ناؤں دینے پہ آسکے / تردد بی دیکھ تس دل میں لیائے

فرهنگ

فرہنگ

آ

آنماسٹ	اپنائیت
آچتگی	ہوگی
آڈ	عداوت، دشمنی
آداب	سلام
آدمیں	آدمی
آدھار	سہارا
آسودا	آسودہ، مطمئن
آشتی	شانتی
آفتابہ	ایک قسم کا ٹونٹی دار لوٹا
آگل	اگلے، آگے
آگون	اگنی، آگ
آنب	آم
آنگ	جسم
آنگے	آگے، سامنے
آیاں	آئیں
آئینہ	آئینہ

الف

اُ	وہ
اُبرنا	باقی رہنا
اَبولا	خاموش، گونگا
اَپار	بے حد، بے انتہا
اپاریں	نکالیں
اَپارنا	نکالنا
اُپاس	فاقہ۔ روزہ
اُپر	اُوپر
اُترپ	اعلیٰ، خوب تر
اَپروپ	نادر
اَپس	اپنا، اپنے، اپنی
اَپسیں	اپنے آپ، اپنے آپکو
اُپکار	احسان
اَپن	ہم، اپنا، اپنی
اَپناچ	اپنا ہی
اپنک	اپنا، خود کا، خود
اپنگ	اپنا

اپیں	آپ ہی، خود ہی
اَت	بہت، زیادہ
اِت	اِس
اِتا	اتنا، اب
اُتار	صدقہ
اُتال	اب، اسی وقت
اُتاول	بے چین، بے قرار، حد سے گزرنا
اُتر	جواب
اُتم	اعلیٰ
اُتم سود	زیادہ سمجھ، سمجھدار
اتھی	تھی
اُٹ	اُٹھ
اُٹکہ	اٹھ کے
اُجال	اُجالا
اَجِت	سورج
اُجلے	سفید
اَجھوں	ابھی
اُچار	راز، تعریف
اُچانا	اٹھانا
اُچانے	اٹھانے
اَچپل	چاق و چوبند، خوش مزاج
اَچکل	خوش نصیب
اَچوک	بلاشبہ
اَچھریا	حوریں، پریاں
اَچھنا	ہونا
اَچھو	رہو
اَچھیں	رہتے
اَچھے	رہے، رہو
اخلاص خاں	بیجاپور کا وزیر و سپہ سالار
اَدِک	ادھک، زیادہ
آدو	سورج
آدھار	سہارا، وسیلہ
اَدِھر	لب
آدھیرات	آدھی رات
آدیک	ادھک، زیادہ
آدیکھے	دیکھے بغیر
اردگان	نجوم کی ایک جدول
ارگند	ایک قسم کا پھول
ارڑانا	چلنا، چیخ کر رونا
ارڑائے کر	رو دھو کر
ارسری	مقابلہ، کشتی
ازات	آزاد

اُہاسں	آہ
اُساساں	آہیں
اَسپاس	آس پاس
اُستوار	سیدھا
اَسنگت	ہجر، جدائی، فراق
اَصلا	بالکل
اقرار	وعدہ
اَگن	آگ
اَگن	ایک خوش آواز چڑیا
اَگیٹھی	انگیٹھی
اُلنگ کر	پھاند کر، اُچک کر،
اَلنگی	چاہنے والی
اُلو لگ	اب تک
اُلبائی، الالی	جوش، جذبہ، ولولہ
اُمت	زیادہ
اَمرت بچن	میٹھے بول، میٹھی بات
اَمرت گھڑی، نیک گھڑی	
اُمس	جوش، اُمنگ، ہمت، خواہش
اَمول	انمول، لاقیمت، بیش قیمت
آنّ	رزق

اَنُ پان	دانہ پانی، روزی، تواضع
انپڑنا	ملنا، پانا
اَنت	بھید، راز
اَنتر	فرق
انٹ	ہاتھ، راز، کمر
انجن	سرما
اَنجو	آنسو
اَنجواں	آنسوؤں کی جمع
انجھو	آنسو
آند	اندر راجہ
آند	آنند، آرام
اندرے	اندھیرے
اندکار	اندھیرا
اندھارا	اندھیرا
اندھیرے	اندھیرے
اَنگ	جسم
انگ	آگ
اُنگل	انگلی،
اَنگے	آگے، سامنے، مقابل، مستقبل
آن مان	(انومان) اندیشہ، خیال
اُنن	انہوں نے، اُن

اَننگ	بے شرم
اَنوپ	انوکھا
اَنیاؤ	ناانصافی
او	وہ
اُوبال	جوش، جذبہ غصّہ
اُوتالا	بیقرار، اوچھا
اوٹ	آڑ، پردہ
اوٹھیا	اُٹھا
اوجال	اجالا، روشنی، اجالا کرنے والا، روشنی کرنے والا
اُوچا	اٹھا
اُوچار	غلبہ، حملہ
اودِھان	دوڑتا ہوا، جوش سے
اَورگن	قبول کرنا
اوڑ	آڑ، اوڑھنا
اوڑنا	لحاف
اوس	اُس
اوساسان	آہیں
اوگن	بدخصلت
اَوگھٹ	ناسمجھ، بے سلیقہ
اوِل دورِ میں	قدیم زمانے میں
اَوَّلیچ	اول ہی، پہلے ہی
اونٹ وال	اونٹ والا، شتربان
اونٹن	اونٹنا، کڑھنا
اینا	اب
اینال	اب
ایراپت	ایراوت، راجہ اندر کا ہاتھی
ایزار	ازار، پاجامہ
ایکیچ	ایک ہی
ایلاڑ	اس طرف، کم تر
اینوں	یہ
اینوتے	ان سے
اینونے	انہوں نے

ب

باٹ	راستہ، راہ
بارا	ہوا، آندھی، طوفان
بارندگی	بارش
باڑ	تیز دھار
باڑی	کھیتی
باڑی	کھیتی

باڑی والا	کسان
باغی جناں	باغ جناں
باشک	سانپوں کا بادشاہ
باتو	قاز
باقیج	باقی ہی
باگھ	شیر
بالشت	تکیہ
بالشاں	تکیئے
باتجے	خیال کرے، خیال کئے
بانہ	کپڑے، لباس، وردی
باول	دیوانہ
باؤ	ہوا، کام، زندگی
بابا	ڈالا
بپت	بپتا، مصیبت
بتر	بدتر
بتنگ آنا	بیزار ہونا
بتولا	پتولا، ایک قسم کا سلک
بجالیا	بجالایا
بجد	بضد، اٹل، مستحکم
بجر	پتھر
بجے گا	بجھے گا

بچارن	سوچنا
بچاڑیا، بچاریا	سوچا، مشورہ کیا
بچن	بات
بچنا	بولنا، بات کرنا
بچھانا	بچھونا، بستر
بچھانت	پہچان
بچھاتے	بچھونے، فرش
بڈانا	بھگا دینا، ہرا دینا
بدل	بدولت، بدلنا
بدونت	عقلمند
بدھ	عقل، عقلمند، ایک ستارہ
بدھاوا	مبارکبادی، بدھائی
بڈھاتے	بڑھاتے
بڈھایا	بڑھایا
بڈھن	بوڑھا
بڈھی	بوڑھی
براں	وقت، باری
برچھیک	بچھو
بردولا	دولائی
برقا	برقع
برکالیے	برے برے بلیاں بلاور

بیلاڈ

برہ	جدائی، ہجر
برھے	بُڑھے
بُڑائی	بڑھئی
بزار	بازار
بس	زہر
بست	وستو کپڑے، لباس، چیز
بستاں	وستو، لباس
بستی کرنا	قیام کرنا، رکنا، ٹھہرنا
بسرنا	بھولنا
بلانا	بٹھانا
بلائے	بٹھلائے، بٹھائے
بلایا	بٹھایا
بسواس گھات کا	وسواس گھات، دھوکا
بسیاں	ملیں
بسکاین	حنظل، ایک کڑوا پھل
بکٹ	مشکل
بکنا	منہ بسور کے رونا
بکھانا	بتنگڑ کرنا، پھیلا کر بیان کرنا، بیان کرنا
بَل	طاقت
بلا دور	صدقہ
بَلی	قوی، طاقتور
بلیاری	بلہاری، صدقے
بَناں	دولھا، محبوب، سجن
بُند	بوند
بَندہ	غلام
بندی خانہ	قید خانہ، زنداں
بنگام	ہنگام، ہنگامہ، وقت، موسم، دفعتاً
بنے بَن	بن بن، جنگل جنگل
بنڈنا	گھومنا
بنڈا، بنڈی	چٹان
بوجن ہار	جاننے والا، سمجھدار، عقلمند
بوری	بُری
بولائیوں	بلاؤں گی
بوتیڑی	چیخ پکار
بومڑی	واویلا
بھا	ڈال، ڈالے
بھار	باہر، بوجھ، اعلیٰ
بھان	سورج، کمان
بھان ہارے	تیر انداز

بھانا ڈالنا، انڈیلنا
بہانا حیلہ، بہانہ
بھانت طرح، قسم
بھانو سورج
بھاؤ انداز، ڈالو
بھایاں بھائی کی جمع
بھایاں کرنا نخرے کرنا
بھٹا ہوا بہتا ہوا
بھتر اندر
بھتر توڑ، توڑ
بھترول بہتر، اندر
بھجنگ بل کھانا، سانپ
بھدرا کینہ ور، بخیلی
بھرت بھرواں، گھنا
بھری بحری، شکاری پرندہ
بھڑت بھیڑ
بھڑکا شعلہ
بھڑنا مقابل ہونا
بھسم ہونا راکھ ہونا
بھگ بھاگ، قسمت
بھگے ہات ٹوٹے ہاتھ

بھنجن توڑنے والا
بھنور بھوگنا مصیبتیں اٹھانا
بھو بہت
بھوت بہت
بھوجن کھانا
بھوجنگ سانپ
بھوکا کر پھونک کر
بھوگ ہوس، خواہش
بھوگی بوالہوس، عیش پسند
بھومان بہت عزت والا
بھونڈے بدوضع، خراب، برے
بھوئیں زمین
بھید جادو کا جنگل
بھیں زمین
بھئی پڑیاں پامال، گرے پڑے
بیت بیتنا۔ گزرنا
بیتھیا بیٹھنا۔ بیٹھا
بے درنگ بلا تاخیر، فوراً
بے ریب بے شک
بیٹھین بیٹھا
بے سک مضطرب، پریشان

بیے فام	غافل، بے عقل، بے سمجھ
بھوپیچ	بہت ہی
بیگ	جلدی، جلد
بے گماں	بے شک
بے گنت	اَن گنت
بیگی	جلدی
بیل	نسل
بی	بھی

پ

پا	پاؤں، قدم
پاچ	کانچ، زمرد
پاچھے	پیچھے
پار	پھر، باہر
پاڑنا	پھینکنا
پاڑو	شکار
پال	گھاس، مینڈھ، منڈیر
پانڈر	پیلا، زرد
پائیا	پالیا
پت	برابر
پتال	پاتال
پت ورنت	پتی ورتا
پتھایا	بخشش کیا
پتیانا	بھروسہ کرنا
پٹھا	بھیجا
پٹّے	کپڑے
پچھیں	بعد میں
پچھن	بعد
پدم	کنول
پراپت ہونا	حاصل ہونا
پران	جان
پراوپکار	احسان کرنے والا
پریت	محبت
پرتھم	زمین
پُردرد	تخم کسار
پَرس	پارس
پُروش	آدمی
پرسن	پرسند خوشی
پرشن	پرشن، سوال
پرقو	قاز کے پر
پُرک	پُرکھ، آدمی

پرکاج	کام لگا لینے والا، کام بنانے والا، کارساز
پرگور	پرایا جسم، دوسرے کا جسم
پریم	پریم، عشق، محبت
پرمل	خوشی، خوشبو
پُروپکار	احسان کرنے والا
پروار	پریوار، خاندان
پرورده	بامراد
پروس	غیر جنس
پسار کر	کھول کر، پھیلا کر، پچھاڑ کر
پسرنا	پھیلنا
پس میں	بعد میں
پشتانا	پچھتانا
پُکاریا	پُکارا
پن	مگر، لیکن
پُن	ثواب، نیکی
پناکر	پہنا کر
پنائے	پہنائی، وسعت
پنبہ	روئی
پینت	پنتھ، راستہ، مارگ
پینگڑ	لڑکا
پنکھی	پنچھی
پنگرا	بچہ
پُنگڑیاں	بچے
پُوت	بیٹا
پُوچ	پوچھ
پُور	پُر، بھرا ہوا
پُورتی	حیثیت، پونجی
پوکارن	پکارنے
پوکارنا	پکارنا
پون	ہوا
پُونچ	دُم
پون ساز	ہوا کی طرح
پھانجہ	پھندا، جال
پھاندا	پھندا
پھتر	پتھر
پھترا	پتھر
پھتران	پتھر
پھرا	پلٹ کر، واپس
پھر آوے	لوٹاوے، واپس کرے
پھنکڑیاں	پنکھڑیاں
پُھکے	پھول گئے

پُھگ	پھول کر
پُھگڑا	منفعت
پُھلوں	پھولوں
پُھوگیا	خوشی سے پُھول گیا
پُھول بادہ	چمن، باغ
پھیر	دوبارہ، پھر
پھیرکر	لوٹ کر، واپس ہو کر
پھیلے	پہلے
پینا (پےنا)	پہنا
پیچھو	دوسری مرتبہ
پیکھن (پےکھن)	دیکھنا
پینچہ	پیچ و تاب
پینی (پےنی)	پہنی

ت

تاریاں	تارہ کی جمع
تانی	کمسن، ننھی بچی
تٹو	ٹٹو، چھوٹا گھوڑا
تثلیث	نجومیوں کی اصطلاح قمر اور سعد کے درمیان کا حصہ
تَد	تب
تُرُنت	تُرنت، جلدی، فوراً
ترخنا	تڑپنا
ترکش بندی	تیر کمان
تُرن	سہارا
تِرن	تیرنا
تُرنت	جلدی
تُرمتیاں	ایک قسم کا شکاری پرندہ
تُرنگ	گھوڑا
ترٹخیا	پھٹ گیا
تِس	جس سے، جس کی
تِس جس	جس کسی کے سرکار
تقا	قوی
تکٹ	زرین اور روپہلے چھاپے کا موٹا کپڑا
تگ بگی	تلملی (تِل ملی)
تِل	لمحہ، پل
تَل	نیچے
تَل	وادی
تَل اوپر	نیچے اوپر
تلملن	تلملانے، تڑپنے
تلیں (تلے)	نیچے، میں، اندر

تُم — تالاب کا پشتہ
تُمکن — (تم + کنے) تمہارے پاس
تُنک — باریک
تَو — تب، تواسیاں، غالیچہ
تُوجے — تجھے
تُوج — تجھ
تھانب — تھام، ستون
تھانپا
تھانپ کھانا — تھر تھرانا
تھانو — (ٹھانو) جگہ
تھپانا — چھپن
تھنئے — تماشے
تھنڈا — ٹھنڈا، سرد
تھنڈا نیر — شبنم
تھنڈگی — ٹھنڈک، سردی
تھنڈری — (امبیل) ایک قسم کی چیز جو چاول کے پیچ اور پینچ سے بنائی جاتی اور ٹھنڈک کے لئے گرما میں پی جاتی ہے۔
تُمہیں — تو بھی

تے — سے، کے
تِری — استری، عورت
تیزی — گھوڑا
تیواسی — طواسی، ایک قسم کا کپڑا
تینچ، تیونچ — ویسے ہی، ویسا ہی، تیوں ہی

ٹ

ٹاک — (ٹک) ذرا
ٹکیاں — ٹکے سکے
ٹنگانا — لٹکانا
ٹھار — جگہ
ٹھان — جگہ، مقام
ٹھانک کرنا — ٹھکانا کرنا، رہنا
ٹھاؤں — جگہ، مقام
ٹھکریاں — (ٹھیکریاں) مٹی کے برتن یا کھپریل کے ٹوٹے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
ٹھکنا — (ٹھٹکنا) ششدر ہونا، حیران ہونا
ٹھگلانا — دھوکے میں رکھنا
ٹھوپنے — ضرب، مار

ٹھیر	ٹھہرنا، رُکنا
ٹیک	ٹیلا
ٹیلا	ٹیکا

ج

جاب	جواب
جالا	دام، جال
جامدار خانہ	توشک خانہ
جُان	جوان
جان ہار	جاننے والا
جِتا	جتنے
جتا تھا وتا	جتنا تھا اتنا
جِتے	جتنا
جِتی	جتنے بھی
جَرس	گھنٹہ
جَرم	ہمیشہ
جَرٹ	جواہر
جَڑت	جڑاوی
جَس	طاقت، قوت
جُعد	جوڑا
جگ	زمانہ، دنیا
جگ آدھار	دنیا کا سہارا، دنیا کا پالنے والا
جگندے	جاگے ہوئے
جلگ	جب، جب تک
جَم	ہمیشہ
جم خانہ	آبدار خانہ
جمنا	سجنا، آراستہ ہونا، سنورنا
جناور	جانور
جِنس	قِسم
جَنک	باپ
جنگم	سادھو، سنیاسی
جَنم	سدا
جِنتے	جیسے، جن کے
جُودا	جُدا، علٰحدہ
جُول	پیٹ
جُوں	جیسے
جُوئی	آبِ جُو، چشمہ
جھال	تپش، لو
جھانپنی	جھپکنا، چندھیانا
جھرے	سوتے
جھکا	جُبہ

جھل	جلن، حسد، رشک
جھل	دردھوئی محبّت
جھلیا	جھیلا، برداشت کیا
جھنکر	جھگڑا
جھوجاراں	جنگجو، فوجی، سپاہی
جھوجن کرنا	زور آزمائی کرنا
جھونٹ	جھوٹ
جیے	جو، اگر
جیب	زبان
جینڈو	کف، سانپ کے منہ سے نکلنے والا کف
جیو	دِل، جان، زندگی، حیات
جیوں	جیسے، مانند
جیونے تے	جینے سے، دل سے
جیونی	جانی عزیز، چہیتا
جی	جس کسی کی

چ

چانپ	دباتا
چپ	بائیں
چپ	بلاوجہ، بے سبب
چپ	خاموش
چت	دل، فکر
چت دھرنا	توجہ دینا
چتر	ہوشیار
چتر	نقش و نگار، تصویر
چترراج	شہنشاہ
چرن	پاؤں
چڑ	زیادہ
چڑ	چڑھ
چڑ آیا	چڑھ آیا، سبقت لیا
چڑنا	چڑھنا
چک	کچھ
چک	آنکھ
چکا جوت	آنکھوں کا نور
چک چار ہونا	نظریں چار ہونا
چکل	شوخ، چنچل
چکل	بھینچنا
چکلنا	وسعت دینا؛ بھینچنا، آغوش میں لینا
چلنت	عادت و اطوار
چمناں	چمن کی جمع
چنت	چنتا، فکر
چنتا	فِکر

چند	چاند
چندر	چاند
چندرچہ	چادر، چاندنی کا فرش
چندنا	چاندنی
چُوب کر	چُبھ کر
چُوبے	چُبھے
چَوپھر	چاروں طرف
چَوترا	چبوترہ
چَوڑ	چھوڑ
چوکدھن	چاروں طرف
چونپ	اُمنگ
چوندھیر	چاروں طرف
چُونے	چُننا، منتخب کرنا
چُونیا	چیدہ چیدہ، چند، چنندہ
چھاچھا	چھاچ
چھب	جھلک، ادا، انداز
چھتر دھار	راجا
چھتر دھارے	تاج وتخت والے (مراد راجا)
چھجّا	چھت، پالکی
چھجّے	چھجّا کی جمع
چھلے	چھالے
چھند	فریب، مکر
چھوٹک	نجات
چھوٹیا	نجات پایا، چھوٹ گیا۔
چیکڑ	کیچڑ
چیل پیل	چہل پہل

ح

حُب	محبّت
حُجّ	حجّت۔ حیلہ، بہانہ
حد	سکت۔ مجال
حرص کو جلانا	نفس کو مارنا، لالچ سے بچنا
حمیلا	گجرے
حیفی کھانا	افسوس کیا کرنا

خ

خار	خوار
خرّمی	خوشی، خوش خوش،
خلق	خلقت
خوار	ہیچ۔ بے حقیقت
خُوب ہو	صحت پا کے
خوجے	خواجہ سرا
خوش بُد	خوش فہمی
خیل خانہ	خاندان کے لوگ

د

داب	رعب
داٹ	شدید، گنجان
دَارو	دوا، شراب
داس	غلام، نوکر
دَان کارن	داد و دہش
دَاونی	دوپٹہ
دائم ثمن	ہمیشہ کی طرح
دَٹاوین	ڈاٹیں
دَدا	دایہ
ددانی	نوکرانی، انّا، دایہ
دُدھا	ڈرا ہوا، جلا ہوا
دُرجک	زیور کا ڈبّہ
دَرس	درشن، نظارہ، جلوہ
درسنیاں	درشن کی جمع
درونا	دل، سینہ
دِستا	دکھائی دیتا، نظر آتا
دِسے	دیکھے
دِشا	نیک گھڑی
دِشیا	خوش نصیبی

دعوات	دعا کی جمع، وظیفے، اوراد
دُکھ	دکھ
دُکتے	دکھ سے
دُکھوں	دکھوں سے
دُگ	پریشانی، الجھن
دَل	جمعیت، گروہ
دِل ریش	زخمی دل
دِل کی صفا	فرحت، صفائی قلب
دُنبال	پیچھے
دُنبیاں	بکریاں
دَند	دشمن
دَندی	دشمنی
دن، دِن ہار	دن کو روشن کرنے والا
دَنگی	حیراں
دنماں	صبح سے شام تک
دنیاں	دنیا
دولنا	ڈولنا، بہنا
دھا	دوڑنا۔ لپک کر جاتا
دھات	طرح
دھاکوں	دھمکیاں
دھانا	پڑنا
دھانس	ڈسنا

دھانوں	ڈھنگ
دھائیا	داخل ہوا
دھر	سمت، طرف، سے
دھرت	دھرتی، زمین
دھرتری	زمین
دھردھیر	طرف
دھرنا	رکھنا، چھوڑنا، ترک کرنا
دھرنہار	ڈالنے والا، رکھنے والا
دھریا	رکھا
دھڑ	تن، جسم، ثابت، سالم
دھلارا	آندھی
دھن	دولت، عورت
دھندا	دھند، اندھیرا، گہرا
دھندہ	کاروبار، سنسار
دھیر	طرف، سمت، میں، اندر
دھیرک	دھرج، دلاسا، تسلی
دھوونے	دھونے
دھونی	دھواں
دوابخش	چارہ گر
دوج	دوسرا
دوجا	دوسرا
دود	دودھ

دودھرتی	دوطرف سے
دوس	برائی
دوکھا	دوڑا
دونی	مقابلہ
دوحا	مقابلہ، سامنا
دوئے	دونوں
دیٹھا	دیکھا
دیک	دیکھ
دیکہ	دے کے
دیکھت	دیکھ کر
دیلا	دِلاکر، دے کر
دین	دن
دیوا	چراغ
دیوُونگا	دوں گا
دیہہ	دینا، دے

ڈ

ٹانڈے	ٹانکا
ڈہین باز	بازی ہارے
	بازی ہارنے والا
ڈوبا	ڈوبا ہوا، ڈوبا
ڈومنی	زن

ڈونگر	چٹان، پہاڑ
ڈونگے	گہرے
ڈونگے	گہرے، مہرا
ڈھانک	ڈنک
ڈھکار	ڈھیر
ڈھگار	ڈھیر
ڈھنڈ ڈھنڈ	ڈھونڈتے ڈھونڈتے
ڈھنڈنے	تلاش کرنے، ڈھونڈنے
ڈھون ہار	اٹھانے والا

ر

راتوا	رات
راج بھاری	بادشاہ
راج تھل	راج ترک کرنا
راجیاں	راج کی جمع
راس	سیدھا، صاف، انبار راست سچ
راساں	انبار
راست راستہ	سیدھا، دائیں، دہنا
راسریاں	رسیاں
راک	رکھ
راک	راکھ
راکھنی	کھڑا ؤں (؟)
رام ہونا	غلام ہونا
ران کر	راندہ کر کے دھتکار کے
رانواس	محل، گھر
راوت	بہادر
راؤں	جوگی
راوال	طوطا
رائے	بادشاہ، دربار کا امیر
رَج	راج
رَچ	رچنا، بنانا
رُچ	جذبہ
رَچ رَچ	آہستہ آہستہ
رچیں	جمانا، سجانا، آراستہ کرنا
رخن	رُخ، طرف
رسیدے ہوئے	کامل ہوئے
رک	رکھ
رکت	خون
رُکھ	درخت
رگت	رگت، خون
رُندنا	پامال کرنا
روا	جائز
رُوپ	چہرہ

رُوت	موسم
رُوکھ	درخت
رہواسیاں	رہنے والے
ریزہونا	لُٹانا
ریش	زخم
ریشا	ریشہ، بال
رِی	رعیت
رَین	رات

ز

زخم تازی کیا	زخم تازہ کیا
زنب	دم
زنگ ہونا	زور
زُوادو	ایک قسم کی خوشبو
زُورسادن	کشتی، ورزش
زُورسادھن	ورزش، کشتی
زتیچ	زائچہ

س

سَاتت	ساتھ
سَاتو	ساتوں
سَاج	سج، سازوسامان
سَار	طرح، مانند
سَامن	سامنے
سَاند	دراز، دراز
سَاندرے سَاندرے	آہستہ آہستہ
سَاو	ساہو، دولت مند کرنے والا قرض اور رہن کا کاروبار
سَرانا	مکمل کرنا، ختم کرنا، پورا کرنا
سَراگا	ختم کرے گا، مکمل کرے گا پورا کرے گا۔
سَرانے	سرھانے
سَبھ	سب
سَبھا	دربار، مجلس، محفل،
سُبنیت	عُمدہ
سِپارش	سِفارش
سَپورن	مکمل، کامل
سَپن	سپنا، خواب
سُتا	کھنچ آتا، کھنچ گیا
سَتیکار	وقعت، قیمت
ستمی	ظالم، ستم ڈھانے والا
سُتے	سُوتے ہوئے
سٹ چلے	چھوڑ گئے،
سٹکا	موٹی لکڑی، عصا، ڈنڈا

سٹنا	چھوڑنا، ڈالنا
سٹیا	ڈالا
سُجات	نیک بخت، سگھڑ، اچھی ذات والی
سَجن	قید خانہ، قفس
سچیں	بے شک، سچ مچ، واقعی
سچنچ	بہت زیادہ، شدید
سَتَد	دیوار
سُد	ہوش
سُدبُد	سدھ بدھ
سُرنگ	
سَراما	ختم کرنا
سراوان	سراہنا، تعریف کرنا
سُرب	سب، تمام، کل
سِرتے	پھر سے، دوبارہ، سرے سے
سُرج	سورج
سرخواص	صدر خواص، خواصوں کا افسر
سَرس	کامیاب، زیادہ
سرک	گانٹھ
سُرگ	سورگ، جنت
سرگھنڈ	سر، پیشانی
سَمرن	سلام

سرنا	زیب دینا
سرنے	پھول
سُروپ	خوبصورت، خوبصورتی
سَرونگ	سراپا (مرہٹی)
سَریر	شریر، جسم
سَربراں	تخت
سَسا	خرگوش
سَعد	نیک، خوب
سُک	سکھ
سَکت	طاقت، مجال
سُکت دار	قادر، طاقت ور
سُغلی	تمام، سب
سُکھ کر	سوکھ کر
سُگل	تمام، سب
سُلی	سولی
سُلکھن	اچھے اخلاق والی
سَلول	سلونا، خوبصورت
سَم	برابر
سم اچار	سماچار، خبریں
سَمد	سمندر
سَمج	سمجھ
سُنا	سونا

سنبھال	سنبھال
سنچریا	آہٹ، آواز
سندیہہ	شک
سنک	سنکھ
سنگات	ساتھ
سنگی	شنکھ
سموکھیہ	روبرو، آمنے سامنے
سنور	طریقہ
سن ہار	سننے والے
سپنے	سونے میں، خواب میں
سمنے	سپنے
سنلنے لگ	سننے تک
سوباس	خوشبو
سود	زیادہ نفع
سود	سُد
سوزنگ	گلشن
سور	سورج
سورات	حرص
سوس	سوچ، فکر
سوس کرنا	محسوس کرنا
سوسرخاں	پرندے
سولکھن	اچھے صفات، نیک خوش کسا اخلاق

سوں	قسم
سونٹا	ڈنڈا
سوندل	جنگ
سوندی	جوڑ، دراڑ
سونے کر	سن کر
سہنا	زیب دینا
سہنڈ	ایک خار دار جھاڑی
سہے	زیب دے
سی	گا، گی، گے
سیا	کالا خرگوش (سیاہ)
سیر	سَیر
سیس	سر
سین	خواب
سینا	سینہ، چھاتی
سیندھنا	کنویں یا باؤلی سے پانی کھینچنا
سیوٹ	بے حد، بے انتہا (رہٹی)
سیوک	غلام، نوکر
سیونا	سیوا کرنا، خدمت کرنا

ش

ششنا	گرمی

شتاب	شہاب
شب تیز	شب دیز، مشکی گھوڑا
بشتاب	جلدی
شرزہ	شیر کا بچہ
شر شور ہوا	شرابور ہوا
شدید	بھید

ص

صبا	صبح
صبوری	صبر
صدرے	سدراہ
صفا	صاف، پاکیزہ
صلابت	ثابت قدمی

ط

طائب	تائب
طبلک	آسمان
طپانچیاں	طمانچہ
طشت	بیسن، ہاتھ منہ دھونے کا برتن
طلخ	تلخ
طنبیاں	کھڑکی
طواسیاں	قالین، قالیچے
طور طور	متغیر
طومار	نقش

ع

عجائب لگنا	عجیب معلوم ہونا
عرابے	ارابا، توپ گاڑی
عرق	شبنم، پسینہ
عشراق	اشراق
علف	چارہ، غذا
عیسوی فن	معجزۂ عیسوی

غ

غدیر	گہری
غطے	غوطے
غلبلا	غلغلا، شور
غمخار	غمخوار، غم خوار

ف

فام	فہم
فرخ	مبارک
فرنگ	بندوق
فرنی	قیرنی

فن	مکر، عقلمندی، سمجھ بوجھ
فند	دھوکہ فریب

ق

قاعِد	قیدی
قاید	قید
قضا اللہ	اچانک، اتفاقاً
قِفا	پیچھے
قل قال	قیل و قال
قماش	ایک قسم کا کپڑا، ساز و سامان
قوت	غذا

ک

کاج	کام
کاخ	محل
کارن	کے لئے
کاڑھ	نکال
کاڑیا	نکالا
کاس	تانبے کا سکہ
کال	کالے، کالا
کالج	کلیجہ
کام کارن	کام کے لئے، تقریب کے لئے
کھانب	درخت کا تنہ
کانٹھ بازی	کاٹھ کی ہانڈی، لکڑی کی ہنڈی
کاں سے	طشتریاں
کاوڑی	بزدل
کُبل	مشکل، دشوار، شاید
کُپال	پیشانی، سر
کپٹ	دغا
کِت	کہاں
کتوال	کوتوال
کِتے	کتنے
کِتیاں	کتنے ہی
کٹ	راز
کٹھن	کٹھن
کُجات	کم ذات
کچ	کچھ
کچکول	کشکول
کچوانے ہیں	جھجکنے ہیں، کراہت کرنے
کد	کب، کدورت
کدھاں	کبھی
کرا	کا
کُرب	
کرتار	کارساز، پروردگار

کرڑی کماں	سخت کمان
کرسی	کرے گا
کرکر	اس لئے، اس سبب سے
کرم سوں ٹھہک کر	قسمت کے مارے
کرن	کرنے، کیا، کان، کرتا
کرنش	کورنش، سلام
کرونٹ	کروٹ
کسوت	کپڑے، لباس
کسوتِ خاص	خلعت
کسوں دھیان	کس کا دھیان
ککڑی	مرغی
گللوت	تدبیر (برائی کی) آپڑا سوچنا حرص، خواہش
کلف	قفل
کلنگاں	قلنگ کی جمع ایک بحری پرندہ
کن	کون، کیسا، کوئی
کن	کان
کنا	کہنا
کنبلی	کمبل
کنپے	کلپنے
کنٹھ ماں	کنٹھ ماں، گلے کا ہار
کنٹھ	گردن، گلا

کنچن	سونا، زرد، پیلا
کندن	سونا
کنشٹ	ادنیٰ، سب سے چھوٹا، حقیر
کنک	سونا
کنور (کنور)	شہزادہ
کنی	کہتی ہوں
گو	کہو
کو	کوئی
کواتے	کہلاتے
کواڑاں	دروازے کے پٹ
گوپ	غصہ
کوپیاں چینی کیاں	چینی کی پیالیاں
کوتری	کتا
کوٹ	قلعہ
کوٹھری	کمرہ، حجرہ
کورس کیا	مار ڈالا
کوس	دو میل کا ایک کوس
کوک	کمر
گول	قول
کول	مکار، لومڑی کی طرح چالاک
کولا	لومڑی

گوٹی — کوٹلی
گون — کون
گوں — کہوں
گونڈن — قید، حبس
کھاتپ — تنا
کھان — کان، معدن، خزانہ کھانا
کہاں — کان
کھاندا — کندھا
کہاوے — کہلائے
کھتر — کھٹا
کتھے — کھوتے
کچھواکے — گھبرا کے
کھدیڑنا — تڑپانا، پٹک پٹک کے مارنا
کھرانی — کھارا، کھاری
کھرگ — تلوار
کھڑگ — تلوار
گھمن — معدن، کان، خزانہ
کہن — پرانا
کہن پرورد — بوڑھا غلام
کھترا — کاندھا
کھنڈے — کھمن، طبق
کھنڈیاں — کھنڈی بیس سرکی ایک کھنڈی کثرت، توجہ

کہن بار — کہنے والا
کھید پریا — بھگایا
کھیری
کھیلٹی — مصیبت، تکلیف
کہیے — کہتا تھا
کھیا — کیا
کئی — کہے
کی — کیوں
کی — کہہ
کیت — کہہ
کیا — جسم
کیتا — کتنا
کرکرے — کیبڑے کا
کیلی — مخمور
کیڑا — سکا
کیند — گیند
کہنئی — کہیں

گ

گانٹھرن — گانٹھ پڑنا
گانڈا — گنا، کنڈیریاں
گاہنارے — (گان ہارے)

گانہارے	گانے والے
گاؤدی	نادان، کم عقل، بے وقوف
گج	ہاتھی
گج متی	بڑا موتی
گج مست	مست ہاتھی
گرجن	بازگشت، گونج
گرد	اطراف
گڑھ	قلعہ
گلے داٹ	گلے تک
گلے	پگھلے
گل کار	میستری، راج
گل چاند	گُلِ چاندنی
گل	گلا
گمت	کھیل تماشہ
گمت گاہ	بازی گاہ
گمتے	گزرتے
گمنا	گزارنا
گن بھریاں	پُرفن، سلیقہ شعار عورتیں، سگھڑ عورتیں
گنبھیر	غور، شدید
گند	بدبو
گندانویں	گوندھے ہوئے

گن ندھاں	عالم، فاضل
گنے	عقلمند
گوڑ	
گون کرنا	جانا
گہر سنج	سخن سنج
گھنے	زیور (گہنے)
گہنے	زیور
گھابرا	گھبرایا ہوا، پریشان
گھات	داؤ، وار، نشانہ
گھاند	ڈالتا
گھال لینا	چھری گھونک لینا
گھانٹ	گھنٹی
گھانٹی	گھنٹی
گھاؤ	زخم
گھٹ	کم، کمی
گھوٹ پکڑنا	مضبوط پکڑنا
گھر بیچ	گھر میں
گھر داس	خانہ زاد
گھرے گھر	گھر گھر
گھڑات	گھڑیاں
گھنسٹ دل	مضبوط دل
گھنیری	گھنے، کثرت سے زیادہ

گھوڑ	کچھڑے کی کنڈی گھورا
گھوڑ بھوڑ	سوسمار (ایک جانور)
گیان	خیال

ل

لانپ جھانپ	آنکھ مچولی، میں ملاپ اختلاط
لاٹ کرنا	لوٹنا، زیر کرنا
لاڈوں	لاڈ پیار سے
لاف بد	غیبت
لاگ	(لگ) تک
لانچہ	لالچ
لبد	(لابد) بے شک لازمی
لبدانا	مائل کرنا
لت	لات
لٹیا	لوٹا، واپس آیا
لک	لاکھ
لک لکاتی	چمکتی، دمکتی
لکھن	لچھن، عادات اطوار
لکھن	لاکھوں
لگا لگ	صف لستہ، ایک کے بعد ایک
لوح	تکلیف
لوح	تختی
لوک	جگ
لونچے	نوچے
لئی	بہت
لیتا ہے نیر	غسل صحت کرتا ہے۔
لیجا	لے جا
لجاون	لے جاتا
لجاویں	لے جائیں گے
لجائی	لے گئی
لیکہ	لے کر
لیہہ	لے لیتا ہے

م

مائی	مٹی
مادھی	مادہ
ماراں	(مار کی جمع) سانپ
مارکی	معرکہ
مارگ	راستہ، راہگزر
ماس	گوشت
ماس	مہینے
ماگ	مارگ، راستہ
مان	عزت، اعزاز
مارا	[redacted]

مان راکھیا	مات
مانج کر	جلا دے کر، چمکا کر
ماندے	تھکے ہوئے
متی	مست
مجھ	میرے
مُجھے	مجھے
محبوب در	درِ محبوب
محا	مقام
مد	شراب
مُدری	کان کی بالی
مدن بان	پھول
مدھم	اوسط
مِرگ	ہرن کی کھال
مَرگ	موت
مرگان کر	ترک کر کے سنیاس لے کر
مرگ پوست	لاش، جنازہ
مستعد ہوتا	تیار ہونا
مسخراگی	مسخراپن مسخرگی
مسلم	بالکل، واقعی
مشاقت	مشقت
مشاہدہ	مشاہدہ
معتاد	بندگی
مک	مکھ
مک مکاتی	بھکتا
مکٹ مال	طرّہ، سر کا زیور
مکر و ماؤ	مکر و فریب
مکہ	پہرہ
مُلک	زمین، جاگیر
من آس	من کی مراد
منا، مناں	منع
مناب	
منتاں	منّت کی جمع
منجھار	منجدھار، بیچ میں
مندھر	محل
منڈاسا	پگڑی، عمامہ، شملہ
منکے	تسبیح کے دانے
منگن	مانگنے
منگہار	مانگنے والا
منگے	مانگے
منے	میں
موچا	بند ہونا
مکھوک	مکھڑا، منہ
مویت	عاشق
موئی	مردہ

موئے تن	مُردہ جسم
مھراٹے	مرہٹے
مھلدار	محل دار
مھنہ	طعنہ
میگھ	بارش، بادل
میل کر	مل کر
میلا	ملا
مین	ادنیٰ، ذلیل
میھوں	میہنہ

ن

ناڈلے	جنبش نہیں کی، حرکت نہیں کی
نازنی	نازنیں
نافام کر	نہ سمجھ کر
نانو	نام
نائب	
نبارے	بنائے، نکالے
نت	ہمیشہ
نیٹ	فوراً، بالکل، تمام، سراسر
نپارا	تصفیہ کیا
نھا	غور سے
نھانے	غور سے دیکھنے

برنچھل	صاف، خالص
نچل سک	نہ چل سکے، مر سکا
ند	ندی
ندھاں	خزانہ
ندے کر	نادے کر
نردھار، نرادھار	بے سہارا
نرمل	صاف، شفاف
نرنکھار	جس کی صورت نہ ہو، بے شکل
نرہ شیر	شیر نر
نزیک	نزدیک
نس	رات
نسوس کر	نہ محسوس کر
نفا	نفع
نقرہ	چاندی
نقل	نخل، کھجور کا درخت
نک	ناخن
نک	ناک
نکو	نہیں
نکو کرو	مت کرو
نکھیتر	ستارے
نکھند	مکمل
نلاجا	بے شرم، بے حیاء

نما — بتا، دِکھا
ننھے — چھوٹے، کم سِن
نوا — نیا
نول — عجیب، انوکھا، نیا، جدید
نوپڑ — نوتہہ، نوطبق
نورانا تن — نورانی تن، حسین
نوکھنڈ — نُہ، فلک
نوایا — جھکایا
نہہ — محبّت
نہ کرسی — نہ کر سکے
نہ کس خیر — کسی کی نیکی بھی
نہ کہہ سکے — نہ کہنے سے
نھاٹنا — چھوڑنا، بھاگنا
نھاس — دوڑ
نھاسنا — دوڑنا، بھگنا
نھالی — توشک
نھنواپن — بچپن
نیاؤ — انصاف
نیب — نیم
نیر — پانی
نیراس — نراس، ناامید، مایوس
نیرپائن — باولی کا پانی
نیر سیندھن — باولی سے پانی کھینچنا
نیرٹنا — لٹکنا، فکر میں لگے رہنا
نیکا — بھلا، چنگا، درست، صاف ستھرا، عمدہ، نیک، خوش، اچھا
نیک فن — **خوش اخلاق**
نیکل — نکل
نیکھا — نیک، اچھا
نیل کنٹھ — نیل کے کنارے
نیں — نہیں

و

واز آئی — باز آئی
والا — ایک قیمتی باریک کپڑا
واں — وہاں
وُتیاں کو — اُٹھنوں کو
ور — حاوی
وراس — پلٹ
ورتمان — زمانہ حال
ورہونا — حاوی ہونا
وزا — وضع
وضا — وضع، طرح

وعدا وعدہ
ولے لیکن
ونواس بن باس
ووں ویسے ہی
وبناگ مصیبت
ویراگی بیراگی، سنیاسی
ویل وقت، گھنٹہ
ویں تب ہی

ہ

ہاتھ پاؤں لینا کوشش کرنا
ہاک ہوک، آواز، نعرہ
ہانک مارنا چلاّنا
ھانکاسوں آہوں سے
ہواکو نکلنا سیر کو نکلنا
ہت ہاتھ
ہت پاؤ ہاتھ، پاؤں
ہت متاری کیا
ہودرج بیہودہ
ہرتن ہر شخص
ہری ہاری
ہست ہاتھی

ہلاکی ہلاکت
ہلو ہلو آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے
ہلوں آہستہ
ہمن کوں ہم کو ہمیں
ہنڈی ہانڈی
ہور اور
ہوڑ بازی، شرط
ہوڑ جاہل، احمق
ہوسی ہوگی
ہول پریشانی فکر
ہوں کہنا تصدیق کرنا
ہیا دل
ہیتاں سوں ہیبت سے
ہویلسار فوج کا ایک ملازم حوالدار
ہیچ بے عقل، بے وقوف

ی

یاں یہاں
یاں لگ یہاں تک
یانہ یعنی
یکتل ایک لمحہ
یکٹ ایک، واحد

یکس کو یکس ایک سے ایک

یکوجی شواجی کا علاقی بھائی جو ملازم سرکار بیجاپور تھا۔ شاہ جی کا دوسرا بیٹا

یکّہ یکتا۔ منفرد، اکیلا

یکیاں معاوضہ، قیمت

یکییٹ تن تنہا

یو یہ، ان

یئی یہ ہی۔